

سلطان کوہا کوہا اسلام ہو
جانان مصطفیٰ کوہا اسلام ہو

صحرائے کر بلا بھی عجب ریگزار ہے
جس سمت جائے گل ترکا بہتر چلے

امام حسینؑ

خصوصی ایڈیشن 2016ء

چھٹا ایڈیشن

کتابت الرسول قادریؒ

فیض، سماجی، اخلاقی اور فنی قدر کا مظہر
سماجی

انوارِ رضی

جلد 10 شماره نمبر 4

انٹرنیشنل غوثیہ فورم 0321-9429027

سید الشہداء
امام حسین نمبر

چیف ایگزیکٹو
ایڈیٹر
ملک محمد قمر الاسلام قمر / مفتی آصف محمود قادری
معاون ایڈیٹر
مرزا محمد کامران طاہر | علامہ محمد شہد جیل اویسی

شیخ بزم ہدایت پلاکھول سلام

ذہنی، بدنی، اخلاقی اور علمی فلاح کا سہارا
سہ ماہی
مکتبہ ارسول قادری

جلد نمبر 10 شماره نمبر 4

زیر سرپرستی

- ☆ حضرت علامہ پیر محمد عتیق الرحمن فیض پوری ☆ حضرت پیر میاں عبدالحق قادری
- ☆ علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی ☆ حضرت علامہ سید محمد انور حسین کاشمی قادری
- ☆ حضرت پیر محمد طفیل قادری بھجوری ☆ پیر طریقت ڈاکٹر کرل محمد سرفراز محمدی سہنی
- ☆ پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف) ☆ پیر سید محمد ظفر اللہ شاہ بخاری
- ☆ الحاج بشیر احمد چوہدری (لاہور) ☆ پروفیسر صاحبزادہ محبوب حسین چشتی (بیر بل شریف)
- ☆ سید عبداللہ شاہ قادری ☆ پیر اعجاز احمد ہاشمی (لاہور)

مجلس تحریر

- ☆ محقق العصر مفتی محمد خان قادری ☆ ادیب شہیر پیر سید محمد فاروق قادری
- ☆ علامہ قاری محمد زوار بہادر ☆ عبدالجید ساجد ☆ الطاف چغتائی
- ☆ علامہ پیر زادہ محمد رضا قادری ☆ پیر فیض الایمن فاروق نیالوی ☆ سید وجاہت رسول قادری
- ☆ مفتی محمد ابراہیم قادری ☆ مفتی محمد جمیل احمد نعیمی ☆ مفتی عبدالکلیم ہزاروی
- ☆ پیر سید انعام الحسنین شاہ کاشمی ☆ پروفیسر قاری محمد مشتاق انور ☆ سید صابر حسین بخاری

مجلس مشاورت

مجلس انتظامیہ

پیر سید مرید کاظم بخاری، ملک مطلوب الرسول اعوان، ملک محمد فاروق اعوان،
صوفی گلزار حسین قادری رضوی، علامہ محمد ادریس خان سواتی،
ماہ رخ خان قادری، ملک الطاف عابد اعوان،

محمد فراد علی قادری، نصیر الدین نصیر

قیمت فی شمارہ

400 روپے

سالانہ رکنیت فیس

2000 روپے

علامہ محمد جاوید اقبال تھارا، الحاج ظفر حسین ظفر (خطاط)، سید عارف محمود مجبور رضوی، علامہ پیر محمد سرفراز چشتی
الحاج ملک محمد جمیل اقبال، حافظ محمد خان مایل ایڈووکیٹ

انٹرنیشنل غوثیہ فورم زاویہ قادریہ سیدنا غوث اعظم سٹریٹ (نزد چنگی نمبر 1) جوہر آباد 41200

0300/0321/0313-9429027 Mahboobqadri787@gmail.com

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

عصر حاضر میں سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی کرم فرمائیاں

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام اللہ کے پیارے آخری نبی امام الانبیاء سید المرسلین علیہ السلام کے پیارے نواسے ہیں۔ مولائے مرقی سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے نخت جگر، سیدہ کائنات، بتول الاحرار سلام اللہ علیہا کے نور نظر، سیدنا شہاب اہل الجنت حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے برادر اصغر ہیں۔ ہم اس اشاعت ناص کا آغاز آپ کی پیاری امی جان خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے تصدقات و اختیارات کے تین ایسے واقعات و مشاہدات سے کیا جاتا ہے جو عصر رواں کے ساتھ متعلق ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

(۱)

قدرت اللہ شہاب نے ”شہاب نامہ“ میں اپنا مشاہدہ یوں بیان کیا ہے۔

”ایک بار میں کسی دور دراز علاقے میں گیا ہوا تھا وہاں پر ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک بوسیدہ سی مسجد تھی میں جمعہ کی نماز پڑھنے اُس مسجد میں گیا تو ایک نیم خواندہ سے مولوی صاحب اُردو میں بے حد طویل خطبہ دے رہے تھے اُن کا خطبہ گزرے ہوئے زمانوں کی عجب و غریب داستانوں سے اٹا اٹا بھرا ہوا تھا۔ کسی کہانی پر ہنسنے کو جی چاہتا تھا کسی پر حیرت ہوتی تھی لیکن انہوں نے ایک داستان کچھ ایسے انداز سے سنائی کہ تھوڑی سی رقت طاری کر کے سیدی میرے دل میں اتر گئی یہ قصہ ایک باپ اور بیٹی کے باہم محبت و احترام کا تھا۔ باپ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور بیٹی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ رسول کریم ﷺ جب اپنے صحابہ کرام کی کوئی درخواست یا فرمائش منظور نہ فرماتے تھے تو بڑے بڑے برگزیدہ صحابہ کرام بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کی منت کرتے تھے کہ وہ اُن کی درخواست حضور ﷺ کی خدمت میں لے جائیں اور اُسے منظور کروالائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دل میں بیٹی کا اتنا پیار اور احترام تھا کہ اکثر اوقات جب بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایسی کوئی درخواست یا فرمائش لے کر حاضر خدمت ہوتی تھیں تو حضور ﷺ خوش دلی سے انہیں منظور فرمالیتے تھے۔ اس کہانی کو قبول کرنے کے لئے میرا دل بے اختیار آمادہ ہو گیا۔ جمعہ کی نماز کے بعد میں اسی

سلطان کربلا کو ہمارا سلام ہو
جانان مصطفیٰ کو ہمارا سلام ہو

صحرائے کربلا بھی عجب ریگزار ہے
جس سمت جایئے گی ترکا پتہ چلے

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نمبر

خصوصی ایڈیشن 2016ء

جلال اللہ
ملک محبوب الرسول قادری

انڈین سٹیل عاؤنیہ فورم 0321-9429027

بوسیدہ سی مسجد میں نوافل پڑھتا رہا۔ کچھ نفل میں نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کی نیت سے پڑھے پھر میں نے پوری یکسوئی سے گزرا کر یہ دعا مانگی۔ ”یا اللہ! میں نہیں جانتا کہ یہ داستانِ صحیح ہے یا غلط لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تیرے آخری رسول ﷺ کے دل میں اپنی بیٹی فاطمہ بنت جنت کے لیے اس سے بھی زیادہ محبت اور عزت کا جذبہ موجزن ہوگا اس لیے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح طیبہ کو اجازت مرحمت فرمائیں اور وہ میری ایک درخواست اپنے والد گرامی کے حضور پیش کر کے منظور کروائیں۔ درخواست یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ کا متلاشی ہوں۔ سیدھے سادھے مروجہ راسخوں سے وقت نہیں رکھتا اگر سلسلہ ایسی واقعی افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے تو اللہ کی اجازت سے مجھے اس سلسلہ سے استفادہ کرنے کی ترکیب و توفیق عطا فرمائی جائے۔“

اس بات کا میں نے اپنے گھر میں یا باہر کسی سے ذکر تک نہ کیا چھ سات ہفتے گزر گئے میں اس واقعہ کو بھول بھال گیا۔ پھر اچانک سات سمندر پار کی میری ایک جرمن بھانجی کا ایک عجیب غلام موصول ہوا وہ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں اور نہایت اعلیٰ درجہ کی پابند صوم و صلوة فاطمہ بنیں انہوں نے لکھا تھا کہ:

The other right I had the good fortune to see "Fatimah" daughter the Holy Prophet Peace be Upon Him (in my dream. She talked to me most graciously and said, "Tell your brother-in-law Qudrat Ullah Shahab, that I have submitted his request to my exalted Father who has very kindly accepted it".

(اگلی رات میں نے خوش قسمتی سے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا انہوں نے میرے ساتھ نہایت تواضع اور شفقت سے باتیں کیں اور فرمایا کہ اپنے دیور قدرت اللہ شہاب کو بتادو کہ میں نے اس کی درخواست اپنے برگزیدہ والد گرامی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی تھی انہوں نے ازراہ نوازش اسے منظور فرمایا ہے۔)

یہ خط پڑھتے ہی میرے ہوش و حواس پر خوشی اور حیرت کی دیوانگی سی طاری ہو گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے بلکہ ہوا میں چسل رہے ہیں۔ یہ تصور کہ اس برگزیدہ محفل میں ان باپ بیٹی کے درمیان میرا ذکر ہوا۔ میرے روئیں روئیں میں ایک تیسرے و تند نشہ کی طرح جھاماتا تھا۔ کیا عظیم باپ! اور کیسی عظیم بیٹی! دو تین دن میں میں اپنے کمرے میں

بند ہو کر دیوانوں کی طرف اس مصرعہ کی مجسم تصویر بنا بیٹھا رہا۔

مجھ سے بہتر ہے میرا ذکر کہ اس محفل میں ہے!

(صفحہ ۱۱۸۰ تا ۱۱۸۲)

اس کے بعد قدرت اللہ شہاب نے سلسلہ اویسیہ شریف اور اولیاء و صلحاء کے تصرفات کے حوالے سے اپنی واردات قلبی اور مشاہدات بیان کئے ہیں۔

(۲)

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد مدیدی الازھری مدظلہ، ماضی قریب کے نامور محقق، مصنف، مترجم، مدرس اور روحانی پیشوا حضرت اتاذ الاساتذہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کے فرزند اکبر و جانشین ہیں۔ دعوئے مسزاج کے حامل، نیک خود بینی اسکار ہیں۔ ۶ نومبر ۲۰۱۴ء کو ان سے عزیز گرامی حافظ محمد محسن قادری کے ہمراہ ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک روح پرور واقعہ سنایا کہ دل کے تاروں کو چھیر دیا۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے تصرف و کرم نوازی کا یہ واقعہ میں نے انہیں لکھ دینے کی گزارش کی انہی کے قلم سے آپ کے ملاحظہ کے لئے اگلے صفحہ پر پیش کیا جا رہا ہے۔

”انسانی زندگی میں کسی وقت بادی بہاری کے خوشگوار جھونکوں بیدا کوئی لمحہ آتا ہے اور اس کے دامن کو ایسی عظیم نعمت سے مالا مال کر جاتا ہے کہ وہ اپنے دامن میں قدرت کا عظیم ترین عطیہ رکھنے کے باوجود ایک طرف تو سجدہ شکر بجالاتا ہے جبکہ دوسری طرف ورطہ حیرت میں گم ہو کر خود سے سوال کرتا ہے: ”میں کہاں اور یہ نعمت عظمیٰ کہاں؟“

عمر رواں کے گریزاں لمحوں میں آج (۲۰۱۶ء) سے چار سال قبل مجھے بھی ایک ایسی ہی صورت حال کا سامنا تھا جب ہزاروں بچوں اور نیکیوں کو قسراً ان کریم کے نور سے آراستہ کرنے والی ایک پابند صوم و صلوة اور تہجد گزار فاطمہ نے ۸ اپریل ۲۰۱۲ء کو حرمین شریفین کی حاضری سے واپسی پر بتایا کہ وہ تقریباً پندرہ سال پہلے حرمین شریفین حاضر ہوئی تھیں۔ تب ایک دن وہ مسجد نبوی میں بیٹھی تھیں، اچانک انہیں اونگھ آگئی، آنکھ لگی تو مقدر بیدار ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ روضہ شریف سے ایک فاطمہ باہر آئی ہیں، انہوں نے آتے ہی مائی صاحبہ کو ان کا نام لے کر مخاطب کیا اور فرمایا: ”یہ رباعی پڑھا کرو۔“

یا حبیب اللہ اسمع قالنا
خزیدی سہل لنا اشکلنا

یا رسول اللہ انظر حالنا
اننی فی بحر غم مغرق

بسم الله الرحمن الرحيم

انسانی زندگی میں کس وقت بادرہمارے خوشگوار جھونکوں جیسا کوئی لمحہ آتا ہے اور اس لمحہ میں کون کونسی عظیم نعمت سے مالا مال کر دیتا ہے کہ وہ ایسے دامن میں قدرت کا عظیم ترین عطیہ رکھنے کے باوجود ایک طرف تو مسعدہ شکر بجالا کر لے جیے دوسری طرف وہ طرہ حیرت میں گم ہو کر خود سے سوال کر لے: "میں کہاں اور یہ نعمت عظمیٰ کہاں؟"

عمر رواں کے گزرتی گئی گھنٹوں میں آج (2016ء) سے چار سال قبل مجھے بھی ایک ایسی ہی صورت حال کا منہ بھانپنا پڑا جو ان بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید کے سیرے سے آراستہ کرنے والی ایک نابینہ عورت و صلیحہ اور بوجد گزرا قانون نے 8- اپریل 2012ء کو حرمین شریفین کے حاضرین سے والی پر بتایا کہ وہ تقریباً پندرہ سال پہلے حرمین شریفین حاضر ہوئی تھیں، تب ایک دن وہ مسجد نبوی میں بیٹھی تھیں، اچانک انہیں اونٹوں کی آنکھ لگی تو مقدار ہمارے سرگیدہ انٹوں نے دیکھا کہ روضہ شریف سے ایک قانون باسرا آئی ہیں، انٹوں نے آتے ہی عائشہ صاحبہ کو ان کا نام لیکر مخاطب کیا اور فرمایا: "میرے بانی بڑھاکو"

یا رسول اللہ (ﷺ) نظر چلائے
انٹی فی بجر غم مصروف

یا حبیب اللہ اسمع قالنا
تخذ یرین سئل لنا اسئلنا

يا رسول الله الظرفا لنا
انني في بحر غم مضوق
يا حبيب الله اسمع قلنا
خذ يدك ستقل لنا اشكالنا

مائی صاحبہ نے اس گراں قدر تحفے کو دراصل گہرے سوئے ہوئے اینٹی محسنہ سے چمکھا: ”اے کون ہیں؟“ تو انہوں نے فرمایا: ”میرا نام فاطمہ بیگم ہے، میرا انور نے بغیر شریف کے طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”میں ادھر سوئی ہوں۔“

اسے حضور ملا کہ بعد مائی صاحبہ کی آنکھ کھل گئی اور انہیں خواب کے سارے
منظر اور الفاظ یاد تھے، انہوں نے اپنے بچوں کو یہ خواب سنایا تو سب نے کہا: "وہ
وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کہنہی صاحبہ زاری سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ زہرا
رضی اللہ عنہا تھیں۔" مگر مائی صاحبہ نہایت سادگی سے کہا: "ان کا اسم گرامی
تو سیدہ بی بی فاطمہ ہے، جبکہ مجھے جس شخصیت کی زیارت پیر میں ہے انہوں نے
اینا نام فقط فاطمہ بتایا تھا۔" میں نے انہیں اب سے گنہگار کر لی: "وہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی صاحبہاں ہیں تو۔" تو مائی صاحبہ نے فرمایا: "اچھا تو بھلا اب تمہیں
کہتے ہیں کہ۔" میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان سے گنہگار کر لی: "اچھے
آج کو سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا نے اس ورد کی اجازت فرمائی ہے آپ مجھے
بھی اس ورد کو معمول بنانے اور دوسروں کو مہمانانہ کی اجازت مرحمت فرمائیں۔"
مائی صاحبہ نے خندہ پیشانی سے مجھے اس ورد کی اجازت فرمائی، میں نے ان
سے دوسرا گنہگار کر لی: "اچھے بچوں اور شاگردوں تو بھی اس کی اجازت فرمائیں"
انہوں نے فرمایا: "اجازت ہے۔" مائی صاحبہ نے مورخہ 8 - اپریل 2013ء کو دارالافتاء
کی طرف رجعت کی، کثرت سے تلاوت قرآن، تعلیم قرآن، روزنامہ اور نوائے
کلا تو شہر لیکر رک کی بارگاہ میں حاضر ہو گئیں۔ اللہ کریم ان سے روحانی بلند فرمائے۔
محنتناز احمد سید

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نمبر 7

مائی صاحبہ نے اس گراں قدر تحفے کو وصول کرتے ہوئے اپنی محنت سے پوچھا: ”آپ کون ہیں؟“ تو انہوں نے فرمایا: ”میرا نام فاطمہ ہے۔“ پھر انہوں نے بیعت شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”میں ادھر رہتی ہوں۔“

اس مختصر مکالمے کے بعد مائی صاحبہ کی آنکھ کھل گئی اور انہیں خواب کے سارے منظر اور الفاظ یاد تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں کو یہ خواب سنایا تو سب نے کہا: ”وہ تو حضور ﷺ کی جیتی صاحبزادی سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام تھیں۔“ مگر مائی صاحبہ نے نہایت سادگی سے کہا: ”ان کا اسم گرامی تو سیدہ بی بی فاطمہ ہے، جبکہ مجھے جس شخصیت کی زیارت ہوئی ہے انہوں نے اپنا نام فقط فاطمہ بتایا تھا۔“ میں نے انہیں ادب سے گزارش کی: ”وہ حضور ﷺ کی صاحبزادی ہی تھیں۔“ تو مائی صاحبہ نے فرمایا: ”اچھا؟ تو پھر آپ ٹھیک کہتے ہوں گے۔“ میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان سے گزارش کی: ”جیسے آپ کو سیدہ کائنات علیہا السلام نے اس ورد کی اجازت فرمائی ہے آپ مجھے بھی اس ورد کو معمول بنانے اور دوسروں کو بتانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔“ مائی صاحبہ نے خندہ پیشانی سے مجھے اس ورد کی اجازت فرمائی۔ میں نے ان سے دوسری گزارش کی۔ ”اپنے بچوں اور شاگردوں کو بھی اس کی اجازت فرمائیں۔“ انہوں نے فرمایا: ”اجازت ہے۔“ مائی صاحبہ نے مورخہ ۸۔ اپری ۲۰۱۳ء کو دارالبقاء کی طرف رحلت کی، بکثرت سے تلاوت قرآن، تعلیمِ قرآن، دردِ پاک اور نوافل کا توشہ لے کر رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئیں۔ اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔

میں نے ایک ملاقات میں یہ واقعہ محترم جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو سنایا تو اُن پر رقت کی جو کیفیت طاری ہوئی اس کے پیش نظر میں نے انہیں بھی اس ورد کی اسی طرح اجازت دی جیسے مجھے مائی صاحبہ نے اجازت دی، وہ اپنے احباب کو بھی اجازت دے سکتے ہیں۔

(۴)۔

میں نے گزارش کی کہ یہاں کا قانون خواتین کو بقیع میں جانے سے منع کرتا ہے اور شرطے اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ صرف مرد حضرات اندر جاسکتے ہیں۔ میری والدہ برابر اصرار کرتی رہی تھیں کہ مجھے اندر لے جاؤ سو میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہیل چیئر کو سائیڈ پر رکھا اور اپنی والدہ کو سہارا دے کر بقیع کی سڑکیاں چڑھنے لگا۔۔۔۔۔ خدا کی شان، سیدہ پاک کا تصرف اور میری والدہ کے نصیب کا اوج۔۔۔۔۔ کہ دونوں شرطے جو جنت البقیع کی سڑکیوں کے پاس اس مقصد کے لئے متعین تھے کہ وہ بھی خاتون کو اندر نہ جانے دیں وہ آپس میں ہم کلام رہے اور اس طرف آن کا دھیان ہی نہ کیا سو ہم سڑکیاں چڑھ گئے۔ میں نے حضرت سیدہ پاک کے مسزاد مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گزارش کی کہ وہ سامنے اہل بیت اطہار کے مزارات ہیں۔ وہاں بھی ایک شرطہ سرخ رومال سر پر باندھے یلّ یلّ کہہ رہا تھا۔ مجھ میں تو اپنی ماں کی بات ماننے کی جرات نہیں۔ میں انہیں سیدہ سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کے قدموں میں لے گیا خدا جانے وہ شرطہ اندھا ہو گیا یا وہ بھی اس طرف توجہ نہ کر سکا میری والدہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی قدموں میں تھیں اور مجھے چلے جانے کا حکم دیا میں پیچھے ہٹ آیا نصف گھنٹہ یا پینتیس منٹ کے قریب میری والدہ جناب سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کے قدموں میں بیٹھی سلام پیش کرتی رہیں اور اپنی معروضات حاضر دربار کرتی رہیں اس کے بعد سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کی اجازت سے اٹھیں تو میں انہیں لے آیا اور ہماری وہیل چیئر بھی اپنی جگہ پر موجود تھی۔۔۔۔۔ یہاں اس اعتقاد کو بھنگی اور دوام نصیب ہوتا ہے کہ آج بھی تکوینی نظام کی سربراہی یہی نفوس قدسیہ فرما رہے ہیں اور ان کی شفقت و رحمت پر کسی کا پھرا نہیں۔ جناب سیدہ کائنات تو افضل ترین ہیں۔

قاسم ولایت، باب مدینہ العلم حضرت مولائے مرقی سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی توجہ حاصل کرنے کے لئے حضرت شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ کا مجرب اور آزمودہ طریقہ:

بگیموئے شہید کربلا و روئے گل کوئش

گرہ از کار ما شیر خدا مشکل کشا بکشا

ترجمہ: شہید کربلا کے گیمو اور پھول جیسے چہرے کے طفیل اے شیر خدا مشکل کشا ہمارے کام سے گرہ کھول دے۔

از: صاحبزادہ پیریدہ فیض الحسن شاہ بخاری نقشبندی قادری

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان
10	اپنی بات۔۔۔۔۔ سلام! ابن رسول سائیں۔۔۔۔۔ ملک محبوب الرسول قادری
13	اداریہ۔۔۔۔۔ دتواضو بالحق دتواضو بالصبر۔۔۔۔۔ کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی
17	حمد باری تعالیٰ۔۔۔۔۔ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی
18	نعت رحمۃ للعالمین علیہ السلام۔۔۔۔۔ خالد بڑی
19	حق گوئی کا معیار حسین کریمین (علیہ السلام)۔۔۔۔۔ تباہاں
20	شان اہل بیت علیہم السلام۔۔۔۔۔ حضرت مولانا حسن بریلوی رحمہ اللہ
21	①۔۔۔۔۔ پیغامات
39	②۔۔۔۔۔ فضائل محرم الحرام
47	③۔۔۔۔۔ بتول فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا
63	④۔۔۔۔۔ اوصاف و کمالات
127	⑤۔۔۔۔۔ ذکر حسین علیہ السلام
189	⑥۔۔۔۔۔ امام حسین علیہ السلام خطبات کے تناظر میں
211	⑦۔۔۔۔۔ سلام بحضور اہل بیت اطہار
229	⑧۔۔۔۔۔ کردار حسینی کی سربلندی
253	⑨۔۔۔۔۔ اللہ کی برہان
293	⑩۔۔۔۔۔ منظومات

سلام! ابن رسول سائیں

اللہ رب العالمین نے اپنے محبوب سلطان الانبیاء خاتم المرسلین ﷺ کی پیاری بیٹی خاتونِ جنت و قیامت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بعد امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام عطا کیے۔

دونوں شہزادوں کے نام جناب المرتضیٰ سیدنا علی علیہ السلام کی خواہش پر حضور رحمت عالم ﷺ نے خود رکھے اور تربیت فرمائی۔ دربار رسالت میں شہزادوں کے مقام اور سرکارِ دو جہاں ﷺ کی محبت و شفقت کے مناظر ہمیشہ تمام صحابہ کی نظر میں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام کی تعظیم کیا کرتے تھے اور عظمت کا معاملہ فرماتے تھے اور ان سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور ان کی جانب سے فدیہ دیا کرتے تھے۔ (الہدایہ والنہایہ صفحہ ۸۳۶ ج ۸)

خلافت راشدہ کے عہد ثانی کے حوالے سے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وظیفوں کے لیے فہرست مرتب فرمائی تو حضرت امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام کے لیے حضرات صحابہ اہل بدر کے ہمراہ پانچ پانچ ہزار سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ (الہدایہ والنہایہ صفحہ ۸۳۶ ج ۸)

ایک واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک یمن سے کچھ غلے یعنی لباس آئے، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حب معمول ان کو تقسیم کرایا اور ان میں سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صاحبزادوں کو بھی دیے گئے، لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ”یہ غلے اس درجہ کے نہیں جو ان حضرات کے شایانِ شان ہوں۔“ اس لیے خصوصیت سے یمن کے حاکم کے پاس حکم تحریر پد فرمایا اور ایسے دو غلے منگوائے جو نہایت عمدہ تھے اور ان حضرات کے شایانِ شان تھے وہ پیش کئے۔

خلافت راشدہ کے زمانے میں حضرات حسین کریمین علیہ السلام کے ساتھ تعظیم و تکریم کا سلوک معمول تھا۔ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھابہی حال امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تھا کہ وہ حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعظیم و تکریم فرماتے اور ان سے خصوصی محبت کا برتاؤ کرتے۔

ابن کثیر کی گواہی ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ بھی یہی تھا جس طرح حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا۔ چنانچہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام بیت اللہ کا طواف کرتے تو مسلمانوں کا عظیم الشان ہجوم ان حضرات کو عقیدت و محبت سے گھیر لیتا۔ (الہدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۷)

مرقوم ہے کہ ایک دن مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، سامنے سے حضرت امام حسین علیہ السلام آتے ہوئے نظر آئے، حضرت امام حسین علیہ السلام کے چہرہ انور کو دیکھ کر آپ نے والہانہ جذبہ سے یہ جملے ارشاد فرمائے:

هذا احب اهل الارض الى اهل السماء

یہ حضرت حسین علیہ السلام ہیں جو روئے زمین کے تمام انسانوں میں سے آسمانی مخلوق یعنی فرشتوں کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (الہدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۰۷)

حافظ ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام سوار ہو کر چلتے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ غلامانہ انداز میں رکاب تھام کر چلا کرتے اور اس عمل کو اپنے لئے ایک عظیم الشان سعادت و نعمت تصور فرماتے۔ (الہدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۱۵۸)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ہمیشہ مجاہدانہ کردار ادا کیا آپ غازی اسلام تھے۔ اس حوالے سے تاریخ ابن اثیر میں مرقوم ہے کہ حضرت سعید بن العاص نے ۳۰ھ میں کوفہ سے طبرستان پر حملہ کیا ان کے ہمراہ بڑے درجہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ جن میں سے چند کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ حضرت امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔

ان کے علاوہ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ:

وكان معه في مغازيه كلها في الجبل
والصفائين وكان معظما و موقرا ولم
يزل في طاعته ابنيه حتى قتل

(البدایہ والنہایہ ج ۷ صفحہ ۱۵۰)

حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام
کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے
یہاں تک کہ جنگ جمل و صفین میں بھی
شریک تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام
نہایت درجہ با عظمت و با وقار تھے اور ہمیشہ
اپنے والد بزرگوار کی فرمانبرداری کرتے
رہے یہاں تک کہ حضرت امام حسین
علیہ السلام نے جام شہادت نوش فرمایا۔

سید المجدین سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام جو آپ کے فرزند دلبند ہیں اور آپ
کے جانشین بھی۔ آپ سے اہل کوفہ نے پوچھا کہ امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے جسم
الطہر پر بہت زیادہ زخم تھے جو تازہ تھے۔ تیروں، بھالوں، تلواروں اور نشتروں کے زخم مگر کچھ زخم
جسم الطہر پر ہونے لگے تھے وہ ہونے لگے زخم حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر کیسے تھے؟
سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد گرامی نواسہ رسول سیدنا امام حسین
علیہ السلام رات کو عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کے علاوہ غلہ و نان اپنے جسم پر اٹھا کر ضرورت
مندوں اور بے گھروں کے گھروں میں چپکے سے چھوڑ آتے تھے اس مشقت کے سبب آپ کے
وجود الطہر پر زخموں کے نشان پڑ جاتے تو اب تمہیں ہونے معلوم ہوتے تھے۔ امام عالی مقام سیدنا
امام حسین علیہ السلام کے حضور غدر و عقیدت پیش کرنے کے لیے ”سہ ماہی“ انوار رضا جو ہر آباد کی
اشاعت خاص منظر عام پر لائی جا رہی ہے آئیے! اپنے امام کے حضور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے
سلام کا خذرا نہ پیش کریں۔

حسینؑ مولا شہید اعظم سلام میرا قبول سائیں

تمام عالم یہ کہہ رہا ہے سلام! ابن رسول سائیں

ملک محبوب الرسول قادری

(مدیر اعلیٰ)

0321-9429027

mahboobqadri787@gmail.com

اداریہ

وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس وہ نور ہے جس کی کرنوں سے حق و باطل میں تیز
کی جاسکتی ہے۔ جس بے کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔ جس سے فنا اور بقا کو بخوبی سمجھا جا
سکتا ہے۔ یہ نور سبق سے صداقت کا، شجاعت کا، امانت کا، سخاوت کا اور استقامت کا کہ یہی رہنما
اصول ہے دنیا اور آخرت کی امامت کا۔ یہ نور چراغ راہ اور نشان منزل ہے۔ یہ نور دراصل راہ
جنت اور ذریعہ نجات جہنم ہے۔

حق و باطل کی معرکہ آرائی ازل سے آج تک برپا رہی ہے اور رہے گی۔ یہ اتنی پرانی
ہے کہ ادھر انسان نے عالم وجود میں قدم رکھا۔ ادھر ابلیسی قوت مقابل آکھڑی ہوئی۔ یہاں تک کہ
میدان کربلا میں آپہنچی۔ حق کے ساتھ کرم فرمائی عروج پر دکھائی دیتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد
میں، نماز میں، سجدے میں، خطبوں میں، سفر اور حضر میں اس محبت کا چرچا فرماتے ہیں جو متعدد
احادیث میں واضح ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بارے میں جو انان جنت کے سردار ہونے کا مشرودہ
بھی سناتے ہیں۔ دوسری طرف باطل اپنی پوری احسان فراموشیوں کے ساتھ نظر آتا ہے۔ جہاں
انسانی اقدار اپنے کمال پر ہیں کہ عقل بھی دنگ ہے وہیں انسانی اقدار کے زوال پر شرافت بھی
ماقم کتاں ہے۔

طاقت و کثرت کو حق سمجھنے والوں نے جب پیغمبر اسلام کے اجلے چمن پر حملہ کیا تو دیدہ
ارض و سما نے ایسا المناک منظر دیکھا کہ کثیر فوج نہتے چند درجن بشمول (خواتین و بچے) کے
مد مقابل ہو۔ لیکن نتیجتاً جب طاقت و کثرت غالب ہوئی مگر رسوائی مقدر ٹھہری۔ حق و صداقت کی
علمبردار اقلیت کو مغلوب ہوئی مگر دائمی عظمت و توقیر ان کے ساتھ موسوم ہوئی۔ گویا در سس مل
گیا۔۔۔۔۔ ”طاقت حق نہیں بلکہ حق دراصل طاقت ہے۔“

صاحب نور کربلا رضی اللہ عنہ، منبع صبر و شکر و رشد و ہدایت امام عاشقان پور بتول۔ جگر گوشہ رسول
ﷺ کو پوری انسانیت کا سلام۔ انسانیت کو درس عظیم مل گیا۔ حق کو نہ چھوڑو کہ شاید یہی باطل میں

پچھے ہوئے کسی ٹوکہ دایت نصیب فرمادے۔

حضرت کی ذات ستودہ صفات ایسا روشن مینار ہے جس کی روشنی راہ حق پر استقامت اور مصائب پر صبر و عظمت کو واضح کرتی نظر آتی ہے۔ اسی لئے تو حسین پاک رضی اللہ عنہ اور سانحہ کربلا کو کسی نے سر واحدانیت، کسی نے بنائے لالہ، کسی نے اسلام کی حیات نو اور کسی نے بقائے انسانیت کہا ہے۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داو نہ داد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ
رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "الحسین منی وانا من الحسین"

یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حسین پاک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں یعنی انہی سے ہیں۔ نواسے سے نانا کیسے ہو سکتا ہے؟ اسے سمجھنے کے لئے کہ بلا جانا پڑتا ہے کہ اس سے نہ صرف شہادت کو عبادت کا درجہ ملتا ہے بلکہ دین متین کی اصل شاہراہ بھی نظر آتی ہے۔

کوئی عبادت، عبادت نہیں بن سکتی اگر نبی مکرم ﷺ نے نہ کی ہو۔ ظاہر رسول اللہ ﷺ نے شہادت نہیں پائی لیکن شہادت کی دونوں قسمیں حسین کریمین رضی اللہ عنہما کے وجود ان مبارکان کی قربانی سے پایہ تکمیل کو پہنچ کر شہادت کو عبادت کا درجہ عطا کرتی ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ دونوں شہزادگان وجود رسول اللہ ﷺ کی خوشبو ہونے کے ناطے شہادت کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔

دوسری طرف دیکھیں تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ حکمت خداوندی کے تصور اعلیٰ کی تکمیل کے لئے یعنی خالص توحید کی دعوت میں گزاری اور جب اس میں حاکمیت انسان کا تصور پیدا ہوا تو حسین پاک رضی اللہ عنہ نے قربان ہو کر رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی کو زندہ رکھا اور دین متین کو حیات نو بخشی۔ اس طرح تاقیامت اسلام حینیت کے روپ میں زندہ و جاوید ہو گیا۔

حق حسین رضی اللہ عنہ کی شکل میں آج ہر انسان کے سامنے روشن چہرہ ہے اور باطل یزید لعین کی شکل میں اس کے سامنے موجود ہے۔ انسان کی بقا، اسلام یعنی حینیت میں ہے اور فنا باطل یعنی یزیدیت میں ہے۔ یہ وہ ذات ہے جو انسان کو بھٹکنے سے بچاتی ہے۔ اس لئے جتنی ضرورت "ذکر حسین رضی اللہ عنہ" اور "فکر حسین رضی اللہ عنہ" کی آج ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ اس سے جو کر رہنے میں ہی دنیا و آخرت میں نفع اور نجات ہے۔ اس ذات کی محبت دوا ہستی ہمیں بچاتی ہے۔ ہر برائی سے، فرقہ واریت سے اور انسان کو حقیقی مقام سے آشنا کرتی ہے، تنگ نظری، نفرت اور جہالت سے نکال کر

فکر کو جلا بخشی ہے اوصاف رذیلہ کو اوصاف حمیدہ میں بدلتی ہے۔ انسان امن و آشتی کا داعی بنتا ہے۔ اپنی انا کا گلہ گھونٹ کر دوسروں کو بہتر سمجھتا ہے۔ عجز و انکاری اس کی باندی بن جاتی ہے۔ خود غرضی، لالچ، حرص، طمع، جھوٹ، بددیانتی، مکر و فریب، حُب جاہ و دنیا سے محفوظ ہو کر تقویٰ اختیار کرنے والا عزم و استقلال، وفاداری اور بہادری کا مظہر بنتا ہے۔ عدل اس کا شیوہ، عفو و درگزر اس کا طریقہ بنتا ہے۔

آج کے تہذیب یافتہ دور میں انسانی المیوں پر سول سوسائٹی کافی متحرک ہوتی ہے اور ہونا بھی چاہئے مثلاً دسمبر ۲۰۱۴ء پشاور میں آرمی پبلک سکول کا اندوہناک سانحہ ہماری رو میں زخمی کر گیا۔ اس نے پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیا۔ انسانیت اس واقعہ سے شرمسار ہوئی۔ جونہی دسمبر آئے گا تو سول سوسائٹی، شاعر، دانشور، صحافی، ادیب اپنے انداز میں اس کرب کا اظہار کریں گے۔ لیکن حیرت ہوتی ہے ان پر جو سارا سال ہیومن رائٹس، ویمین رائٹس، انٹیمپل رائٹس، جمہوری حقوق، ماحولیاتی اور دیگر معاملات پر زور شور سے بات کرتے ہیں۔ اہل درد اور کاہل دل شمار ہوتے ہیں۔ تقویٰ اور خنیت الہی کے خوگر بھی ہیں۔ دہشت گردی سے نفرت بھی کرتے ہیں لیکن تاریخ عالم کی سب سے بڑی دہشت گردی اور توہین رسالت جو کربلا میں ہوئی اس کے ذکر و فکر کے لئے دل و دماغ بند کر دیتے ہیں۔ نہ یزیدیت کی مذمت اور نہ حینیت کا پرچار۔ حالانکہ یہ سب چیزیں اسی کربلا کے سلسلے میں۔

ریگ عسراق منتظر، کشت حجاب ز تشنہ کام

خون حسینؑ باز وہ کوفہ و شام خوش را

یارب عود مل اس ذکر خیر کے صدقے ہمیں یہ فکر بھی نصیب فرما۔ آمین۔

نفس مطمئنہ اس پر رنگ کرتا ہے۔ اخلاق حسنہ کا نمونہ اور دامن ہر آلودگی سے پاک ہو کر اسے بندگی کا نمونہ بنا دیتا ہے۔ گویا یہ حینی نوری اس کے لئے اصل راہ نجات ہے۔

آئیے آج ذکر حسین رضی اللہ عنہ اور فکر حسین رضی اللہ عنہ کو عام کریں کچھ لوگ ذکر حسین رضی اللہ عنہ سے اجتناب کرتے ہیں کہ اس کا کیا فائدہ؟ تو یہ قرآن کے اصول سے صرف نظر ہے اور محبت کے اندر کچھ کمی ہے۔ غور کریں تو اللہ نے اپنے کلام میں اپنے خلیل علیہ السلام کا ذکر، نار نمود کا ذکر، نبی نوح علیہ السلام اور ان کی کشتی اور طوفان کا ذکر۔ اصحاب کہف اور ان کے وفادار کتے (ظلمیر) کا ذکر وغیرہ اس لئے فرمائے کہ اس سے روشنی حاصل کی جائے۔ آج انسان کی بقا ہی اس دامن سے بچی

وانشائی میں ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں اسی محبت اور وارفتگی کے ساتھ اس دامن سے چمٹا رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقیر ذاکر کرل محمد سرفراز محمدی سیفی
آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول
اسلام آباد

کلام الامام امام الکلام

والی کرب و بلا سیدنا امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی لازوال عظمتوں اور آپ کے علو علمی و روحانی کا ادراک کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ کا کلام منظوم ہو یا منثور آج بھی اس سے علم و حکمت کے انوار کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ تبرکاً الہدایہ والہنایہ سے سیدنا امام حسین علیہ السلام کے چند اشعار پیش کرتا ہوں جو حافظ ابن کثیر نے نقل کئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

لئن كانت الدنيا تعد نفیسة فدار ثواب الله اعلى وانبل
اگر یہ بات صحیح ہے کہ دنیا کی نعمتیں ایک نفیس چیز شمار کی جاتی ہیں تو دارِ آخرت میں جو ثواب ملے گا وہ تو بہت اعلیٰ اور بہت بہتر ہے۔

وان كانت الابدان للموت انشئت فقل امری بالسيف في الله افضل
اور چونکہ یہ تمام بدن انسانوں کے فنا ہی کے لیے بنائے گئے ہیں۔ لہذا انسان کا اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے فنا ہو جانا سب سے بہتر ہے۔

وان كانت الارزاق شيئاً مقدراً فقله سعي البر في الرزق اجل
اور چونکہ تمام روزیاں اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادی ہیں لہذا انسان کو روزی کمانے میں مختصری ہی کوشش کرنا ہی بہت ہی مناسب ہے۔

وان كانت الاموال للترك جمعها فما بال تروك به الميراث
اور چونکہ سارے اموال للترك جمع کرنا ہے بالآخر ایک دن اُن کو چھوڑنا ہی ہے پھر تعجب کی بات ہے کہ جو چیز چھوڑنی ہے اُس میں انسان کیوں اتنی مشقت کرتا ہے۔

حمد باری تعالیٰ

کس سے مانگیں، کہاں جائیں، کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے؟
سب کا داتا تو، سب کو دیتا ہے تو، تیسرے بندوں کا تیسرے سوا کون ہے؟
کون مقبول ہے، کون مسرود ہے، بے خبر! کیا خبر تجھ کو، کیا کون ہے؟
جب بتلیں گے عمل سب کے مہیندان پر، تب کھلے گا کہ کھوٹا کھسرا کون ہے؟
کون سنتا ہے فریاد مظلوم کی، کس کے ہاتھوں میں کنجی ہے مقوم کی
رزق پر کس کے پلکے ہیں شاہ و گدا، مند آرا سے بزم عطا کون ہے؟
اولیا تیسرے محتاج اے رب کل! تیسرے بندے ہیں سب انبیاء و رسل
ان کی عزت کا باعث ہے نہبت تیسری، ان کی پہچان تیسرے سوا کون ہے؟
میرا مالک مہری کن رہا ہے فغان، جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زباں
اب مہری راہ میں کوئی حائل نہ ہو، نامہ بر کیا بلا ہے، صبا کون ہے؟
ابتدا بھی وہی، انتہا بھی وہی، ناخدا بھی وہی ہے خدا بھی وہی
جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نما، اُس اند کے سوا دوسرا کون ہے؟
وہ حقائق ہوں اشیا کے یا خشک و تر، فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب، مگر
ما سوا ایک اُس ذات بے رنگ کے، فہم و ادراک سے ماورائی کون ہے؟
انبیاء، اولیا، اہل بیت نبی ﷺ، تابعین و صحابہ پہ جب آئینی
گر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی، تو نہیں ہے تو مشکل کشا کون ہے؟
اہل فکر و فکر جاتے ہیں تجھے کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیر! اِس کو تو فعل تعالیٰ سمجھ، ورنہ تیسری طرف دیکھتا ہوں ہے؟

از: مہر ثانی حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
گولڑہ شریف

نعت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد ﷺ نور صبح اولیں میں، میرا ایسا ہے
وہ سب پیغمبروں میں آخر میں ہیں، میرا ایسا ہے
خدا نے ان کو سب قوموں کی رحمت کے لئے بھیجا
وہی بس اس سعادت کے امیں ہیں، میرا ایسا ہے
جسے منزل نہ ملتی ہو وہ ان کے در پہ آجائے
محمد را سب دنیا و دین میں، میرا ایسا ہے
حضور پاک ﷺ کی بعثت سے لے کر روز محشر تک
زمانے آپ ﷺ کے زیرِ نگین ہیں، میرا ایسا ہے
زمانے کے مفکر، فلسفی، نقاد، دانش ور
محمد مصطفیٰ ﷺ کے خوشہ چیں ہیں، میرا ایسا ہے
جو غمگین تھے وہ ان کے در سے شاداں ہو کے آئے ہیں
وہ اطمینان براندوگین ہیں، میرا ایسا ہے
کوئی بھی دل نہیں ہے ان کے لطف و فیض سے خالی
وہ ہر دل میں کرم بن کر مکین ہیں، میرا ایسا ہے
حضور پاک ﷺ کی صورت ہو زبرد کر یا سیرت
وہ دنیا میں حینوں کے حین ہیں میرا ایسا ہے
حضور پاک ﷺ کے بعد اب کوئی رسل نہ آئے گا
حضور پاک ﷺ ختم المرسلین ہیں، میرا ایسا ہے
ازل کی صبح سے لے کر ابد کی شام تک بڑی
محمد ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، میرا ایسا ہے

(خالد بڑی)

حق گوئی کا معیار حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما)

حق گوئی کا معیار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
شہزادہ سرکار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
بوسہ گہ سرکار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
زہرا کے پسمن زار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
اسلام کو پھر زندہ کیا اپنے لہو سے
افواج بڑیدی ہوئی خاکستر و خراب
باطل کے مقابل ہیں وہ باعزم شجاعت
ہر عہد و زمانہ میں ہوا جس سے آج کالا
پروردہ آغوش نبوت میں یہ دونوں
صد شمس و قمر بھیک ہیں اک ان کی جبین کی
ہے سورہ کوثر میں حوالہ بھی انہی کا
آل شجرۃ طیبۃ اضلھا عابدت
ہو معسر کہ حق تو بغیضان یہ اللہ
رزم حق و باطل ہو تو تمیز کی خاطر
دنیا میں بھی مید و سرخیل خلائق ﷺ
عشاق ہو کو ہو مژدہ فسر دوس مبارک
رکھ ان سے مودت، یہ ہے قرآن کا فرمان
کیا خوف جو اسلام پہ ہے آج کڑا وقت
ہر رخ سے، ہر انداز سے، صورت ہو کہ سیرت
مشہور ہیں اور شاہد انوار حقیقت
تاباں کو بھلا خوف ہو کیا روزِ جزا کا
وہ صاحب کردار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
اک مطلع انوار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
سرکار کے دلدار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
مہکار سی مہکار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
وہ حق کے علمدار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
وہ تیغ شرز بار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
اک آہنی دیوار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
وہ مطلع انوار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
سرکار کے شہکار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
وہ قاسم انوار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
عالم میں ضیا بار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
اور فسرع ثمر بار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
کفار پہ یلغار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
شمیر جگر دار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
عقبی کے بھی سردار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
فسر دوس کے مختار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
جاں پارہ سرکار ﷺ ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
آپ اس کے نگہدار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
عکس شدہ ابرار ﷺ ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
سز شہ اختیار ﷺ ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
جب آپ مددگار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
(سید وجاہت رسول قادری تاباں)

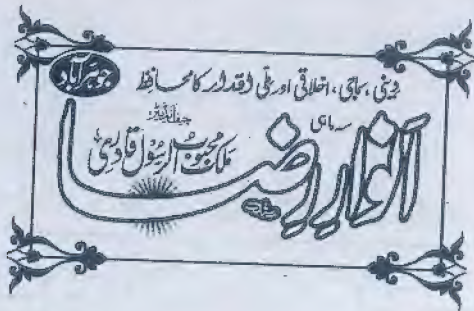
شانِ اہل بیت علیہم السلام

باغِ جنت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہلبیت
کس زبان سے ہو بیان عروشانِ اہلبیت
ان کی پائی کا خدا سے پاک کرتا ہے بیاں
ان کے گھر میں بے اجازت جبرائیل آتے نہیں
رزم کا میدان بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار
جمعے کا دن ہے کتابیں زیرت کی طے کر کے آج
کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
خشب ہو جا خاک ہو کر خاک میں مل جا فرات
تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
فاطمہ کے لاڈ لے کا آخری دیدار ہے
وقتِ رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
کس مزے کی لذتیں ہیں آپ تغِ یار میں
باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ لے
دولت دیدارِ پانی پاک جہاں پہنچ کر
رُخس کھانے کو تو آبِ تغِ پینے کو دیا
اہل بیت پاک سے گتیاں بے باکیاں
بے ادب گستاخ فرقے کو نادے اے حق
(حضرت مولانا حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

①

پیغامات

رَمَزِ قَدْرِ آں اَز حَیْنِ اَمُو خَستِیم
تَغِ لَاجُورِ اَز مِیَاں بَیروں کَشِید
ز آتشِ او شعلہ با افسرِ خَستِیم
نَقْشِ لا چوں اَز مِیَاں بَیروں کَشِید
سَطْرِ عَنوَانِ نَحْبَاتِ مَانُوشْتِ
مَاسُوا اللہ رَا مَہْلَمَانِ بَندہ نِیستِ
پیشِ غیرِ اللہ سَرافِ گَندہ نِیستِ
(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)



سید الشہداء
امام حسین زکریا
علیہ السلام

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان
23	محسن پاکستان، عظیم ایٹمی سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان
	پیر سید محمد فاروق القادری
24	سجادہ نشین: خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف گرامی اختیار خان
	پروفیسر ڈاکٹر ساجد الرحمن
26	سجادہ نشین: خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ گیارہ شریف کھور پاکستان
	حضرت استاذ العلماء مفتی محمد امجد نعیمی
27	سائنس پیڑھین: مرکزی رویت لال کٹی
29	ڈاکٹر ظفر اقبال نوری
	علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی
31	سجادہ نشین: آستانہ عالیہ شاہ والا شریف ضلع خوشاب
32	حضرت پیر سید مقبول محی الدین گیلانی
33	حضرت سید انتخاب علی کمال
	پیر سید حبیب اللہ شاہ چشتی بلوچستان
34	نامور ستارہ شاس، دست شاس و ماہر علم الاعداد (کونڈ)
35	پیر سید فیض الحسن شاہ
38	قلعہ مال اشاعت

پیغام

محسن پاکستان، عظیم ایٹمی سائنس دان

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

نشان امتیاز اینڈ بار

محرم علامت ہے کربلا کی اور کربلا محف ہے کرب و بلا کا۔ ۶۱ ہجری کا یہ المیہ دکھ اور کرب آج بھی تاریخ کا فوج ہے اور رہتی دنیا تک غم حسین علیہ السلام کربل میں رلاتا رہے گا، ظلم کسی بھی شکل میں ہو کسی سے بھی ہو وہ سے بڑھ جاتے تو مٹ جاتا ہے اور مظلوم کی خاموش آہیں افلاک کو لرزاں کر دیتی ہیں۔ آج یزیدی قوتیں منہ چھپاتی پھرتی ہیں اور حسین علیہ السلام کا غم تازہ ہے۔

ملک محبوب الرسول قادری صاحب آپ اسلام کے اس دکھ کو جس انتہائی عقیدت سے قرطاس پر محفوظ کرتے چلے آ رہے ہیں وہ آپ کی پہچان بن چکا ہے، کربلا کی تاریخ کو کیا خوب کسی نے ایک سطر میں بیان کیا ہے کہ ”یزید تھا اور حسین علیہ السلام ہے“۔

سید الشہداء امام عالی مقام علیہ السلام پر خصوصی شمارہ ”انوارِ رضا“ کا یہی اعزاز نہیں بلکہ ہم ایسے تشکلات علم کے لئے بھی پیش بہا تاریخی اثاثہ ہے۔ اللہ پاک آپ کی یہ ساری قبول فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

نشان امتیاز اینڈ بار

پیغام

پیرسید

محمد فاروق القادری

سجادہ نشین: خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان

رمز قسماں از حین آموختم
ز آتش او شعلہ با اندوختم

(اقبال)

خلافت راشدہ کے بعد شہادت حسین علیہ السلام ایک ایسا المناک، دردناک اور عظیم واقعہ ہے جس نے مسلمانوں کی فکری، سیاسی اور دینی حیثیت پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پندرہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی کربلا کا غم پہلے روز کی طرح مسلمانوں کے دلوں میں موجود ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کربلا کے میدان میں سیدنا امام حسین علیہ السلام کے خونیں جسم سے جس قدر لہو بہا تھا اس کے ایک ایک قطرے کے بدلے مسلمانوں نے اشکوں کے سیلاب بہا دیئے ہیں۔

اگر سیدنا امام حسین علیہ السلام بیعت یزید پر آمادہ ہو جاتے تو آپ علیہ السلام اس کے بدلے میں جاہ و مناسبت کی ہر چیز بغیر کسی شرط کے حاصل کر سکتے تھے۔ مگر یزید اور اس کی فوج کو اس نیکو عرصیت، جانشین رسول علیہ السلام اور امت کے لئے ہدایت و فلاح کے مینارہ نور کے سر کی ضرورت تھی جو حق و فجور اور علم و جور کے سامنے جھکنے سے انکاری تھا۔ بقول شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ دہلوی دس عرصہ کو یزید کی فوج بائیس ہزار مسلح افراد پر مشتمل تھی۔ بائیس ہزار فوج باسانی ۷۲ آدمیوں کو گرفتار بھی کر سکتی تھی مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ انہیں صرف حسین علیہ السلام کے سر کی ضرورت

تھی۔ حضرت امام علیہ السلام بخوبی جانتے تھے کہ بائیس ہزار فوج سے بہتر آدمیوں کی جنگ کا کیا نتیجہ نکلے گا مگر عرصیت کے نیکو کو اس بات کی پرواہ کب تھی؟ یہاں اگر پوری دنیا بھی یزید کے ساتھ ہوتی تو بھی امام علیہ السلام کا رویہ یہی ہوتا۔

مولانا محمد علی جوہر نے کس قدر خوبصورت بات کی ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں یہ کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے
حضرت امام علیہ السلام نے سر کی قربانی کیوں دی علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اس کا جواب بہتر انداز میں دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گرویدہ است

آج بے شمار لوگ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھ کر یزید ابن زیاد، عمرو بن سعد، خولی اور شمر کی وکالت کر کے حسین علیہ السلام کی محبت کو اپنی محبت قرار دینے والی ذات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کا موجب بنتے ہیں جو نہیں سنا چاہتا اسے کوئی نہیں سنا سکتا۔ کاغذ و قلم کی قیل و قال اپنی جگہ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج یزید و شمر کا نام مسلمانوں کی لغت میں گالی بن کر رہ گیا ہے اور دنیا میں حسین علیہ السلام کے خون کی نہر نے ان کی نسلیں تک معدوم کر دی ہیں۔ اگر کہیں ان کی نسل کا کوئی فرد موجود بھی ہے تو وہ ان کے ساتھ اپنی نہت کا اظہار کرنے سے قاصر ہے۔ سچ ہے۔

قتل حین اصل میں سرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہسر کر بلا کے بعد

ہمارے فاضل دوست ملک محبوب الرسول قادری صاحب ہدیہ تبریک کے متفق ہیں کہ انہوں نے اس نمبر کی صورت میں غم حین علیہ السلام تازہ کر کے ہمیں اپنے اشکوں کی سوغات صبا کے ہاتھ بارگاہ حین علیہ السلام میں بھیجنے کا موقع فراہم کیا ہے۔

سید محمد فاروق القادری

دربار عالیہ شاہ آباد شریف

گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان

۲۔ محرم الحرام

پیغام

جناب پروفیسر

ڈاکٹر صاحب الرحمن

سجادہ نشین: خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ بگھار شریف کھوٹہ پاکستان

عمر الحرام ۶۱ھ تاریخ اسلام کا ایک خوش باب ہے۔ لیکن سیدنا حسین علیہ السلام نے خانوادہ رسول ﷺ کے خون کی رنگینی سے حریت فکر و عمل کی وہ داستان رقم کی کہ قیامت تک دنیا کے کسی بھی کوٹے سے آزادی کی جو آواز اٹھے گی وہ جینسی آواز کی صدا سے باز گشت ہوگی۔

حضرت سیدنا حسین علیہ السلام نے نیزہ کی نوک سے یہ سبق دیا کہ وقتی کامیابی اور تاج و تخت کا حصول نقش دوام حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اصولوں کی پاسداری کے لئے "مکس شان" سے کوئی مقتل میں حیا وہ شان سلامت رہتی ہے۔

سیدنا حسین علیہ السلام نے اپنی شہادت سے جو ہمیں درس دیا وہ علامہ اقبال رحمہ اللہ کے

الفاظ میں۔

سر الا اللہ بر صحرنا نوشت
سطر عنوان نجات ما نوشت

ڈاکٹر صاحب الرحمن

سجادہ نشین: خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ بگھار شریف کھوٹہ پاکستان

پیغام

حضرت استاذ العلماء مفتی محمد اطہر نعیمی

سابق چیئرمین مرکزی رویت ہلال کبھی، و ممبر اسلامی نظریاتی کونسل

یہ بات یقینی اور شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ باعث تخلیق عالم رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ محبت جتنی کامل ہوگی، اتنا ہی ایمان کامل ہوگا اور محبت میں اگر چوں و چرا ہے، تو ایمان بھی ویسا ہی ہوگا۔ یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ محبت کے انداز اور اظہار کے طریقے مختلف ہیں، (جن کی تفصیل فی الوقت ممکن نہیں)۔ محبوب کا تذکرہ سطور بالا میں اس لیے کیا کہ گذشتہ شب ایک ملک محبوب الرسول قادری نے مجھے ٹیلیفون کیا کہ رسالہ کے لیے چند کلمات میں بھی لکھ دوں۔ پیرانہ سالی، اپنی علالت اور ریفقہ حیات کی علالت مزاحم، لیکن حج اکبر کے حصول کی متنازل بدست آور کہ حج اکبر است، نے حوصلہ دیا اور یہ سطور لکھنے کی ہمت ہوئی۔

ناظرین کرام!

محبوب الرسول قادری سلمہ، طلاق لسانی کے جوہر سے آراستہ تو ہیں ہی، لیکن صاحب قلم بھی ہیں۔ میں نے ہمت کی اور یہ سطور لکھیں اور نفس مضمون پر لکھنا شروع کیا۔ کتاب ہدایت قسراں کریم کی سورہ شوریٰ کی آیت ۲۳ میں پروردگار عالم جل جلالہ نے فرمایا: ترجمہ: "اے نبی (مکرم) آپ فرمادیں کہ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا سوائے اس کے کہ تم میرے قریبداروں سے محبت رکھو۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ نے اپنی

تفسیر ”در منثور“ میں لکھا ہے کہ آیت کے نزول پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ کے وہ کون سے رشتہ دار ہیں، جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ”عسلی، فاطمہ اور ان کی اولاد“۔ یہ علامہ بیہوشی نے ہی نہیں بلکہ اس موضوع پر علامہ زنجیزی وغیرہ نے بھی اپنے جذبات اخلاص کا اظہار فرمایا ہے۔ علامہ زنجیزی نے تو اس آیت کی تفسیر میں ایک طویل حدیث بھی نقل کی ہے، جسے امام رازی نے بھی ”تفسیر کبیر“ میں نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل بیت کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤں، ۱۔ اپنے نبی سے محبت، ۲۔ نبی کی اولاد سے محبت اور ۳۔ قرآن کریم سے محبت (کثرت تلاوت)۔

ایک اور عقیدت مند نے محبوب رب العالمین ﷺ کے بارے میں یہ حدیث قدسی نقل کی: ”اے حبیب! اگر آپ کی اظہار شان مقصود نہ ہوتی، تو میں یہ کائنات نہ بناتا“۔ اس ذات اقدس کو، جس کے اظہار شان کے لیے یہ کائنات بنی، اپنی اولاد و اصحاب بیت، محبوب تھے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، جس نے ان کی رہنمائی حاصل کی وہ منزل مقصود تک پہنچ گیا۔

نیز فرمایا:

مثل اہل بیثی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنها غرق میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہو گیا وہ ڈوبنے سے بچ گیا اور جس نے اس کشتی کی پناہ حاصل نہ کی، وہ ڈوب گیا۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم

والسلام مع الاکرام

محمد اطہر نعیمی (عفی عنہ)

پیغام

جناب

ڈاکٹر ظفر اقبال نوری

سابق مرکزی صدر: انجمن طلباء اسلام۔۔۔ حال مقیم واشنگٹن (انگلینڈ)

عزیز القدر دوست مہربان ادیب شہر ملک محبوب الرسول قادری راہ حب نبی ﷺ میں میرے پرانے ہم سفر ہیں۔ ان سے یہ رفاقت ربع صدی سے زیادہ محبت آمیز عرصے پر محیط ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب قافلہ عشق رسول ﷺ انجمن طلباء اسلام کی خدمت کی ذمہ داری اس عاجز کے سر پر تھی اور جوہر آباد میں ملک محبوب الرسول کا ڈیرہ آتے جاتے مفسروں کے لئے راحتوں اور محبتوں کا مرکز تھا۔

اسی دور میں ادیب ملت کو اخبارات و جرائد سے ایک گہرا شغف تھا اور وہ اپنے نصب العین کے فروغ کے لئے قلم آرائیاں کرتے رہتے تھے۔ غلامی رسول کا جذبہ، آل رسول ﷺ سے محبت کی محک اور اولیاء کرام کی نسبت راہنما ہوتے تو پھر ان کا قلم گل کاریاں کرنے کا بہت و رسائل کے چمن میکنے لگے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں دینی ادب و صحافت میں انہوں نے ایک مقام پیدا کر لیا۔ مجھے خوشی ہے کہ ان کی زیر ادارت ”انوار رضا“ شہسزادہ گل گوں قبایہ الشہداء امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے حضور خراج عقیدت کے لئے خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم ان کی یہ مساعی قبول فرمائے اور انہیں اہل بیت اطہار کی روحانی توجہات سے مالا مال فرمائے۔ ان کی عزت و عظمت میں اضافہ فرمائے۔ اور

ویسے بھی حقیقت ہے کہ دعائے مصطفویٰ التحیۃ والثناء ”وال من ولاء وعد من عاداة“ کا اثر ہے کہ مولا علی علیہ السلام اور ان کی اولاد اطہار سے محبت کرنے والا ہمیشہ عزت و عظمت اور محبوبیت عامہ سے سرفراز ہوتا ہے اور ان سے عداوت کرنے والوں کے حصے میں ذلت و رسوائی آتی ہے۔

اللہ کریم ہم سب کو سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے غلاموں میں زندہ رکھے اور انہی کی غلامی میں ہماری موت اور ہمارا حشر کرے۔ آمین

ڈاکٹر ظفر اقبال نوری
مال مقیم واشنگٹن (انگلینڈ)

☆☆☆

کلام شاعر بقلم شاعر

۵ خرم کا مہینہ پڑ رہا ہے
بڑی مشکل میں جینا پڑ رہا ہے
ترے کعبے کو جاتا اس لیے ہوں
کہ رستے میں مدینہ پڑ رہا ہے

جبار مرزا

پیغام

حضرت پیر طریقت علامہ صاحبزادہ

محمد اسماعیل فقیر الحسنی

سجادہ نشین: آستانہ عالیہ شاہ والا شریف ضلع خوشاب

سہ ماہی ”انوار رضا“ کا ”سید الشہداء نمبر“ نظر نواز ہوا۔ انتہائی وقیع، معلومات افزا، شایان شان اور ارباب حق کی قیمی واردات کا آئینہ دار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت پر ایک علمی شاہکار اور اپنے موضوع پر نادر و نایاب گوہر ہائے آبدار اور ہماری عقیدت کی پاکیزہ روایات کا علمبردار ہے۔ آپ کے فضائل و کمالات، آپ کے ذاتی بے مثال صفات اور آپ کی حیات طیبہ کے نورانی لمحات کا حسین مرقع طیبات ہے۔

نامور ادیب، معروف اسلامی مفکر اور عالمی شہرت یافتہ مصنف ملک محمد محبوب الرسول قادری مدظلہ کی حسین کی کاوشوں کا خوبصورت مجموعہ اور اصحاب دانش و بینش کے قلب و دماغ کے لئے روحانی مسرتوں کا ایک لطیف عطربیز اور زینت افزا گلدستہ ہے۔

یقیناً! ہندو پاک کے قافلہ عشق و محبت کے راہنما اور ادباء، علماء و مشائخ، طلباء اور خطباء کے لئے عظیم، ایمان افروز خزانہ الفت و تحقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو ڈھیروں حسنائیں عطا فرمائے۔

محمد اسماعیل فقیر الحسنی

سجادہ نشین: آستانہ عالیہ شاہ والا شریف ضلع خوشاب

پیغام

پیر سید

حبیب اللہ شاہ چشتی

ماہر دست شناس، ستارہ شناس، علم الاعداد

حرم کا مہینہ اسلامی کلینڈر کا صرف آغاز ہی نہیں ہے بلکہ اپنے اندر ایک بڑی تاریخ رکھتا ہے۔ جو انبیاء کی آمد، ان کی تکلیف اور ازالہ سے بھرپور پس منظر رکھتی ہے۔ ان تمام تاریخی حوالوں کی اپنی جگہ یقیناً بڑی اہمیت کی حامل ہے لیکن جس طرح سے حرم کو محترم بنانے میں حضرت سیدنا مولانا و امامنا امام حسین علیہ السلام نے ایک ان مٹ کردار ادا کیا۔ اسے اسلام تو بجا غیر اسلامی تاریخ بھی نہیں بھلا سکے گی اور پوری انسانیت پر ایک ایسا احسان کیا کہ جب بھی انسانیت زوال پذیر ہو تو حسین علیہ السلام کے سبق کو ذہرادے تو اسے ظلمت سے نور کا راستہ مل سکتا ہے۔

حسین علیہ السلام کی روشن تاریخ آج حکمرانوں، جرنیلوں، تجوں، علماء اور مشائخ سے ایک سوال کر رہی ہے کہ تم کن مشکلات کا شکار ہو اور پریشانیوں کیوں دامن گیر ہیں؟ تمہاری آنکھیں اور گردنیں کیوں جھکی ہوئی ہیں۔ اس سوال کا قلندر لاہوری نے کماحقہ جواب اپنے شعر میں کچھ اس طرح سے دیا ہے کہ:

ایک مسجد جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار مسجدوں سے دیتی ہے آدی کو نجات

پیر سید حبیب اللہ شاہ چشتی

سجادہ نشین: آستانہ عالیہ چشتیہ کرائی روڈ، پشاور

پیغام

خوش خصال، پیکر جمال، حضرت پیر سید

فیض الحسن شاہ بخاری

بانی سربراہ: انجمن محبان محمدی علیہ السلام۔ سجادہ نشین: بڑی خانقاہ بہاری شریف آزاد کشمیر

میرے لئے خوشی کا مقام یہ ہے کہ میں اور برادر ملک محبوب الرسول قادری اپنے زمانہ طالب علمی سے اکٹھے ہی نفاذ نظام مصطفیٰ علیہ السلام، فسروغ محبت رسول علیہ السلام و غلامی و عشق آل رسول علیہ السلام اور احترام صحابہ کے مشن کے لیے معاشرے میں اپنی صلاحیت و حالات کے مطابق مطالب مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہمارا مشن ایک ہے منزل ایک ہے۔

اسی زمانے سے ملک صاحب کا بہاری شریف آنا جانا ہے وہ میرے والد گرامی اور مرشد کریم یادگار اسلاف حضرت قبلہ پیر سید محمد شاہ بخاری قادری نقشبندی علیہ السلام سے ملتے، پہروں ان کی مجلس میں حاضر رہتے ان سے گفتگو کرتے اور طریقت و روحانیت کے حوالے سے حبانے کی کوشش کرتے اور میرے مرشد پاک بھی ہمیشہ ان کے ساتھ نہایت شفقت کا رویہ اختیار فرماتے۔ آج بھی ان سے ملاقات کے موقع پر مجھے اپنے مرشد کریم کی شفقتیں ایک اور انداز سے پھر یاد آنے لگتی ہیں۔ اسی طرح میں جوہر آباد میں ان کے والد گرامی غازی اسلام جاٹار پاکستان ملک عبدالرسول قادری علیہ السلام کے پاس ان کے ساتھ حاضر ہوتا تو وہ بھی مجھے بہت عزیز رکھتے تھے اور سیادت پناہی نسبت کا خوب لحاظ رکھتے۔ خیر یہ تو گزرے زمانے کی خوبصورت یادیں ہیں ان کے بیان کے لئے تو طویل وقت درکار ہے۔ ملک محبوب الرسول قادری صاحب اور میں نے انجمن طلباء اسلام کے پلیٹ فارم سے اس زمانے میں بھرپور کام کیا۔ کالج کے علاوہ اس مقصد کے لئے شہر وں، قصبات، دیہاتوں تک ہم نے طویل اور کٹھن سفر کئے۔ قادری صاحب کی تحسیریں اور

مضامین، اخباری بیانات اور تقریریں اس زمانے سے مقبول ہیں اب بھی ہم اسی طرح اپنے مشن کے لیے اکٹھے ہم سفر ہیں۔ انوار رضا کی خصوصی اشاعتیں ہوں یا ہر سال نورانی ڈائری کا اجراء۔۔۔۔۔ ہم اکٹھے ہیں۔ بہاری شریف میں انجمن محبان محمد ﷺ کا سالانہ کنونشن، بزرگان بہاری شریف کا بڑی خانقاہ بہاری شریف میں سالانہ عرس مبارک ہو یا پھر میر پور آزاد کشمیر میں ”سالانہ امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام کا نفرس“ ہماری فکر اور سوچ کے دھارے ایک ہی سمت میں سفر کرتے ہیں۔ اب کی بار قادری صاحب نے ”سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام“ نمبر کی اشاعت کی خوش خبری سنائی تو دل چل اٹھا کہ یہ تو اتحاد ملت کی بنیادی اکائی ہے اور دل کی گہرائی سے دعا لگی کہ۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

حضرات حنین کریمین سے محبت ان کو ورثے میں ملی ہے۔ طارق سلطان پوری نے ”برہان رحمت“ میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ کے مشہور زمانہ سلام پر جو تقصیم لکھی ہے وہ کمال ہے اس کے دو اشعار قادری صاحب کے ذریعے قارئین کی نذر کرتا ہوں۔

پور حیدر وہ فسر زند خیر الورا
نقش حسن و جمال حبیب خدا
وہ سراپا کرم و مجسم عطا

حسن محبتی سید الانبیاء

راکب دوش عورت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ حبان رحمت پہ لاکھوں سلام

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

سرجی حکمران سے ڈرا، نہ دبا

ابن حیدر جبل استقامت کا تھا

خون دے کر ہسرا باغ دیں کر دیا

اس شہید بلا، شاہ گلوں قبا

بیسکس دشت غربت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ حبان رحمت پہ لاکھوں سلام

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

”انوار رضا“ کے سید الشہداء نمبر کی اشاعت پر میں برادر م قادری صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائے اس کو وحدت امت کا ذریعہ بنائے اور اس پر انہیں دونوں جہانوں میں عمدہ جزا عطا کرے۔

میری گزارش ہے کہ اہل سنت کے تمام ادارے، تنظیمات، خانقاہ اور مجتہدات زیادہ سے زیادہ یہ اہم دستاویز خریدیں۔ خود پڑھیں اپنے اپنے اہل خانہ کو پڑھائیں یہ ”ارمغان محبت“ خریدیں۔ خود پڑھیں اپنے اپنے اہل خانہ کو پڑھائیں دوستوں کو گفٹ کریں اور اس کو گھر گھر تک پھیلا دیں تاکہ ”ذکر حسین علیہ السلام“ سے ہمارا ملک اور معاشرہ گونج اٹھے اور اس کی برکات سے مکمل فیض یاب ہو۔ آمین ثم آمین

سید فیض الحسن شاہ بخاری

بانی سربراہ: انجمن محبان محمد ﷺ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی علامت

حضرت شیخ امان اللہ عبد الملک پانی پتی قدس سرہ (متوفی ۹۹۷ھ) نے فرمایا:

درویشی میرے نزدیک دو چیزوں میں ہے، ایک خوش اخلاقی اور دوسری محبت اہل بیت۔ محبت کا کامل درجہ یہ ہے کہ محبوب کے متعلقین سے بھی محبت کی جائے، اللہ تعالیٰ سے کمال محبت کی نشانی یہ ہے کہ حضور ﷺ سے محبت ہو اور حضور ﷺ سے عشق کی علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت سے محبت ہو۔ اگر آپ پڑھتے پڑھاتے آپ کی لگی سے یہ زادے کھیلنے کودتے نکلتے آپ (صوفی امان اللہ پانی پتی) ہاتھ سے کتاب رکھ کر سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب تک یہ زادے موجود رہتے آپ بیٹھتے نہ تھے۔

(اخبار الاخیار فی اسرار الابرار)

قطعہ تاریخ اشاعت

سید الشہداء
امام حسین نمبر
علیہ السلام

انوار رضا محبوب سبحان

۱۴۳۸ھ

ہے مجلہ بے نظیر و خوب انوار رضا
دیتا ہے اہل جہاں کو دعوت فکرو عمل
اک عمدہ ذوق کے مالک میں محبوب الرسول
میں ودیعت ذات حق سے بے حد ان کو خوبیاں
لے کے آئے ہیں جو یہ اس مرتبہ نمبر نیا
وہ حسین ابن علیؑ لخت دل بنت رسولؐ
ان کی الفت اور محبت جسز وہ ایمان کا
دے گئے ہیں وہ ہمیں درس وفا ہو کر شہید
ہے یہ اظہار عقیدت بہترین ان کے حضور
مثل نہر ہے ہر اک تحریر اس کی ضوئیں
فکر تھی فیض الایمن سال اشاعت کی مجھے
بولا ہاتھ "ہے رفیع الشان انوار رضا"

۲۰۱۶ء

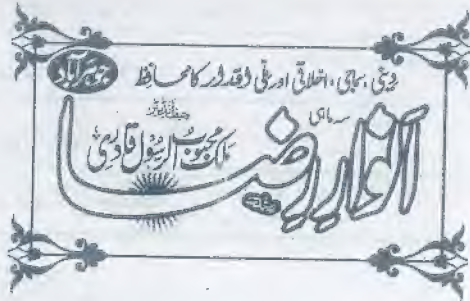
از قلم: صاحبزادہ فیض الایمن فاروقی ریالوی

مونیاں شریف (گجرات)

۲

فضائل محرم الحرام

شاہ است حسینؑ پادشاہ است حسینؑ
سرداد نہ داد دست در دست یزید
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ
(خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ)



سید الشہداء
امام حسین نمبر
علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت بھی بروز عاشورہ ہوئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس واقعہ کی خبر دی۔ اس دن کی فضیلت کے باعث حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت یا معادت کے درجات میں اضافہ ہوگا۔ روزِ اول سے عظمت یافتہ دن میں شہید ہونے کی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کا درجہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو پہنچے گا۔ یہی روز ہے جس میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ بزرگ دن بھی دیگر بزرگ ایام یعنی عیدین، جمعہ، عرفہ، حج وغیرہ کے مثل ہے۔ گویا محرم اور خصوصاً طورِ پیدائش اور شہادت کے دن کی حرمت اور فضیلت تو روزِ اول سے مسلمہ ہے۔

اس مختصر بحث کے سلسلہ میں قرآن حکیم و التحریم میں فرمان ہے:

اور تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں
مردے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس
روزی پاتے ہیں خوشی کرتے ہیں اس پر جو
دیا اللہ نے ان کو اپنے فضل سے اور خوش اس
وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی
انہیں پہنچے ان میں پہچنے سے اس واسطے کہ نہ
ڈرے ان پر نہ ان کو غم۔ خوش اس وقت
ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس
سے کہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا مسزوری

ایمان والوں کی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عاشورہ کا دن آنے پر مذکورہ طرز عمل اختیار کرتے اور اپنے اہل و عیال کے لئے روزی میں فراخی سے کام لیتے۔ روزہ رکھتے اور رات عبادت میں بسر کرتے۔ اس دن کی برکات و فیوض سے مستفید ہوتے۔ مالک الملک کی رضا حاصل کرنے کے لئے تمام وقت یادِ الہی میں مصروف رہتے۔

حضرت حمزہ بن ایات رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر درود شریف پڑھتے دیکھا۔

دوسری حکایت:

ابونصر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام نے شہادت پائی اس روز ستر ہزار فرشتے ان کی قبر مبارک پر نازل ہوئے۔

ممنوعات محرم الحرام:

عمر الحرام میں (۱) حکم کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔۔۔۔۔ (۲) قتل منع فرمایا صحیا ہے۔۔۔۔۔ (۳) قتل کی ابتداء کوئی کرے تو جواب کی اجازت ہے۔۔۔۔۔ (۴) اس ماہ میں مشرکین مسلمان کو ماریں تو جواباً مارنا مباح ہے۔

عمادات خصوصی:

محرم الحرام کے پہلے عشرہ میں حضرت شبلیؒ بلا ناغہ ہر روز چار رکعت نفل جن میں ایک دفعہ الحمد شریف اور پندرہ دفعہ قل شریف ہر رکعت میں پڑھا کرتے اور بعد ختم نماز ثواب حضرت امام حسینؑ کی روح مبارک کے حضور پیش کیا کرتے۔ جو شخص یہ نمازیں ادا کرتا رہے اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کے ہاں اس شخص کی شفاعت صاحبزادگان سید کو نین علیہ السلام کریں گے۔

نوافل عاشورہ:

(۱) دو رکعت نفل روشنی قبر۔ یہ نماز رات کو ادا کرے۔ ہر رکعت بعد الحمد شریف تین تین بار قل شریف ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کی قبر قیامت تک روشن فرمائے گا۔-----
 (۲) چار رکعت نفل۔ یہ نماز رات کو ادا کرے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد شریف قل شریف پچاس مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس نماز کی وجہ سے اس کے گناہ پچاس برس الگے و پھلے بخشے گا۔-----
 (۳) چار رکعت نفل۔ یہ نماز دن میں چار رکعت ہے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد شریف پچاس مرتبہ قل

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان
49	سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا
49	زہرا
50	بتول
50	پہلی وجہ
50	دوسری وجہ
50	تیسری وجہ
50	تلمیح فاطمہ
51	نخت جگر مصطفیٰ ﷺ

دشمن اہل بیت کو عبادت کام نہیں آئے گی

امام طبرانی و حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (حدیث کا آخری حصہ ملاحظہ فرمائیں):

”اگر کوئی شخص بیت اللہ کے ایک کونے اور مقام ابراہیم کے درمیان قیام کرے۔ نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہل بیت کی دشمنی پرم جائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔“

(برکات آل رسول ﷺ صفحہ ۲۵، خصائص الجبرئیل جلد ۲ صفحہ ۵۶۵ امام بیہقی)

سیدنا امام حسین علیہ السلام کی پیاری امی جان،
نخت دل رسول ﷺ، مخدومہ کائنات سیدۃ النساء العالمین

سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا

علامہ صاحبزادہ محمد سلیمان قمر قادری ☆

یہ بات بندہ ناچیز و پرتقصیر کے لیے باعث بخشش و توفیق آخرت ہے کہ بندہ ناچیز مخدومہ کائنات، سیدہ، طیبہ، طاہرہ، مطہرہ، زاہدہ، عابدہ، راکعہ، ساجدہ، عاصمہ، معصمہ، سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی بارگاہ اقدس و اطہر میں چند جملے بصد عجز و نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے جن کا نام نامی، اسم گرامی ہی فاطمہ ہے۔

دہلی نے مسند الفردوس میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی نقل کی ہے:

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری بیٹی کا نام ”فاطمہ“ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ عزوجل فطمہا و فطمہا عن والوں کو دوزخ سے بڑا کر دیا ہے۔ النار۔

توسیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی نسبت عالی کی وجہ سے اللہ رب العزت لوگوں کو دوزخ کی آگ سے بچائے رکھے گا۔ آپ سلام اللہ علیہا کا ایک لقب ”زہرا“ ہے۔

زہرا:

زہرا کے معنی فنی کے ہیں۔ آپ سلام اللہ علیہا کا تعلق حضور پاک ﷺ سے ایسا ہے جیسا کہ تعلق پھول سے ہوتا ہے۔ اس لیے آپ کو ”زہرۃ المصطفیٰ“ کہا جاتا ہے۔

آپ سلام اللہ علیہا کا ایک لقب "بتول" ہے۔

بتول:

"بتول" سے ہے جس کا معنی منقطع ہونا ہے۔ آپ سلام اللہ علیہا کو "بتول" کہنے کی بھی وجوہات بیان کی گئی ہیں:

۱۔ پہلی وجہ:

آپ سلام اللہ علیہا نے تمام دنیا و مافیہا سے تعلق منقطع کر کے اپنے مولیٰ کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

۲۔ دوسری وجہ:

آپ سلام اللہ علیہا کو اللہ تعالیٰ نے نفسانی خواہشات سے دور کر دیا تھا۔

۳۔ تیسری وجہ:

آپ سلام اللہ علیہا کو اللہ تعالیٰ نے دیگر خواتین کے مقابلے میں علم و فضل اور ظاہری و باطنی کمالات میں یکتا بنایا تھا۔

میں آپ سلام اللہ علیہا کی ذات معودہ صفات کے چند درخشاں پہلوؤں کا ذکر کرنا سعادت سمجھتا ہوں۔

تطہیر فاطمہ:

ترمذی شریف میں حدیث نقل ہے:

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ: ان رسول اللہ ﷺ کان یمر بباب فاطمة ستة اشهر اذا خرج الى صلوة الفجر يقول: الصلوة! یا اهل البيت اثمایدن الله لیذهب عنکم الرجس اهل البيت ویطهرکم تطهیرا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا چھ ماہ معمول رہا کہ جب نماز فجر کے لیے نکلتے اور حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے۔ اے اہل بیت! نماز قائم کرو۔

(پھر یہ آیہ کریمہ پڑھتے) اے اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح) کی آلودگی دور کر دے اور تم کو ایسا پاک کر دے۔ جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے (یعنی خوب پاک کر دے) سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ کا معمول مبارک مسلسل چھ ماہ یہی رہا کہ فجر کے وقت نماز کا حکم دیتے اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی تمہارت و پاکیزگی بیان فرماتے اور یہ منظر اس وقت سامنے آتا۔ جب نبی آخر الزماں، سکون انس و جان ﷺ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے دروازے سے گزرتے۔

۲۔ لخت جگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

سرور دو جہاں ﷺ کو سید و پاک سلام اللہ علیہا سے بے پناہ محبت تھی۔ جس کا ایک جداگانہ انداز یہ ہے۔ کہ سراپائے رحمت، سرچشمہ محبت میرے آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بخاری شریف میں حضرت میسر بن عزمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول الله ﷺ قال: فاطمة بضعة مني، فمن اغضبها، فقد اغضبني۔
حضرت مسور بن عزمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ پس جس نے اسے ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا۔

(بضعة) کا لفظ ویسے جسم یا جگر کے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اہل لغت نے لکھا ہے کہ (بعضة) ایسے جسم کے حصے کو کہتے ہیں۔ کہ اگر کسی چیز کے تین برابر حصے کئے جائیں۔ یعنی کسی چیز کو برابر تین حصوں میں تقسیم کیا جائے تو تیسرا حصہ الگ کر کے بقیہ دو حصوں کو (بضعة) کہتے ہیں۔ یعنی میرے آقا کے رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ دیکھنا چاہو۔ کائنات والو! مجھے فاطمہ سے کتنا پیار ہے۔ تو میری ساری محبت کے دو حصے فقط میری فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لیے ہیں اور ایک حصہ میری محبت کا بقیہ ساری کائنات کے لیے ہیں۔ میرے آقا کریم ﷺ کو محمد و مہ کائنات سلام اللہ سے اس قدر پیار تھا۔ حضرت مسور بن عزمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (مسلم شریف، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) چاروں کتب حدیث میں یہ حدیث پاک نقل ہے۔

عن المسور بن عزمه: انه سمع رسول الله ﷺ على المنبر: وهو يقول: ان بني هشام بن المغيرة: استأذوني ان فرماتے سنا: بنی ہشام بن مغیرہ نے اپنی بیٹی

یہ نکھوا ابتھم۔ علی ابن ابی طالب۔
فلا آذن لھم۔ ثم لا آذن لھم۔ ثم
لا آذن لھم وقال ﷺ۔ فانما
ابنتی بضعة منی یریبنی ما رابھا
ویؤذینی ما آذاھا۔
کالی علیہ السلام سے رشتہ کرنے کی مجھ سے
اجازت طلب کی ہے۔ میں انہیں اجازت
نہیں دیتا۔ پھر (دوسری بار) میں انہیں
اجازت نہیں دیتا۔ پھر (تیسری بار) میں
انہیں اجازت نہیں دیتا۔ اور آقا کریم ﷺ
نے ارشاد فرمایا۔ بے شک میری بیٹی میرے
جسم کا حصہ ہے۔ اس کی پریشانی مجھے
پریشان کرتی ہے۔ اور اس کی تکلیف مجھے
تکلیف دیتی ہے۔

یہ اعلان میرے آقا علیہ السلام نے برسر منبر فرمایا:
اسی سے متعلقہ ایک روایت جو کہ بخاری شریف میں نقل ہے:

عن المسور بن مخرمہ فی رواۃ ان علیاً
خطب بنت ابی جہل قال : قال
رسول اللہ ﷺ ان فاطمۃ بضعة منی
وانی اکره ان یسوءھا۔ واللہ لا تجتمع
بنت رسول اللہ ﷺ وبنت عدو اللہ
عند رجل واحد۔
حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی
اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک میرے
جگر کا ٹکڑا ہے اور مجھے ہرگز یہ بات پسند نہیں
کہ کوئی اسے تکلیف پہنچائے۔ اللہ کی قسم! کسی
شخص کے پاس اس کے رسول ﷺ اور اللہ
کے دشمن کی بیٹیاں جمع نہیں ہو سکتیں۔

یہ بات فطرت انسانی میں شامل ہے کہ جب پہلی بیوی پر سوکن لائی جائے تو نہ صرف پہلی
بیوی رنجیدہ ہوتی ہے بلکہ پہلی بیوی کے والدین بھی دکھ اور صدمے سے دوچار ہوتے ہیں۔ اور اللہ
تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:
وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ (اے مومنو!) اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم
اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاؤ۔

معتقدین ائمہ شوافع کے کلام سے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ حضور ﷺ کی تمام
صاحبزادیوں کی خصوصیت ہے۔ نہ کہ فقط سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی۔ کیونکہ شیخ ابوالحسن نے شرح
التلخیص میں اس بات کی وضاحت کی ہے۔

بنات النبی ﷺ پر نکاح کرنا حرام تھا۔

مگر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس امر کے سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ
علیہا کے ساتھ خاص ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اس کا ایک سبب بیان کیا ہے جو کہ قسریں
قیاس بھی ہے۔ اور یہ باب زیادہ اصح بھی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی والدہ محترمہ اور جملہ ہمیشہ گان کا وصال
آپ سلام اللہ علیہا سے پہلے ہو گیا تھا۔ ان کی وفات کی پریشانی بھی آپ سلام اللہ علیہا کو اٹھانا پڑی
اور اب حضور ﷺ کے سوا آپ سلام اللہ علیہا کا کوئی مونس و غمخوار نہیں۔ اس لیے آقا نعمت ﷺ
نے منع فرما دیا۔ کیونکہ اس سے سیدہ کائنات پریشان ہوتیں۔ اور اگر سیدہ کائنات پریشان ہوتیں تو
میرے آقا علیہ السلام بھی اس بات میں پریشان ہوتے۔

پھر سنن ترمذی میں یہ روایت ہے جس کو حاکم نے المستدرک میں بھی نقل کیا ہے۔
حضرت جمیع بن عمیر التیمی سے روایت ہے۔

عن جمیع بن عمیر التیمی قال: دخلت
مع عمی علی عائشۃ فسئلت أی الناس
کان أحب الی رسول اللہ ﷺ؟ قالت:
فاطمۃ، فقیل: من الرجال؟ قالت:
زوجھا، ان کان ما علمت صواماً
قواماً۔
حضرت جمیع بن عمیر التیمی بیان کرتے
ہیں کہ میں اپنی چھوٹی بہن کے ہمراہ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس
(میری چھوٹی بہن) نے پوچھا حضور نبی کریم
ﷺ کو کون زیادہ محبوب تھا۔ ام
المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا فاطمہ سلام اللہ علیہا۔
عرض کیا گیا۔ مردوں میں سے (کون زیادہ
محبوب تھا)؟ فرمایا: ان کے شوہر۔
(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) میں جہاں
تک جانتی ہوں۔ وہ (حضرت علی علیہ السلام)
بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور راتوں
کو عبادت کے لیے بہت زیادہ قیام کرنے
والے تھے۔

اور ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طبرانی کی "معجم الاوسط" میں نقل ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وعلیہ السلام یا رسول اللہ ﷺ ایما احب الیک: انا ام فاطمة! قال: فاطمة احب الی منک وانت اعز علی منها۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (بارگاہ رسالت مآب میں) عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ کو میرے اور فاطمہ سلام اللہ علیہا میں سے کون زیادہ محبوب ہے۔ تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیہا مجھے تم سے زیادہ پیاری ہے اور تم میرے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہو۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بلاشبہ تاجدار کائنات ﷺ کو سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا سب سے زیادہ محبوب اور پیاری تھیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے سفر پر جانے اور سفر سے واپسی کے معمولات بیان کرتے ہیں:

سنن ابی داؤد اور مسند امام احمد بن حنبل میں روایت نقل ہے:

عن ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ قال: کان رسول اللہ ﷺ إذا سافر کان اخر عہدہ بانسان عن اہلہ فاطمة، واول من یدخل علیہا إذا قدم فاطمہ۔

حضور نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل و عیال میں سے سب سے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہوتیں۔ اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے۔ وہ بھی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہوتیں۔

یہ حدیث بھی یہ ثابت کرتی ہے کہ سفر پر روانگی کے وقت سب سے آخر میں جس سے ملاقات کی جائے اور سفر سے واپسی پر جس سے سب سے پہلے ملاقات کی جائے۔ انسان کو وہ سب سے زیادہ محبوب اور پیارا ہوتا ہے۔ اور آقا علیہ السلام کا یہ معمول رہا۔

پھر جب عام معمولات میں جب سیدہ کائنات، تاجدار کائنات ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتیں تو کیا ماحول ہوتا اور تاجدار کائنات ﷺ، مخدومہ کائنات سلام اللہ علیہا کے ہاں تشریف

لے جاتے تو کیا ماحول ہوتا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امام نسائی نے "لسن الکبری" میں یہ حدیث نقل کی ہے:

عن عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ ﷺ اذا راہا قد اقبلت رحب بها، ثم قام الیہا فقبلہا، ثم اخذ بیڈھا فجاء بها حتی یجلسہا فی مکانہ۔ وکان اذا رأی النبی ﷺ رحبت بہ، ثم قامت الیہ فقبلتہ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ آقائے نامدار ﷺ جب حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو آتے ہوئے دیکھتے تو انہیں خوش آمدید کہتے۔ پھر ان کی خاطر کھڑے ہو جاتے، انہیں بوسہ دیتے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر لاتے۔ اور انہیں اپنی نشست پر بٹھا لیتے اور جب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا آپ ﷺ کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھتیں تو خوش آمدید کہتیں پھر کھڑی ہو جاتیں۔ اور آپ ﷺ کو بوسہ دیتیں۔

تو تاجدار کائنات ﷺ کا سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا سے محبت کا یہ عالم کہ جب سیدہ کائنات کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھتیں۔ تو تاجدار کائنات ﷺ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتیں۔ ان کے ہاتھوں کو پکڑ کر خود تاجدار کائنات ﷺ ازراہ محبت بوسے دیں۔ انہیں ہاتھ سے پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھائیں۔ کائنات ارضی و سماوی نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔

پھر سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا اپنے سیرت و کردار میں تاجدار کائنات ﷺ کا عکس جمیل تھیں۔ چال، ڈھال، انداز گفتگو، عادات و اطوار، نشست و برخاست میں آقائے دو جہاں ﷺ کا رنگ جھلکتا تھا۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں جس کو امام بخاری نے "الادب المفرد" میں اور امام نسائی نے "لسن الکبری" میں نقل کیا ہے۔

عن عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا قالت: ما رأیت احداً من الناس کان اشبه بالنبی ﷺ کلاماً ولا حدیثاً

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے انداز گفتگو اور نشست و برخاست میں حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا سے بڑھ کر کسی اور کو

ولا جلسة من فاطمة.
حضور نبی اکرم ﷺ سے اس قدر مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

فقر وغنا اور سخاوت کا یہ عالم ہے کہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے دروازے ہر ایک سائل نے صدا دی کہ اہل بیت مصطفیٰ ﷺ سے کچھ دے کا سوال ہے۔ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا نے سوچا کہ اسے کون سا کچھ دے عطا کیا جائے فوراً ہی آپ سیدہ سلام اللہ علیہا کے ذہن میں قرآن کریم کا یہ حکم آیا۔

لَنْ تَسْأَلُوا الْيَتِيمَ حَتَّى تَنْفَقُوا مِمَّا
”تم ہرگز یتیم کو نہ پوچھو گے جب تک راہ خدا میں وہ چیز خرچ نہ کرو جو تمہیں سب سے زیادہ پسند ہو۔“

پس اللہ کے اس حکم کے تحت اپنے جہیز والی اعلیٰ قسم کی ایک قمیض سائل کو عطا فرمادی۔ لہٰذا یہ ہے کہ کائنات میں کون ایسی عورت ہے جو اپنے جہیز میں ملنے والی سب سے اچھی چیز اللہ کے نام پر دے دے جبکہ اسے شوہر کے گھر آئے۔ ابھی پہلا دن ہو۔ یہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی سخاوت کا مقام۔

سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی پوری حیات طیبہ صبر و قناعت اور تسلیم و رضا کی آئینہ دار تھی۔ آپ سلام اللہ علیہا کی ساری زندگی غلگشتی میں بسر ہوئی جس کا حضرت مولائے کائنات علیہ السلام نے ایک موقع پر اعتراف بھی کیا۔ مگر آپ سلام اللہ علیہا کبھی بھی عسرت و افلاس سے رنجیدہ نہ ہوئیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ سلام اللہ علیہا تین تین دن فاقے سے ہوتیں۔ مگر مجال ہے شک و شکایت کا کوئی لفظ بھی کبھی زبان پر آیا ہو۔ جو کچھ گھر میں کھانے کے لیے میسر ہوتا۔ آپ سلام اللہ علیہا بصد شکر و امتنان اسے قبول کر لیتیں۔ یہ تاجدار کائنات علیہ السلام کی تربیت کا ہی اثر تھا۔

”ایک مرتبہ کسی عورت نے سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا سے پوچھا کہ اگر کسی کے پاس چالیس اونٹ ہوں۔ تو ان پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ تو سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا نے جواب دیا۔ اگر میرے پاس ہوں تو چالیس کے چالیس اور اگر کسی اور کے پاس ہوں تو چالیس میں سے ایک۔“

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن تاجدار کائنات علیہ السلام سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ بیٹی آغا گوئدہ رہی ہے اور زبان مقدس پر

کلام الہی جاری ہے۔ جبکہ لباس پر تیرہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔
امام الانبیاء علیہ السلام کی چشمان مبارک میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: ”فاطمہ سلام اللہ علیہا! دنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کرو اور آخرت کی خوشی کا انتظار کرو!“

یہ امام الانبیاء والمرسلین، محبوب رب العالمین، مالک و مختار کائنات کی لاڈلی لخت جگر کا عالم ہے فقر و غنا کا دنیا کا کوئی باپ اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کر ذرا سوچے! کائنات انہی و سماوی میں فقر و غنا کی کوئی ایسی مثال رقم کر سکتا ہے۔ دنیا میں تو خود وہ کائنات، ملکہ کوئین سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے فقر کا یہ عالم ہے۔ مگر آئیے ذرا قیامت کا منظر بھی دیکھتے ہیں جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ محب طبری نے ”ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ“ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابویوب انصاری فرماتے ہیں:

عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ روز قیامت عرسش کی بطنان العرش: یا اهل الجمع، نکسوا رؤوسکم و غضوا ابصارکم حتی تمیر فاطمة بنت محمد ﷺ علی الصراط فتمر ومعها سبعون ألف جارية عن الحور العين کالبرق اللامع جاتیں۔ اور آپ کے ساتھ حور عین میں سے چمکتی بجلیوں کی طرح ستر ہزار خادمائیں ہوں گی۔

یہ قیامت کا منظر ہے، جب یہ آواز آئے گی کہ اے اہل محشر! اپنے سروں کو جھکا لو اور نگاہیں نیچی کر لو۔ یہ خطاب تمام اہل محشر سے ہوگا۔ جس میں انبیائے کرام علیہم السلام کی مقدس ہمتیاں بھی ہوں گی۔ صدیقین، شہداء، صالحین بھی صفت در کھڑے ہوں گے یہ حکم سب کو ہوگا۔ پھر سیدہ کائنات کی سواری گزرے گی۔ ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں۔ جن کے چہرے بجلیوں کی طرح چمکتے ہوں گے۔ قیامت کو یہ مقام صرف امام الانبیاء والمرسلین سید الاراد احمد مختار علیہ السلام کی لاڈلی شہزادی کے لیے ہوگا کہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی اپنی گردنوں اور نظروں کو جھکا لیں گے۔

پھر امام ابن حاکم نے ”المستدرک“ میں نقل کیا ہے کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ تبعث الانبیاء یوم القیامۃ علی الدواب لیوافوا بالموءنین عن قومہم المعشر و یبعث صالح علی ناقثہ۔ وابعث علی البراق خطوہا عند أقصى طرفہا و تبعث فاطمۃ امامی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ انبیائے کرام علیہم السلام قیامت کے دن اپنی سواری کے حبانوروں پر سوار ہو کر اپنی اپنی قوم کے مسلمانوں کے ساتھ میدان حشر میں تشریف لائیں گے اور صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر لائے جائیں گے، اور مجھے (آپ ﷺ) براق پر لایا جائے گا۔ جس کا قدم حدنگاہ ہو گا اور میرے آگے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سواری ہوگی۔

قیامت کے دن انبیائے کرام سے آگے حضور علیہ السلام کی سواری ہوگی۔ اور میرے آقا علیہ السلام سے آگے سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی سواری ہوگی۔ یہ اعزاز فقط مخدومہ کائنات سلام اللہ علیہا کے لیے ہوگا۔

اور ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" میں سیدنا مولائے کائنات علیہ السلام سے مروی یہ روایت نقل کی ہے۔

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ اذا کان یوم القیامۃ حملت علی البراق وحملت فاطمۃ علی ناقۃ العضباء۔

حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مجھے (آپ ﷺ) براق پر اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کو میری سواری عضباء پر بٹھایا جائے گا۔

تو قیامت کے دن سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا، تاجدار کائنات ﷺ کی سواری پر سوار ہوں گی۔

ذرا سوچئے: قیامت جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ یہ اکرام اور تعظیم سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے سوا کسی کے حصے میں آسکے گا۔۔۔ جب سرکار دو عالم ﷺ نے اس دنیا سے ظاہری طور پر پردہ فرمایا اہل میر گھتے ہیں کہ اس کے بعد کسی نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو جیسے ہوئے نہیں دیکھا۔

جب آقائے دو جہاں ﷺ نے ظاہری وصال فرمایا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قیامت برپا ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گویا زندگیاں آج بھی گئیں۔ غم مصطفیٰ ﷺ میں لوگ بے قرار ہو گئے۔ حضرت بلال حبشی جیسے عاشق جب بے حال ہو گئے تو مدینہ معلیٰ چھوڑ دیا۔ تو اس موقع پر سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی دلی کیفیت کا عجیب عالم تھا۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا روتی جاتیں اور کہتی جاتیں۔

- ☆ آپ ﷺ نے حق تعالیٰ کے بلاوے کو قبول فرمایا۔
- ☆ آپ ﷺ نے جنت میں اقامت فرمائی۔
- ☆ آپ ﷺ کے وصال کی خبر جبرائیل امین علیہ السلام تک کون پہنچائے۔
- ☆ آپ ﷺ کے بعد جبرائیل علیہ السلام کس پر وحی لائیں گے۔
- ☆ اے اللہ! فاطمہ سلام اللہ علیہا! کی روح کو نبی کریم ﷺ کی روح سے ملا دے۔
- ☆ اے اللہ! مجھے رسول اللہ ﷺ کا دیدار نصیب فرما دے۔

آقائے دو جہاں ﷺ کے وصال باکمال کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو بھی خالق حقیقی کی طرف سے بلاوا آگیا۔ جس کی وہ اسی دن سے منتظر تھیں جس دن حضور علیہ السلام نے انہیں بشارت دی تھی جس کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے "فضائل صحابہ" میں نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ الفاطمۃ رضی اللہ عنہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا سے کہ مسیرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تو مجھ سے ملے گی۔

مخدومہ کائنات سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کا وصال پڑ ملا ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ بروز منگل سرکار دو عالم ﷺ کے ظاہری وصال باکمال کے چھ ماہ بعد ہوا۔

آپ کی نماز جنازہ مولیٰ مرتضیٰ علیہ السلام نے پڑھائی۔ ایک قول کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

دوسرے دن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے

مولائے کائنات علیہ السلام سے شکایت کی کہ ہمیں کیوں خبر نہ کی کہ ہم بھی نماز کا شرف پاتے۔ تو حضرت مولائے کائنات علیہ السلام نے عذر خواہی سے فرمایا:

”میں نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وصیت کی بناء پر ایسا کیا کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو رات کے وقت دفن کرنا تاکہ ناחרموں کی آنکھیں میرے جنازہ پر نہ پڑیں۔“

روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وفات کا علم اہل مدینہ کو ہوا تو تمام عورتیں اور مرد اشک بار ہو گئیں۔ لوگوں پر اس طرح حیرت اور دہشت طاری ہوئی جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال باکمال کے دن طاری ہوئی تھی۔ آپ سلام اللہ علیہا کی قبر مبارک کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ سلام اللہ علیہا بقیع شریف میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ میں دفن ہیں۔ جہاں تمام اہل بیت اطہار مدفون ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ ان کا مدفن، ان کے گھر میں ہی ہے۔ جو کہ مسجد نبوی ﷺ میں ہے اور ان کا جنازہ نکالا ہی نہ گیا۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا مزار شریف بقیع کی مسجد میں ہے جو کہ قبہ عباس کے نام سے منسوب ہے اور سر کی جانب ہے۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے اس میں نماز پڑھنے کی وصیت بھی کی ہے۔

مسعودی نے ”مروج الذهب“ میں بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسن پاک ﷺ، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام کی قبروں کی جگہ میں ایک پتھر ہے:

هذا قبر فاطمة بنت رسول الله ﷺ
اس پتھر کا ظہور ۳۳۰ ہجری میں ہوا۔

تاجدار کائنات ﷺ اور سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا سے عقیدت و محبت ہو تو ایسی ہو جس کی مثال دور حاضر میں نہیں ملتی کہ جن کی حیات طیبہ کے آخر لمحات سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی بارگاہ اقدس میں آپ سلام اللہ علیہا کے حجرہ مبارک کی جالی مبارک کے پچھلی رات بوقت تہجد بحالت سجدہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ یہ وقت، یہ کیفیت اور یہ بارگاہ عالیہ صرف اسی شخص کو نصیب ہو سکتی ہے جو مقبول بارگاہ رسالت مآب ﷺ بھی ہو اور مقبول بارگاہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا جو۔ دراصل وہی مقبول بارگاہ تاجدار کائنات ﷺ ہوتا ہے اور جو مقبول بارگاہ

مصطفیٰ ﷺ جو۔ وہی مقبول بارگاہ خدا ہوتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ محبت اہل بیت ﷺ ہی اخروی نجات کی ضمانت ہے۔

طبرانی نے معجم الکبیر میں نقل کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عن علي رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: أنا علي وفاطمة وحسن وحسين مجتمعون من احبنا، يوم القيامة ناكل ونشرب حتى يفرق بين العباد۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں، علی، فاطمہ، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم) اور ہم سے محبت کرنے والے ایک ہی جگہ اکٹھے ہوں گے۔ قیامت کے دن ہمارا کھانا پینا بھی اکٹھا ہی ہوگا۔ یہاں تک کہ لوگوں میں فیصلے کر دیئے جائیں گے۔

قیامت کے دن جب ہر شخص حساب و کتاب میں مصروف ہوگا سورج کو انیسویں بار ہوگا۔ نفسی کا عالم ہوگا۔ اس وقت میرے آقا علیہ السلام، اہل بیت اطہار علیہم السلام اور ان سے محبت کرنے والے خوش و غم ہوں گے۔

اللہ پاک ہمیں مزدومہ کائنات سلام اللہ علیہا کا صدقہ امن و سلامتی عطا فرمائے۔

میرے بعد خیال رکھنا، کس کا

طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جو آخری بات اپنی زبان مبارک سے فرمائی وہ یہ تھی:

اخلقوني في اهل بيتي

میرے بعد میرے اہل بیت کا خیال رکھنا۔

(طبرانی، مسائل منہجہا النعاش والجلد صفحہ ۵۳)

اسلام کا وقار

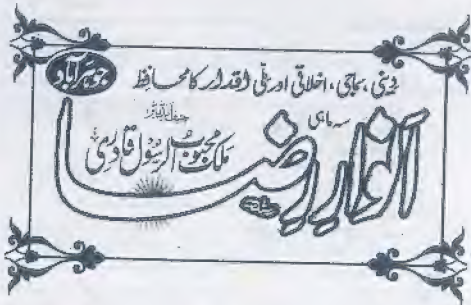
اللہ، اہل بیت پیغمبر ﷺ کے ساتھ ہے جو شخص نور دیدہ حیدر کے ساتھ ہے پیاسے نہ ہم رہیں گے قیامت میں دیکھنا رہتا ہے رات دن غم ذریت رسول ﷺ آل نبی ﷺ کو ذات نبی ﷺ سے جدا نہ جان وہ اک مکاں کہ جس کا مکین بابِ عسلم ہے آل نبی ﷺ کے درد سے میں بھی جدا نہیں لاکھوں شقی ادھر ہیں ادھر اک حسین ہیں کس پر کھلے گا معرکہ کر بلا کا راز تنہا اسی کے نام سے دشمن تھابد جو اس سچ مچ ہودل میں غم تو بھر آتی ہے آنکھ بھی اس ذات پاک کا ہوں دل و جاں سے میں غلام دشمن کی گفتگو میں کہاں خیر کی جھلک بھیجوں یزیدیت پہ نہ کیوں لعنت اے نصیر (حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ)

(۴)

اوصاف و کمالات

کیا صرف مسلمان کے پیارے ہیں حسین علیہ السلام
چرخِ نوع بشر کے تارے ہیں حسین علیہ السلام
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو!
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین علیہ السلام

(جوش ملیح آبادی)



سید الشہداء
امام حسین علیہ السلام

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان
66	فضائل حسین فی لسان رسول اقلین..... علامہ سید حماد علی شاہ
68	حسین علیہ السلام کے باپ اور ولی خود نبی کی شان
68	حسین علیہ السلام و حسین علیہ السلام پھول
69	شبیبہ مصطفیٰ علیہ السلام
69	دار ثمان مصطفیٰ علیہ السلام
70	سید الشہاد اہل الجنتہ
71	حسین علیہ السلام کی محبت لازم ہے
71	امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی محبت
71	حسین کریمین علیہ السلام سے محبت جنت کی ضمانت
72	حسین کریمین علیہ السلام سے محبت کرنے والا قیامت میں میرے ساتھ ہوگا
72	اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر
72	جس نے حسین کریمین علیہ السلام سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا
72	حسین علیہ السلام سے بغض رکھنے والے کا ٹھکانہ جہنم
73	حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان جنگ فرمادیا
73	سرکار ﷺ جن کی خاطر اپنا منبر چھوڑ دیتے
73	جن کی خاطر حضور ﷺ سجدوں کو لمبا کر دیتے
74	حضور ﷺ انہیں چومتے

74	میرے ماں باپ آپ پر قربان
75	میں حسین علیہ السلام سے ہوں
77	یزید کی منافقانہ حرکات پر اس کے حمایتیوں کی دلیل
77	یزید کی گستاخیاں
78	یزید کی سفائی
79	یزید کے بارے میں مزید
83	مقام حسین رضی اللہ عنہ..... مفتی سید شجاعت علی قادری
83	نبی کریم ﷺ کی محبت
90	شہادت حسین رضی اللہ عنہ
91	واقعہ
92	معرکہ کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت
92	حقانیت حسین رضی اللہ عنہ پر ابن خلدون کی شہادت
93	ایک شبہ اور اس کا جواب
94	دوسرا شبہ اور اس کا جواب
95	عمر اور اس کی رسومات
97	سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ..... پیر سید محمد عرفان مشہدی
100	کلام اقبال کی روشنی میں۔۔۔ قبا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ۔۔۔ سجاد حسین آحیر
107	نواسہ رسول ﷺ کی محبت و عقیدت۔۔۔ خواجہ محمد سلیمان قمر قادری
118	معرکہ کربلا۔۔۔ آصف محمود خان
121	میدان کربلا۔۔۔ ذبح عظیم کی تعبیر۔۔۔ سید محمد انور بخاری قادری
123	حسین کریمین علیہ السلام کی محبت کا صلہ جنت

فضائل حسین فی لسان رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ سید حماد علی شاہ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

”اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے رجس (ناپائی) دور کرے اہل بیت رسول اور تمہیں پاک کرے، خوب پاک۔“

اکثر مفسرین کی رائے میں یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام، حضرت سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے حق میں نازل فرمائی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات علیہم السلام کے حق میں نازل فرمائی اور یہ قول ابن عباس کی طرف منسوب ہے۔ (نعم الدین مراد آبادی)

احادیث پر نظر ڈالی جائے تو مفسرین کی دونوں جماعتوں کو ان سے تائید پہنچتی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

عن ام سلمة رضي الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع فاطمة وحسنا وحسينا ثم ادخلهم تحت ثوبه ثم قال اللهم هؤلاء اهل بيتي

”ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ اور حسن و حسین کو جمع فرما کر ان کو اپنی چادر میں لے لیا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔“ (طبرانی المعجم الکبیر ۵۳، ۲، ۲۶۶۳)

اختصار کے پیش نظر ہم طرف اہل بیت نبوت سے سید الشہداء، امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کے حوالے سے گفتگو کریں گے۔

سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی ولادت ۵ شعبان ۶ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ علیہ السلام کا نام حسن اور شیر رکھا۔

”حضرت علی علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ جب حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کا نام

حمزہ رکھا اور جب حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کا نام ان کے چچا کے نام پر جعفر رکھا (حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں) مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر فرمایا مجھے ان کے یہ نام تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام حسن و حسین (علیہ السلام) رکھے۔ (احمد بن حنبل، المسند ۱، ۱۵۹: ۱، ابن عساکر ۷: ۱۱۶)

”حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے ان دونوں یعنی حسن اور حسین (علیہ السلام) کے نام ہارون (علیہ السلام) کے بیٹوں شیر اور شیر کے نام پر رکھے ہیں۔“ (طبرانی المعجم الکبیر ۲، ۴۳: ۲، ۶۱۶۸)

آپ امام حسن علیہ السلام کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور سحابة الرسول ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے کمال محبت تھی۔ غور طلب امر یہ ہے کہ وہ ذات کتبی بلند ہوگی جس کے نام رکھنے میں رب خود دلچسپی لے رہا ہے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو امام حسین (علیہ السلام) کا نام تبدیل کرنے کا حکم دیا اور محبوب کے ذریعہ محبوب کے نواسوں کے وہ نام رکھوائے جو اس سے پہلے کسی نے نہ رکھے۔

”مفضل سے روایت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حسن و حسین (علیہ السلام) کے ناموں کو حجاب میں رکھا یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین (علیہ السلام) رکھا۔“

”عمران بن سلیمان سے روایت ہے کہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اہل جنت کے ناموں سے دو نام ہیں جو کہ درجائیت میں پہلے کبھی نہیں رکھے گئے۔“ (مرج البحرین فی مناقب الحسنین)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کو اپنا بیٹا فرما کر امام حسین علیہ السلام کی عظمت کو دنیا کے سامنے ظاہر کر دیا۔

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ”یہ میرے بیٹے ہیں۔“

هذا ان ابنی

(مرج البحرین فی مناقب الحسنین)

”سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف

لائے اور فرمایا: میرے بیٹے کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا علی (علیہ السلام) ان کو ساتھ لے گئے ہیں نبی کریم ﷺ ان کی تلاش میں متوجہ ہوئے انہیں پانی پینے کی جگہ پر کھیلنے پایا اور ان کے سامنے کچھ بچی ہوئی کھجوریں تھیں آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے علی (علیہ السلام) خیال رکھنا میرے بیٹوں کو گرمی شروع ہونے سے پہلے واپس لے آنا۔“ (حاکم المسند رک)

حسین علیہ السلام کے باپ اور ولی خود نبی ﷺ:

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن میرے حب و نسب کے سوا ہر سلسلہ نسب منقطع ہو جائے گا۔ ہر بیٹے کی باپ کی طرف نسبت ہوتی ہے ماسوائے اولادِ فاطمہ کے کہ ان کا باپ بھی میں ہی ہوں اور ان کا نسب بھی میں ہی ہوں۔ (احمد بن حنبل، فضائل صحابہ ۲: ۶۲۶)

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر ماں کے بیٹوں کا آبائی خاندان ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں سوائے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے بیٹوں کے پس میں ہی ان کا ولی ہوں اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔“ (حاکم، المسند رک)

حسین علیہ السلام و حسن علیہ السلام پھول:

”ابن النعم فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حالت احرام کے متعلق دریافت کیا۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں (حرم کے) مکھی مارنے کے بارے میں پوچھا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اہل عراق مکھی مارنے کا حکم پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے نواسے (حسین علیہ السلام) کو شہید کر دیا اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: وہ دونوں (حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام) ہی تو میرے گلشنِ دنیا کے دو پھول ہیں۔“

(بخاری کتاب فضائل صحابہ)

”حضرت عبد الرحمن بن ابی نعم سے روایت ہے کہ ایک عراقی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کپڑے پر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کی طرف دیکھو مچھر کے خون کا مسلہ پوچھتا ہے حالانکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے بیٹے

(حسن علیہ السلام) کو شہید کیا ہے اور میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہی تو میرے گلشنِ دنیا کے دو پھول ہیں۔“

(ترمذی، ابواب المناقب، بخاری کتاب الادب)

اسی لئے امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ نے فرمایا:

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی زہرا میں کلی جس میں حسین و حسن پھول حقیقتاً اس حسین پاک علیہ السلام کی عظمت کا کیا کہنا جن کو خود نبی کریم ﷺ اپنا پھول کہیں ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں: ”میرے گلشنِ دنیا کے یہی تو وہ پھول ہیں جن کی مہک کو سونگھتا رہتا ہوں۔“

شبیبہ مصطفیٰ ﷺ:

تمثیل نے اس نور کے دو حصے کئے آدھے سے بنے حسن علیہ السلام آدھے سے حسین علیہ السلام۔

”حضرت علی علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ حسن علیہ السلام سر سے سینہ تک رسول اللہ ﷺ کی کامل شبیبہ ہے اور حسین علیہ السلام سینہ سے نیچے قدموں تک حضور ﷺ کی کامل شبیبہ ہے۔“

(ترمذی ابواب المناقب)

سوال:

اس میں کیا حکمت تھی کہ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کی آدھی شبیبہ امام حسن علیہ السلام اور آدھی امام حسین علیہ السلام کو بنایا۔ (اس کی حکمت ہم آگے ذکر کریں گے)۔

وارثان مصطفیٰ ﷺ:

”حضرت زینب بنت ابی رافع سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا حضور ﷺ کے مرضِ الوصال کے دوران اپنے دونوں بیٹوں کو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں لائیں اور عرض کیا آپ کے بیٹے ہیں انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا، حسن (علیہ السلام) کے لیے میری بیت و سرداری کی وراثت ہے اور حسین (علیہ السلام) کے لیے

میری برأت و سخاوت کی وراثت۔ (تہذیب المتذیب)

ایک حدیث میں ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں نے اس بڑے بیٹے (حسن علیہ السلام) کو یمیت و بردباری عطا کی اور چھوٹے بیٹے (حسین علیہ السلام) کو محبت اور رضا عطا کی۔" ایک اور حدیث میں فرمایا: "حسن (علیہ السلام) کے لئے میری ثابت قدمی اور سرداری کی وراثت ہے اور حسین (علیہ السلام) کے لئے میری طاقت و سخاوت کی وراثت۔"

مصطفیٰ کریم ﷺ نے امام حسین علیہ السلام کو جو طاقت، سخاوت اور رضا عطا کی اس کا کمال ظہور دنیا نے میدان کربلا میں دیکھا جب امام حسین علیہ السلام نے سخاوت کی انتہا کرتے ہوئے اپنے خاندان کی ایک ایک گلی کو راہ خدا میں لٹا دیا زہرہ سلام اللہ علیہا کے گلشن اور علی المرتضیٰ علیہ السلام کے خاندان کے تمام پھولوں اور گؤگؤں کو راہ خدا میں مٹا کر حضور نبی کریم ﷺ کی سخاوت کے وراثت ہونے کا حق ادا کر دیا اور رضا کے وارث ہونے کا یہ مظاہرہ کیا کہ خاندان رسالت کی کلیاں، بھائی بھتیجے، بھانجے، بیٹے، دوست، یار سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے شہید کروا لیے لیکن زبان پر شکوہ تک نہ آیا ایک مرتبہ ہائے واوید نہ کیا بلکہ یہی سبق دیا کہ اگر اللہ حسین علیہ السلام کے نور ہائے نظر لے کر راضی تو پھر حسین علیہ السلام بھی مصطفیٰ کریم ﷺ کی رضا کے وارث ہونے کی حیثیت سے کچھ دے کر راضی ہے۔

سید الشہاب اہل الجنة:

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔"

(ترمذی، ابواب المناقب، نسائی، ماہم المسند رک)

"حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) تمام جوانان جنت کے سردار ہیں۔ (طبرانی، المعجم الکبیر)

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کریم ﷺ نے فرمایا: حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) تمام جوانان جنت کے سردار ہیں۔ (طبرانی، المعجم الکبیر)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حسن

(علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔"

(ابن ماجہ باب فضائل اصحاب رسول ﷺ) (ماہم المسند رک)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آسمان کے ایک فرشتے نے (اس سے پہلے) میری زیارت بھی نہیں کی تھی اس نے میری زیارت کے لئے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (طبرانی، المعجم الکبیر)

حسین علیہ السلام کی محبت لازم ہے:

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی، اس پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے۔"

(نسائی، فضائل اصحاب)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) کے متعلق فرماتے ہوئے سنا جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس پر ان دونوں سے محبت کرنا واجب ہے۔ (مرج البحرین فی مناقب الحسنین)

امام حسن (علیہ السلام) اور امام حسین (علیہ السلام) کی محبت:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) سے محبت کی اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی۔"

(ابن ماجہ باب فضائل اصحاب رسول ﷺ) (احمد بن حنبل المسند)

حسین کریمین (علیہ السلام) سے محبت جنت کی ضمانت:

"حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے اللہ سے محبت کی اس نے اے جنت میں داخل کر دیا۔ (ماہم المسند رک)

حسین کریمین (علیہ السلام) سے محبت کرنے والا قیامت میں میرے ساتھ ہوگا:

”حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد سے اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے ہی ٹھکانہ پر ہوگا۔“ (ترمذی سند احمد)

اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر:

”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حسین کریمین (علیہ السلام) کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔“ (ترمذی)

ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

”حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور ان سے محبت کرنے والے سے بھی محبت کر۔“ (ترمذی)

جس نے حسین کریمین (علیہ السلام) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا:

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔“

(ابن ماجہ، نسائی، السنن، احمد بن حنبل)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔“

(مرج البحرین فی مناقب الحسنین)

حسین علیہ السلام سے بغض رکھنے والے کا ٹھکانہ جہنم:

”مسلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

جس نے حسن (علیہ السلام) و حسین (علیہ السلام) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا وہ اللہ کے ہاں مبغوض ہو گیا اور جو اللہ کے ہاں مبغوض ہوا، وہ اللہ کا غضب یافتہ ہو گیا تو اللہ اسے جہنم کے عذاب میں داخل کرے گا (جہاں) اس کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانہ ہوگا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان جنگ فرمادیا:

”حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: جس سے تم لڑو گے میری بھی اس سے لڑائی ہو گی اور جس سے تم صلح کرو گے میری بھی اس سے صلح ہو گی۔“

(ترمذی، ابواب المناقب) (ابن ماجہ، المسند رک)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم (تینوں) سے فرمایا جو تم سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا اور جو تم سے صلح کرے میں اس سے صلح کروں گا۔“ (ابن حبان)

سرکاری شہادت جن کی خاطر اپنا منبر چھوڑ دیتے:

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اتنے میں حسین کریمین (علیہ السلام) تشریف لائے انہوں نے سرخ رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی اور وہ لاکھڑا کے چل رہے تھے حضور نبی اکرم ﷺ (انہیں دیکھ کر) منبر سے نیچے تشریف لے آئے دونوں کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد سچ ہے۔ (بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش ہی میں) میں نے ان بچوں کو لاکھڑا کر چلتے دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات کاٹ کر انہیں اٹھالیا۔“

(ترمذی، ابواب المناقب، نسائی، کتاب صلاۃ العیدین) (السنن، احمد بن حنبل)

جن کی خاطر حضور ﷺ مسجدوں کو لمبا کر دیتے:

”عبداللہ بن شداد اپنے والد شداد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز ادا کرنے کے لئے ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ حسن یا حسین علیہ السلام کو اٹھاتے ہوئے تھے حضور ﷺ نے تشریف لا کر انہیں زمین پر بٹھادیا پھر نماز کے

لئے کبیر فرمائی اور نماز پڑھنا شروع کر دی نماز کے دوران حضور ﷺ نے طویل سجدہ کیا شہداء نے کہا میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ شہداء سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کی پشت پر سوار ہیں میں پھر سجدہ میں پناہ لیا جب حضور ﷺ نماز ادا فرما چکے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے نماز میں اتنا سجدہ طویل کیا۔ یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ کوئی امر الہی واقع ہو گیا ہے یا آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے لگی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہ تھی مگر یہ کہ مجھ پر میرا بیٹا سوار تھا اس لیے جلدی کرنا اچھا نہ لگا جب تک کہ اس کی خواہش پوری نہ ہو۔

(نئی، مسند احمد بن حنبل)

حضور ﷺ انہیں چومتے:

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حسین کریمین علیہ السلام تھے ایک ایک کندھے پر سوار تھے اور دوسرا دوسرے کندھے پر سوار تھے آپ ﷺ دونوں کو باری باری چوم رہے تھے۔“ وہ وجود مقدس کئی برکتوں کا مرکز اور کتنے ادب کے قابل ہو گا جہاں میرے مصطفیٰ ﷺ کے لب لگے ہوں گے جس جگہ ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگیں وہ تو اس قابل ہے کہ:

واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی جس جگہ ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگے اس کو مصلی بناؤ۔

تو وہ امام حسین علیہ السلام کے وجود کی عظمت کا کیا کہنا جن کو غلیل اللہ علیہ السلام کے قدم نہیں بلکہ حبیب اللہ ﷺ کے لب لگے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے لب کتنے مبارک ہوں گے جو سرکار دو عالم ﷺ نرم و نازک لبوں اور زبان مبارک کو چومتے تھے جتنے بابرکت یہ لب وجود امام حسین علیہ السلام ہے اتنا ہی بد نصیب، بد بخت اور ملعون وہ انسان ہو گا جو امام حسین علیہ السلام کے قتل کرنے والا قتل کروائے والا اور اس گناہ عظیم میں کسی بھی طرح سے شریک رہنے والا اور آج یہ دم درد کو جتنی مانتی مانتی ہے۔

میرے ماں باپ آپ پر قربان:

”سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کے پاس تھے ام ایمن آپ ﷺ

کے پاس تھیں ام ایمن آپ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: جن وحین علیہ السلام گم ہو گئے ہیں راوی کہتے ہیں دن خوب نکلا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا: چلو میرے بیٹوں کو تلاش کرو، راوی کہتا ہے ہر ایک نے اپنا راستہ لیا اور میں حضور ﷺ کے ساتھ چل پڑا، آپ ﷺ مسلسل چلتے رہے حتیٰ کہ پہاڑ کے دامن تک پہنچ گئے (دیکھا کہ) جن وحین علیہ السلام ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور ایک اژدھا اپنی دم پر کھڑا ہے اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں آپ ﷺ اس کی طرف تیزی سے بڑھے اور وہ اژدھا حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سکو گیا پھر کھسک کر پتھروں میں چھپ گیا پھر آپ ﷺ حسین کریمین علیہ السلام کی طرف تشریف لائے اور دونوں کو الگ الگ کیا اور ان کے چہروں کو پونچھا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان تم اللہ کے ہاں کتنی عزت والے ہو۔“ (طبرانی، المعجم الکبیر)

اس حدیث مبارکہ سے اندازہ کریں وہ حسین پاک علیہ السلام کتنی عظمت و بلندی کے مالک ہوں گے جن کے اوپر حضور کریم ﷺ اپنے والدین کو قربان فرما رہے ہیں۔

میں حسین علیہ السلام سے ہوں:

”حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں جو حسین علیہ السلام کو محبوب رکھتا ہے اللہ اس کو محبوب رکھتا ہے۔“ (ترمذی ابواب النقب)

ذرا مانور کریں تو حدیث پاک کا مفہوم سمجھ میں آ جاتا ہے کہ:

حسین منی حسین (علیہ السلام) مجھ سے ہے۔

میں سرکار دو عالم ﷺ اس امر کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جن (علیہ السلام) جو کچھ بھی ہیں ان کی خوبیاں، کمالات، حسن و جمال سب مجھ سے ہے جیسا کہ حدیث میں ہم پہلے بتا چکے ہیں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جن وحین علیہ السلام سر سے پیر تک رسول اللہ ﷺ کی کامل شبیہ تھے اور حسین علیہ السلام سینہ سے قدم تک رسول ﷺ کی کامل شبیہ تھے۔

(ترمذی ابواب النقب)

اور:

انا من الحسين

میں حسین (علیہ السلام) سے ہوں۔

میں آپ ﷺ اس امر کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ میرے کمالات و فضائل کا ظہور

ان سے ہوگا۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ پاک نے امام حسن علیہ السلام یا امام حسین علیہ السلام دونوں میں سے ہر ایک کو رسول اللہ ﷺ کی پوری تصویر کیوں نہ بنایا بلکہ آدھی صورت ”سر سے سینہ تک“ امام حسن علیہ السلام کو عطا کی اور آدھی صورت ”سینہ سے نیچے تک“ امام حسین علیہ السلام کو عطا کی۔ دونوں ملتے تھے تو شبیہ مصطفیٰ ﷺ بن جاتی تھی اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو جملہ اوصاف و کمالات عطا فرمائے تھے اور ان میں سے ایک شہید بھی ہے لیکن بظاہر کسی میدان میں سرکارِ دو عالم ﷺ کو شہادت عطا نہیں کی وہ بھی اس لئے کہ اگر حضور ﷺ کسی میدان میں شہید کر دیے جاتے تو لوگ طعنہ دیتے کہ یہ کیسا آخری نبی ہے جو میدان میں مارا گیا لیکن محبوب پاک ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری تو خود اللہ رب العزت نے لے رکھی ہے ”اور اللہ لوگوں سے تمہاری حفاظت کرے گا۔“ (المائدہ)

لیکن محبوب کریم ﷺ کو شہادت عطا بھی کرنی ہے کہ کہیں کوئی مرتبہ رہ نہ جائے جو نبی کریم ﷺ کو نہ ملا ہو خود سرکارِ دو عالم ﷺ دعا فرماتے۔

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: ”اور قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔“ (صحیح بخاری)

محبوب ﷺ کو مقام شہادت عطا کرنے کے لئے اللہ کریم نے یہ رستے نکالے کہ محبوب کی صورت کو دو حصوں میں تقسیم کیا آدھے سے امام حسن علیہ السلام کو بنایا اور آدھے سے امام حسین علیہ السلام کو بنایا۔

بقول امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ:

معدوم نہ تھا سایہ شہدائین اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسینؑ
تمثیل نے اس سائے کے دو حصے کئے آدھے سے بنے حسنؑ اور آدھے سے حسینؑ
پھر شہادت کی بھی دو قسمیں ایک شہادت سبزی (مختی شہادت) اور ایک شہادت چہری (اعلائیہ شہادت) امام حسن علیہ السلام کو شہادت سری کا مظہر بنا یا اور امام حسین علیہ السلام کو

شہادت چہری کا مظہر بنایا بظاہر دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ سری شہادت امام حسن علیہ السلام کی سری شہادت حضور ﷺ کی سری شہادت اور امام حسین علیہ السلام کی چہری شہادت حضور ﷺ کی چہری شہادت کا ظہور نام ہے دونوں شہرِ مصطفویٰ کی پھل ہیں دونوں شہزادوں کی شہادت شہادت محمدی ﷺ کی تکمیل ہے۔“

اب ہم آخر میں مقامِ حسین علیہ السلام کو قرآن اور احادیث کی روشنی میں بیان کرنے کے بعد صرف اس طرف قارئین کی توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ ہمارے کہ کچھ نام نہاد علم سے دور لوگ اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ یزید قتلِ حسین (علیہ السلام) سے خوش نہ تھا اور اسے اس واقعہ سے بے حد صدمہ پہنچا تھا اور یہ لوگ یزید کو امیر المومنین اور جنتی سمجھتے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کی یزید کی بیعت نہ کرنے کو امامِ برحق کی غلطی کہتے ہیں (اللہ کی پناہ) ہم یزید کے اوپر دوسرے موقع پر تفصیل سے بحث کریں گے۔ یہاں صرف توجہ دلا کر فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں:

یزید کی منافقانہ حرکات پر اس کے حمایتیوں کی دلیل:

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے: ”جب ابن زیاد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ان کے رفقاء سمیت قتل کر دیا تو ان کے سرور کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید نے امام حسین علیہ السلام کے قتل سے اولاد تو خوش ہوا اور اس وجہ سے ابن زیاد کی قدر و منزلت اس کے نزدیک زیادہ ہو گئی، مگر وہ خوشی پر زیادہ قائم نہ رہ سکا۔ بلکہ جلدی نادم ہو گیا بے شک یزید نے ابن زیاد پر اس کے فعل کی وجہ سے لعنت تو کی اور اس کو برا بھلا کہا، جیسا کہ ظاہر ہے لیکن نہ تو اس نے ابن زیاد کو اس ناپاک حرکت پر معزول کیا اور نہ اس کو سزا دی، نہ کسی کو بھیج کر اس کا یہ شر مناک عیب اس کو بتایا۔“ (البدایہ والنہایہ: ۲۰۳، ۲۳۲)

یزید کی گستاخیاں:

روایت کے مطابق جب شہدا کے سر اور اسیران کر بلا یزید کے پاس دمشق پہنچے تو یزید نے دربار لگایا اور عوام و خواص کو دربار میں آنے کی اجازت دی لوگ دربار میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر انور یزید کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ یزید کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ وہ آپ علیہ السلام کے دندانِ مبارک چھیڑتا تھا اور کہتا تھا کہ اب تو ان کی

اور ہماری مثال ایسی ہے جیسے کہ ”ہماری قوم نے انصاف کرنے سے انکار کر دیا تھا پس ان تلواروں نے انصاف کر دیا جو ہمارے دائیں ہاتھ میں تھیں۔ جن سے خون نچکتا ہے انہوں نے ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ دیں جو ہم پر غالب تھے اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے۔“

حضرت ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ یزید حضرت امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر چھڑی مار رہا ہے تو وہ یہ بے ادبی برداشت نہ کر سکے انہوں نے یزید سے کہا اے یزید تو اپنی چھڑی حضرت حسین علیہ السلام کے دانتوں پر مار رہا ہے میں نے بارہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہونٹوں کو چومتے ہوئے دیکھا ہے بے شک اے یزید کل قیمت کے دن جب تو آئے گا تو تیرا شفیق ابن زیاد ہو گا اور یہ حسین علیہ السلام آئیں گے ان کے شفیق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔“

(الہدایہ والنہایہ شہادت امام حسین علیہ السلام)

یزید کی سفائی:

”دوسری روایت کے مطابق جب امام حسین علیہ السلام کا سر انور یزید کے پاس لا کر اس کے آگے رکھا گیا تو اس نے یہ اشعار پڑھے۔“

ترجمہ: ”اے کاش! بدر میں قتل ہونے والے میرے اشیاء بخور خرج کا نیزوں کی ضربوں سے جیتنا پلایا دیکھتے۔ ہم نے تمہارے دو گنا اشراف کو قتل کر دیا اور یوم بدر کے میزان کے جھکاؤ کو برابر کر دیا۔ (الہدایہ والنہایہ) کیا جو شخص دندان حسین پر چھڑیاں مارے وہ جتنی ہو سکتا ہے کیا جو غزوہ بدر میں قتل ہونے والے کفار کا بدلہ شہادت حسین کی صورت میں لے وہ جتنی ہو سکتا ہے۔“

ان کلمے اعلانات کے بعد اس کے ایمان دار ہونے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا سر حسین علیہ السلام کی توین یزید کے حکم سے شہداء کے سروں اور اسیران کر بلا کو تین روز تک دمشق کے بازاروں میں پھرایا گیا حضرت منہال بن عمرو سے مسروی ہے ”خدا کی قسم میں نے حسین علیہ السلام کے سر کو نیزے پر چڑھے ہوئے دیکھا اور میں اس وقت دمشق میں تھا سر مبارک کے سامنے ایک آدمی سورہ کہت پڑھ رہا تھا جب وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبٌ
اور ”قیم ہماری نشانیوں میں سے ایک عجوبہ تھے۔“ (کہت: 9)

پر پہنچا تو اللہ نے سر مبارک کو گویائی دی اور اس نے بزبان فصیح کہا کہ اصحاب کہت (کے واقعہ) سے میرا قتل کیا جاتا اور میرے سر کا نیزہ پراٹھا یا جانا عجیب تر ہے۔ (سر الشہداء)

یزید کے بارے میں مزید:

”حضرت عبداللہ بن حنظلہ غنمیل الملائکہ فرماتے ہیں خدا کی قسم! ہم لوگوں نے یزید کی سعت اس وقت توڑ دی جب ہمیں یہ خوف ہوا کہ کہیں یزید کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں، بلاشبہ وہ ماؤں، بہنوں، بیٹیوں سے نکاح کرتا، شراب پیتا اور نماز نہیں پڑھتا تھا۔“

یہ ہے وہ یزید جسے اس کی ذریت امیر المومنین مانتی ہے۔

شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد اس کی شیطانیت، فرعونیت اور قارونیت نے مزید رنگ پکڑا اور خصوصاً اہل حرین اس کے شدید مخالفت ہو گئے۔

۱۔ اقتدار کی ڈوبتی نیا کو بچانے کے لئے اس نے بیس ہزار کا لشکر مسلم بن عقبہ کو دے کر حرین پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔

۲۔ مشہورہ واقعہ ”حرہ“ پیش آیا۔

۳۔ اس لشکر نے ساکنین مدینہ منورہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایوں پر مظالم کی انتہا کر دی۔

۴۔ اہل حرم سے یزید کی غلامی پر بالجبر بیعت لی جاتی۔

۵۔ جو رسول اللہ کے حکم اور کتاب و سنت پر بیعت کرتا اس کو شہید کر دیا جاتا۔

۶۔ سترہ سو مہاجرین و انصار صحابہ، سات سو حفاظ کرام، بکارتا بعین اور مستورات اور دیگر افراد کو ملا کر دس ہزار کے قریب افراد کو شہید کیا گیا۔

۷۔ تین دن کے لئے مدینہ پاک کو مباح قرار دے دیا گیا (یعنی جو چاہو کرو)۔

۸۔ مدینہ پاک کی مقدس خواتین کی بے حقی کی گئی۔

۹۔ ابوسعید خدری (نابینا صحابی) کی داڑھی کو پکڑ کر ٹھانچے مارے اور بے عزتی کر کے واپس گھر بھیج دیا۔

۱۰۔ فوج نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستونوں کے ساتھ اپنے گھوڑے باندھے۔

۱۱۔ تین دن تک مسجد نبوی ﷺ میں عبادتیں، نمازیں اور جماعتیں معطل رہیں۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں میں پاگل، دیوانہ اور مجنون بن کر مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ کے قریب چھپ گیا تین دن اور تین راتیں میں منبر شریف میں بیٹھا رہا نہ تو مسجد میں اذان ہوئی نہ جماعت کا اہتمام ہوتا۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں رب ذو الجلال کی قسم! جب نماز کا وقت آتا تو مجھے روضہ رسول سے، اذان، اقامت اور جماعت ہونے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

۱۲۔ عبد اللہ بن زبیر (صحابی رسول ﷺ) کو مکہ میں محصور کر دیا گیا۔

۱۳۔ یزیدی لشکر نے مسلسل چوتھ روز تک مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیے رکھا۔

۱۴۔ لوگوں کو قتل کرتے رہے۔

۱۵۔ متجنبن سے اس قدر سنگ باری کی کہ مکہ معظمہ کے صحن کو پتھروں سے بھر دیا گیا۔

۱۶۔ کعبہ معظمہ پر سنگ باری، جسد کرتے وقت یزیدی لشکر نے یہ شعر پڑھے: "یہ متجنبن موٹے کف دار اونٹ کی مثل ہے جس کے ساتھ اس مسجد (حرام) کی دیواروں پر سنگ باری کی جاتی ہے۔"

۱۷۔ کعبہ اللہ پر سنگ باری سے آگ لگا دی۔

۱۸۔ مسجد حرام کے ستون توڑے۔

۱۹۔ کعبہ اللہ کا غلاف اور دیواریں جلادیں۔

۲۰۔ حرم شریف کے باشندے دو ماہ تک سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔

۲۱۔ کعبہ معظمہ کئی روز تک بے لباس رہا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک رہا اور یہی یہ بات کہ اسے صدمہ ہوا تو اس کی اس منافقانہ حرکت کی وجہ صرف یہ تھی کہ "جس وقت اہل نبوت کو شہداء کے سروں کے ساتھ یزید کے دربار میں پیش کیا گیا اس وقت دربار میں قیصر روم کا سفیر بھی موجود تھا وہ یہ سب کچھ دیکھ کر حیران رہ گیا اور معاملے کی تہہ تک نہ پہنچ سکا آخر اس سے رہانہ کیا اور کہنے لگا بتاؤ تو یہی کس کا سر ہے جس کے لبوں پر یزید چھڑی مار رہا ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کا نواسہ ہے عیسائی پر یہ سن کر کچکی طاری ہوگئی اور وہ کہنے لگا ظالمو! مجھے کوئی شوق نہیں رہا

کہ تم ناقہ رخسار، ظالم اور دنیا پرست ہو ہمارے پاس ایک گرجے میں حضرت علی علیہ السلام کی سواری کے پاؤں کا ایک نشان محفوظ ہے ہم سال ہا سال سے اس نشان کی تکریم کرتے چلے آ رہے ہیں ہم تو اپنے نبی کی سواری کے پاؤں کے نشان کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں اور تم ہو کہ اپنے نبی کے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو۔ (الصواعق المحرقة)

قیصر روم کے ایلچی کی اس گفتگو کو سننے کے بعد اس بد بخت نے صدمے کا ڈھونگ رچایا صرف اور صرف اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے کیونکہ اگر وہ سچا ہوتا تو پھر اس نے ابن زیاد اور ابن سعد کو معزول کیوں نہیں کیا؟ ابن زیاد اور ابن سعد کو پھانسی پر کیوں نہیں چڑھا دیا؟ ان سے قصاص کیوں نہیں لیا؟

حضرت علامہ تھانوی رحمہ اللہ شرح عقائد نفی میں فرماتے ہیں کہ یزید حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل اور اہل بیت کی توہین و تذلیل پر راضی تھا۔ اس کی رضا تو اتار سے ثابت ہے۔ لہذا ہم اس کی ذات کے بارے تو قوت نہیں کریں گے۔ یعنی اس کو برا بھلا اور لعنت کرتے ہیں لیکن اس کے ایمان میں غاموشی اختیار کی جائے گی نہ اس کو کافر نہیں گے اور نہ اس کو مسلمان جانیں گے۔

(شرح عقائد نفی صفحہ ۱۶۳)

گذشتہ صفحات پر ہم نے لکھ دیا ہے کہ سر حسین علیہ السلام کی بے ادبی، اس پر چڑچڑاہٹ مارنا اور مکہ مکرمہ اور مدینہ النبی کی بے حرمتی جیسے ساری واقعات اس ملعون کے صدمہ کا ڈھونگ کرنے کے بعد واقع ہوئے ہیں۔ کیا یزید اور اس کی ذریت کے پاس جواب ہوگا۔

ابن کثیر نے لکھا کہ جب امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا تو وہ لوگ آپ کے سر مبارک کو پاس رکھ کر شراب پینے لگے کہ اتنے میں پردہ غیب سے ایک آنہی قلم نمودار ہوا اور دیوار پر خون سے لکھا:

اترجوا مہ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ "کیا حسین (علیہ السلام) کو قتل کرنے والے بھی یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ قیامت کے روز ان کے نانا ﷺ ان کی شفاعت کریں گے؟" (البدایہ والنہایہ)

جب یہ ستم رسیدہ قافلہ شہر مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت ام القیاس بن عقیل بن ابی

طالب اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ روتی ہوئی نکلیں اور یہ اشعار پڑھے:

”لوگو! کیا جواب دو گے جب نبی کریم ﷺ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے آخری امت ہونے کے باوجود کیا کیا؟ میرے بعد میری اولاد اور اہل بیت کے ساتھ کہ ان میں سے بعض کو تم نے اسیر کیا اور بعض کا خون بہایا۔“

”میں نے تم کو جو نصیحت کی تھی کہ میرے بعد میرے قرابت داروں سے برا سلوک نہ کرنا، جزا یہ تو نہ تھی۔“ (الہدایہ والنبایہ)

یقیناً اس کا کوئی جواب نہ ہو گا ہم گذشتہ صفحات میں عرض کر چکے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام سے جس نے لڑائی کی گویا اس نے نبی پاک ﷺ سے لڑائی کی اب آپ فیصلہ کریں رسول اللہ ﷺ سے لڑائی کرنے والا کیسے جنتی ہو سکتا ہے اور جو اہل بیت نبوت کے قتل کرنے والوں کو جنتی کہے یقیناً وہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت اور دکھ دیتا ہے پھر وہ کیسے جنتی ہو سکتا ہے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت فرماتا ہے اور اس نے ایسے لوگوں کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ (احزاب)

آخر میں ہم اس شعر پر اختتام کرتے ہیں:

بے ادب، گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حق

یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

رباعی

خالق کا جمال خلق کا پیارا چمکا

چمکا وہ غریبوں کا سہارا چمکا

ڈالے ہوئے اک میم کی نازک سی نقاب

کونین کی قسمت کا ستارا چمکا

(فیروز نظامی لکھنو)

مقام حسین رضی اللہ عنہ

مفتی سید شجاعت علی قادری

نبی کریم ﷺ کی محبت:

روی ان ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بسند صحیح یقول البصرت عینای و سمعت اذنای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و هو اخذ بکفی حسین رضی اللہ عنہ و قد مآہ علی قدم رسول اللہ ﷺ و هو یقول ترقہ عین لقد قال ذاتی الغلام حتی وضع قد میر علی مدد رسول اللہ ﷺ ثم قال رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم افتح ناک ثم قبلہ وقال اللہم احبہ فانی احبہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ان کے (حسین رضی اللہ عنہ) قدم حضور ﷺ کے قدموں پر تھے۔ آپ فرماتے تھے، چڑھو چڑھو۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے راوی کہتے ہیں، تو بچہ چڑھ گیا۔ یہاں تک کہ اس نے قدم رسول اللہ ﷺ کے سینہ پر رکھ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا منہ کھولو اور بوسہ دیا۔ تو پھر فرمایا کہ اے اللہ! تو اس کو محبوب رکھ کیونکہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بحیثیت اہل بیت کے ایک فرد ہونے کے ان تمام فضائل کے مستحق ہیں جو اہل بیت کے لئے نصوص شرعیہ سے ثابت ہیں اور دوسری طرف صحابیت کی اعلیٰ فضیلت اور اس فضیلت کے ضمن میں جتنے فضائل ہیں سب آپ کو حاصل ہیں۔ آپ نے سات سال نبی پاک ﷺ کی صحبت میں گزارے، بلکہ آغوش رسالت مآب ﷺ میں گزارے۔ آپ نبی پاک ﷺ سے تربیت یافتہ تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے آپ کے لئے وہ سب کچھ کیا

جو ایک شفیق باپ سعادت مند بیٹے کے لئے کر سکتا ہے اور آپ نے وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو ایک ہونہار بیٹا حاصل کر سکتا ہے۔ پس ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو صرف نواسہ رسول ﷺ کی حیثیت سے نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو حسین رضی اللہ عنہ کے دامن کو ہر اس فضیلت سے پڑ پاتے ہیں جو کسی صحابی کے لئے ہو سکتی ہے۔ (سوائے چند صحابہ کے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت محدثین و اکابر امت کے نزدیک مختلف فیہ نہیں بلکہ تقریباً متفق علیہ ہے۔ اگرچہ آپ کم سن تھے مگر کم سنی جمہور محدثین کے نزدیک منافی صحابیت نہیں۔ کیونکہ صحابی کی تعریف تو یہ ہے کہ جو مومن نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہا اس نے آپ کو دیکھا پس وہ صحابی ہے۔

(بخاری باب فضائل اصحاب النبی ﷺ)

صحابی کی یہ تعریف حسین رضی اللہ عنہ پر بلاشبہ صادق ہے۔ بعض حضرات نے صحابیت کے لئے بلوغ کو شرط قرار دیا تھا۔ محدثین نے اس کو رد کر دیا۔

علامہ ابن حجر مکی شارح بخاری فرماتے ہیں:

و منهم من اشترط في ذلك ان يكون
حين اجتماعه بالغا. وهو مردود. والذي
جزم به البخاري امر قول احمد بن
حنبل و جمهور من المحدثين.

اور بخاری نے جس پر جزم کیا ہے۔ آپ پڑھ چکے کہ صحابی کے لئے بالغ ہونے کی شرط نہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ صاحب سماع صحابی تھے، یعنی آپ نے خود رسول اللہ ﷺ سے حدیث سن کر روایت کی۔ چنانچہ علامہ عز الدین ابوالحسین علی الجوزی المعروف بابن اشیر (متوفی ۶۳۰ھ) نے اپنی کتاب امد الغابہ میں لکھا کہ:

عن فاطمة بنت الحسين انها سمعت
اباها الحسين بن علي يقول سمعت
رسول الله ﷺ يقول ما من مسلم
ولا ملية تصيبه مصيبة وان قدم
عهدها فيحدث لها. استرجاعا الا
اعطاه الله ثواب ما وعده عما يوم

اصیب بها۔
(امد الغابہ ص ۱۹، اصحاب ابن جریر متوفی ۳۲۱
ابن ماجہ ۱۱۶)

عن طلحة بن عبيد الله عن الحسين بن علي
علي قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم امان امتي من الفرق اذا ركبوني
البحران يقرؤوا بسم الله هجر بها و
موشها ان ربي الغفور رحيم.

روى الحسين بن علي رضى الله عنه عن
النبي صلى الله عليه وسلم قوله من
حسن اسلام المبرء تر كه مالا يعنيه۔
وقد حفظ الحسين ايضا عن النبي صلى
الله عليه وسلم و روى عنه اخرج لد
اصحاب السنن احاديث يسيرة.

(نیز اسی صفحہ پر ہے)

وروى عن ابيه وامه وخاله هند بن ابى
هاله وعن عمر الخ.

غرضیکہ آپ رضی اللہ عنہ کی صحابیت حدیث، جمہور ائمہ حدیث امام بخاری، امام مسلم، احمد بن حنبل ذہبی، ابن عبید اللہ امین حجر، ابن کثیر سب ہی کے نزدیک متفق ہے۔ پس جو احادیث اصحاب رسول ﷺ کے حق میں وارد ہیں وہ سب حسین بن علی رضی اللہ عنہما پر پوری طرح صادق آتی ہیں۔ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آل کے اخلاق و کردار کی بہتری کے لئے دعا مانگی وہ ان حضرات کے حق میں قبول ہوئی اور یہ حضرات اخلاق حسنہ کا مجسم نمونہ بنے۔ نبی شرافت کے ساتھ

تقویٰ اور طہارت نے آپ کی ذات کو یار چاند لگا دیئے۔ ابن اثیر رقمطراز ہیں:

و کان الحسين رضى الله عنه فاضلا
كثير الصوم والصلوة والحج والصدقة و
حج صدقہ اور بھلائی کے کام بکثرت کرتے تھے۔

دل تو چاہتا تھا کہ حضرت حسین علیہ السلام کے فضائل کو تفصیل سے بیان کیا جائے لیکن بخوف طوالت اسی قدر اکتفا کیا جاتا ہے اور اہلسنت و جماعت سے خصوصاً اور تمام مسلمانوں سے عموماً گزارش کی جاتی ہے کہ قرآن و حدیث و کتب اسلام کے ان معتبر حوالوں کو پڑھیں اور اپنے قلوب کو خوب اہل بیت سے آباد رکھیں اور نئے نئے فتنہ پردازوں کا مقابلہ کریں۔ یہ لوگ ریسرچ کے نام پر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔ مگر اہل علم ان کے دام فریب میں کب آ سکتے ہیں۔ یہ لوگ تو بس اتنا جانتے ہیں کہ اکابر اہل اسلام کے کلام میں کس بیعت کر کے لوگوں کو بہکائیں۔ آئیے اب تحقیق کی روشنی میں یزید کے کردار کا جائزہ لیں اور اپنے اکابر کے عقائد اس کے بارے میں معلوم کریں۔ اہلسنت و جماعت کے صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ”بہار شریعت“ حصہ اول ص ۷۷ پر رقمطراز ہیں:

”یزید پلید فاش، فاجر، مرتکب، کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس سے اور ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (امام حسین علیہ السلام) کی نسبت آج کل جو گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے معاملہ میں کیا دخل ہے۔ ہمارے وہ بھی شہزادے وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود، خارجی، ناصبی، متحق جہنم ہے۔ ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے پر علماء کرام کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ کا مسلک سکوت ہے، یعنی ہم اسے فاسق و فاجر کے..... کہیں نہ مسلمان۔ (بہار شریعت ص ۷۷)

یزید کے بارے میں اسلاف نے جو کچھ لکھا ہے اسے دنیا جانتی ہے، لطف یہ ہے کہ وہ حاضر میں یزیدیت کے؟ محمود صاحب عباسی نے جو یزید کے فضائل اڑی چوٹی کا زور لگا کر نکالے ہیں۔ ان سے یزید کی صحیح تصویر ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ یوں تو نبی شرافتیں عباسی صاحب کے نزدیک کچھ مقام نہیں رکھتیں۔ مگر جب یزید کی باری آتی ہے تو وہ کوشش کرتے ہیں کہ اس کی نبی عظمیٰ، ذھونڈ نکالیں اور ہو سکے تو حسین علیہ السلام پر فوقیت دے دیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید حضرت معاویہ علیہ السلام کا بیٹا ہے مگر ماں کی طرف سے مورخین نے بہت لے دے کی ہے۔ ہم عباس صاحب کی کتاب سے یزید کی ماں کے بارے میں کچھ اقتباسات پیش

کرتے ہیں۔

یزید کی ماں میمون بنت سہیل تھی، اس کا خاندان؟؟ تھا یہ لوگ نو مسلم تھے۔ یہ عورت حضرت امیر معاویہ علیہ السلام سے نفرت کرتی تھی۔ حتیٰ کہ عباسی صاحب کے محبوب مورخ رچرڈ برٹن نے اپنے سفر نامہ میں لکھ دیا کہ اس کتاب کے پڑھنے سے برطانوی ناظرین کے دل میں یہ کنکڑی دہل جائیں گے کہ اس ذی فہم خاتون نے اپنے شوہر کو (؟؟) منڈ منڈگہ حاکمہ کر پکارا۔

(سفر نامہ مکہ و مدینہ برٹن جلد ۲)

میمون ایک بادیہ نشین اور دیہی زندگی کی جو عورت تھی۔ شعرائے کبھی تھی۔ حضرت معاویہ علیہ السلام کے عقد میں آنے کے باوجود وہ خوش نہ رہی۔ اس نے اپنے اشعار میں اپنے وطن کی کھلی فضا اور اس کے رومانی مناظر کا تذکرہ کیا اور وہاں واپس جانے کی خواہش ظاہر کی۔ اپنے جلیل القدر شوہر کے بارے میں وہ کچھ کہہ دیا جو برٹن نے نقل کیا اور جو ان اشعار سے ظاہر ہے:

و خرق من بنو اعمی فقیر احب الی من علج عنیف
میدھا سیدانیک دل غربت کا مارا ابن عسم
خشونت عیشتی فی البدل و اشھی
اجنبی سرکش میاں سے خوش ادا میرے لئے
زندگی محسراتی ہو کتنی ہی ہو تکلیف دہ
خوشگوار اس ناز و نعمت سے سوا میرے لئے
فما ابقی سوری وطنی بدل
فصبی ذلک من وطن الشریف
اب قیام اس بے وطن کا اس جگہ ممکن نہیں
ہے وطن کی سرزمین راحت فرا میرے لئے

(وخلص از خلافت معاویہ و یزید ص ۲۸۳)

کہا جاتا ہے کہ میمون کے یہ اشعار ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ علیہ السلام نے سن لئے تو ان کو مع یزید دمشق سے صحرائی طرف روانہ کر دیا اور جب تک حضرت معاویہ علیہ السلام کا وصال نہ ہوا واپس نہ آ سکیں۔ یزید نے اپنی ماں سے شعر گوئی کے ساتھ اپنے باپ کے خلاف حقارت و نفرت بھی ورثہ میں پائی تھی۔ (رچرڈ برٹن جلد ۲)

عباسی صاحب برٹن اور دیگر قابل اعتماد مورخین سے اس بات پر ناراض ہو گئے اور بہت برا بھلا کہا۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے صاحب بصیرت تو دلیل کا طلبگار ہے، ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ یزید کو حضرت معاویہ علیہ السلام کا فیض صحبت کم ہی ملا۔ اکثر پرورش خیمال میں ہوئی جو ایک عیدانی نو مسلم معاشرہ تھا۔ اس کے جیسے کچھ اثرات ہونا چاہئے تھے وہ دنیا کے سامنے آ گئے

عباسی صاحب نے یزید کے جو فضائل بیان کئے ہیں ان میں ایک فضیلت تو مذکور ہوتی۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس نے ایک دن اپنے استاد سے درج ذیل گفتگو کی۔ یزید نے کوئی غسلی کی تو استاد اور جونہار شاگرد میں یہ گفتگو ہوئی۔

فقہالہ مودبہ۔ اخلت یا غلام فقال استاد: اے لڑکے تو نے غسلی کی۔ یزید: اخیل یزید الجواد یعثر فقال المودب ای واللہ گھوڑا ہی ٹھوکر کھاتا ہے۔ استاد: ہاں واللہ یضرب فیستقیم فقال یزید ای واللہ کوڑا کھاتا ہے اپنے تو ٹھیک ہو جاتا ہے۔ یزید: واللہ پھر تو اپنے ماس (استاد) کی فیضوب الف سلسبہ ناک پھوڑ ڈالتا ہے۔

ناظرین! اب آپ خود غور فرمائیں کیا یہ فضیلت ہے یا بد تمیزی۔ یہ واقعہ یزید کی بے لگامی کا غماز ہے اور اس کی گستاخانہ فطرت کا پتہ دیتا ہے۔ مگر عباسی صاحب تو جبکہ جبکہ لکھتے ہیں بالائے سرش زہر عمودی، مے ثابت تارہ بندی۔ اس قسم کی خرافات کو ایک معسولی سمجھ رکھنے والا انسان بھی حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ تیسری فضیلت یہ بیان فرماتے ہیں کہ یزید اپنے کسی خادم کی پٹائی کرتے ہوئے پایا گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

اعلم ان الله اقلد عليك منك عليهم۔ جان لے کہ اللہ تجھ پر اس سے زائد قدرت رکھتا ہے جو تجھ کو اس پر ہے۔ یزید یہ کہا "تیرا برا ہو۔ کیا تو ایسے کو پیٹتا ہے جو اس کی سکت نہیں رکھتا۔" (خلافت معاویہ دہ دہ صفحہ ۲۸۷)

عباسی صاحب اور ان کے ہمنوا اس کو فضیلت سمجھیں تو سمجھیں ہم تو یہ سمجھتے ہیں اور ہر انسان سمجھتا ہے کہ اس سے یزید کی سرکش طبیعت کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اس ناخلف بیٹے سے کتنے پریشان تھے کہ تنگ آ کر فرماتے تھے تیرا برا ہو۔ تیسری فضیلت یہ ہے کہ کچھ صحابہ مکہ و مدینہ سے منتقل ہو کر دمشق آ گئے تھے تو اس نے ضرور ان سے اکتساب فیض کیا ہو گا۔ بہت خوب یزید کے لئے اتنا حسن ظن اور حسین رضی اللہ عنہ کے مخصوص فضائل کا انکار سچ ہے کہ جبکہ انشی و یسم میاں مگر اس کو کچھ حاصل کرنا ہوتا تو اس کے باپ میں کیا کچھ کم خوبیاں تھیں مگر وہ اپنی خفیاں میں نصرا نیت زدہ معاشرے میں فیض حاصل کر رہا تھا (بقول مورخین) چوتھی فضیلت یہ ہے کہ تقریر بہت اچھی کرتا تھا، نمونے کے طور پر وہ فقرے پیش کئے گئے

میں جو یزید نے زیاد ابن ابیہ کے شیخی بگھارتے ہوئے کہے تھے، وہ یہ ہیں "اے زیاد ہم نے تجھ کو زیاد بن عبید سے زیاد بن حرب بن ابیہ بنا دیا۔" (خلافت معاویہ دہ دہ صفحہ ۲۹۳)

یہ جملے بھی یزید کی بد مزاجی اور بد تمیزی پر دلالت کرتے ہیں۔ پانچویں فضیلت کتاب الاغانی سے نقل کی گئی ہے اس کا ترجمہ عباسی صاحب کی زبان میں پیش خدمت ہے۔

یزید نے جب اپنے والد کے زمانہ خلافت میں حج کیا تو مدینہ آ کر شراب نوشی کر رہے تھے کہ اتنے میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و حضرت حسین رضی اللہ عنہما بن علی رضی اللہ عنہما نے آنے کی اجازت چاہی۔ یزید نے شراب لانے کا حکم دیا پھر ہٹوا دیا۔ کیونکہ ان سے کہا گیا کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو تمہارے شراب کی بو آگئی تو پہچان جائیں گے۔ اس لئے شراب کو چھپا دیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے آنے کی اجازت چاہی، وہ جب داخل ہوئے تو انہیں خوشبودار شراب کی خوشبو آئی۔ تو انہوں نے کہا کہ تمہاری یہ خوشبو کیسی اچھی ہے۔ مجھے تو یہ گمان نہ تھا کہ خوشبو کی صنعت میں کوئی ہم سے بہت لے جائے گا۔ حضرت ابوطالب عطریات کے تاجر تھے۔ اے ابن معاویہ یہ خوشبو کیا ہے؟ یزید نے کہا کہ اے ابو عبد اللہ یہ خوشبو ہمارے لئے شام میں بنائی جاتی ہے۔ پھر انہوں نے (یزید نے) ایک پیالہ اور منگایا اور پیالی اور پھر ایک پیالہ اور منگایا اور خادم سے کہا کہ یہ ابو عبد اللہ کو پلاؤ۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تو اپنی شراب اپنے پاس رکھ، میں تیری طرف نگاہ بھی نہیں کرتا۔ تو وہ اس پر دوسرا پیالہ بھی پی گیا۔

(خلافت معاویہ دہ دہ ۳۵۳۔ کتاب الاغانی ص ۴۱/۴۱)

مصنف کتاب نے اس واقعہ کو لکھ کر ریسرچ کی ہے کہ چونکہ شراب کا لفظ کلام عرب میں نشہ آور اور غیر نشہ آور دونوں پانیوں پر بولا جاتا ہے۔ اب چونکہ یہ پیالہ یزید کے ہاتھ میں تھا اس لئے "شراب الصالحین" ہی ہو سکتا ہے۔ تعصب کی حد ہو گئی کلام کے سیاق و سباق سے نظر بند کر لی اور اوٹ پٹا نگ بخت کر کے ضخامت بڑھالی کہ ابو حنیفہ کے نزدیک مثمنٹ حلال ہے یا نہیں۔ یہ نہ دیکھا کہ عبارت کے سمجھنے والے کیا نہیں گئے۔ ذرا غور تو کیجئے گا کہ اگر شراب الصالحین تھی تو عبد اللہ بن عباس کو کیوں روکا۔ شراب چھپائی کیوں؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے حقارت سے کیوں ٹھکرا دی اور نگاہ کیوں پھیر لی۔ کیا ان سب واقعات سے کسی کی آنکھ بند کی جاسکتی ہے۔ کیا صاحبان بصیرت دھوکے میں آ سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیا تھا۔ نصرانی معاشرے کی بگاڑی ہوئی عادات تھیں، شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

امتنع الحسين بن علي من بيعته كان، كان فاسقا مسدما للخمر ظالما۔
حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے اس لئے انکار کر دیا کہ وہ فاسق تھا شراب کا عادی تھا۔

غرضیکہ یزید کا فتنہ امت مسلمہ میں کوئی دھکی چھپی چیز نہیں چنانچہ موانع میں ہے کہ:
بفرج الواقدي من طوق من عبد الله واقدي نے متعدد طرق سے روایت کی
بن حنظلة قال والله ما خرمنا على يزيد عبد الله بن حنظلة رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بخدا ہم نے
حتى خفنا ان نرعى بالجهازة من السماء يزيدي پر اس وقت خروج کیا جبکہ ہم کو خطرہ ہو گیا
ان كان رجلا ينجح امهات الاولاد کہ آسمان سے ہم پر پتھر برسنے لگیں گے وہ
والبنات ملا خوات و يشوب الخمر و (يزيد) ام ولد بیٹیوں، بہنوں کے ساتھ نکاح
يبدع الصلوة کا ارادہ رکھتا تھا۔ شراب پیتا تھا اور نمازیں چھوڑتا تھا۔

اس کی ان بد کرداریوں نے ہر چیز سے محروم کر دیا اور اس کی عمر میں برکت نہ ہوئی۔
چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقال الذهبي و لما فعل يزيد باهل المدينة ما فعل مع شربة الخمر و ذہبی نے کہا کہ جب یزید نے اہل مدینہ سے
ايتانه المنكرات اشد عليه الناس و وہ برتاؤ کیا جو معلوم ہے (فتنہ و جبر) باوجود
خرج عليه غير واحد ولم يبارك الله في اس پر لوگوں کو غضب چڑھ گیا اور اس پر ایک
عمره سے زائد حضرات نے خروج کیا اور اللہ نے اس کی عمر میں برکت نہ دی۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا امت مسلمہ میں سے کسی نے انکار نہ کیا آپ کی شہادت کی خبر پہلے ہی سے عام ہو چکی تھی جو متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ نظریہ اختصار صرف ایک ہی حدیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

ترمذی شریف میں ہے:

اخبرنا ابراهيم بن فقيه و غير و اهد قالوا باسنادهم الى الترمذي قال الترمذي باسنادة عن سلمي قال دخلت على ام سلمة و هي تبكي فقلت ما يبكيك قالت رايت رسول الله ﷺ في المنام و علي راسه و تحيه المترايب فقلت مالك يا رسول الله ﷺ قال شهدت قتل الحسين اتقا۔
ہمیں ابراہیم بن فقیہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے خبر دی اپنی سندوں سے ترمذی تک ترمذی نے اپنی سند سے سلمیٰ سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں ام سلمہ (ام المؤمنین رضی اللہ عنہا) کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیوں روتی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے سر اور داڑھی پر مٹی ہے تو میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کیا ماجرا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے حاضر ہوا ہوں۔

اس کے علاوہ ام الفضل رضی اللہ عنہا کو ایک شیشی میں مٹی کا دینا وغیرہ احادیث حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی کرتی تھیں۔ خلاصہ یہ کہ دس محرم الحرام بروز عاشورہ یزید کے حکم سے اور اس کی رضا سے عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت و رفقاء کو نہایت ہی ظالمانہ اور سفاکانہ طریق پر شہید کر دیا اور قلم و بربریت کا ایک نیاریکارڈ قائم کیا جس کو اب تک نہ کسی نے توڑا ہے اور نہ توڑ سکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس رسالہ میں واقعات شہادت بیان کرنا مقصود نہیں اگر کسی کو شوق ہے تو اس سلسلہ میں اہلسنت کی معتمد ترین کتاب ”مواخج کر بلا“ کا مطالعہ کر لے۔

یہاں تو یہ بتانا مقصود ہے کہ یزید اس فعل قبیح سے ہرگز بری نہیں اور اس کا دامن اہل بیت کے خون سے تر ہے۔ اس کو وظیفہ برحق کہنے والے اور امیر المؤمنین کہنے والے سخت گمراہ ہیں۔ اگر اسلامی حکومت ہو تو ایسے لوگ متحق سزائیں۔

واقعہ:

نوافل بن ابی فرات سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (اموی

عادل خلیفہ) کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے اس کو امیر المومنین کہا تو آپ نے فرمایا کہ تو اسے امیر المومنین کہتا ہے اور میں کوڑے مارے۔ (سوانح)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید کرانے میں یزید کا پورا پورا دخل تھا۔ مورخین و محدثین کے نزدیک یہ امر طے شدہ ہے۔

شارح بخاری علامہ قسطلانی، علامہ تفتازانی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والحق ان رضا یزید بقتل الحسين و
استبشاره بذلك و اهانته اهل بیت
النبي ﷺ مما تواتر معناه و ان كان
تفاصيلها احاداً
اور حق یہ ہے کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ پر یزید کا راضی
اور خوش ہونا اور اس کا اہل بیت کی توہین کرنا
معنی متواتر ہو چکا ہے اگرچہ اس کی تفصیل
احاد میں۔

(قسطلانی شرح بخاری ۵/۱۲۳)

ابن کثیر جن کے نام مکمل حوالے عباسی صاحب اپنی کتاب میں جا بجا پیش کرتے ہیں
اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں رقمطراز ہیں۔

و قد تقدم انه (یزید) قتل الحسين و
اصحابه علی یدی عبید اللہ بن زیاد۔
ہم یہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ یزید نے حسین رضی اللہ عنہ اور
ان کے رفقاء کو عبید اللہ ابن زیاد کے ہاتھوں
شہید کرایا۔

معرکہ کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت:

معرکہ کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بلاشبہ حق پر تھے چنانچہ ملا علی قادری شراح مشکوٰۃ
شرح فقہ الجبر فرماتے ہیں بخوف طوالت اصل عبارت کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ ”اور وہ جو بعض حائل
کہتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے تو یہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل اور شاید یہ خسار جیوں کی
بوکواس ہے جو راہ حق سے خارج ہیں۔“ (شرح فقہ الجبر ص ۸۷)

فقہ الجبر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہنے والا جاہل اہل سنت سے
خارج ہے۔ غاربی ہے۔

حقانیت حسین رضی اللہ عنہ پر ابن خلدون کی شہادت:

آئیے اب ہم عباسی صاحب کے محبوب و معتمد مورخ ابن خلدون سے حقانیت

حسین رضی اللہ عنہ پر گواہی پیش کرتے ہیں وہ اپنے مشہور مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

”لیکن حسین رضی اللہ عنہ تو جب یزید کا فسق اس کے زمانے کے سب لوگوں کے نزدیک ظاہر
ہو گیا تو کوفہ میں اہلیت کی جماعت نے حضرت حسین علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اہل کوفہ
کے پاس تشریف لائیں تو وہ سب ان کی اطاعت میں کھڑے ہو جائیں گے تب حسین رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا
کہ یزید کے خلاف کھڑے ہو جانا متعین ہے اس کے فسق کی وجہ سے بالخصوص اس شخص کے لئے
جس کو اس کی طاقت ہو۔“ (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۰)

ایک شبہ اور اس کا جواب:

اس موقع پر اس شبہ کو دور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جو بعض جعل ساز پیش کرتے ہیں
کہ اگر خروج میں حضرت؟؟ پر تھے تو عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنیفہ وغیرہ نے
ان کا ساتھ کیوں نہ دیا۔ کیا یہ سب صحابہ باطل پر تھے؟ تو اس کا جواب ابن خلدون سے سنئے تحریر
ہے۔

”اور جب یزید میں جو کچھ پیدا ہوا تھا پیدا ہو گیا یعنی فسق تو اس وقت صحابہ کے درمیان
اس کے معاملہ میں اختلاف ہوا۔ تو ان میں سے بعض نے اس وجہ سے خروج کو مناسب سمجھا اور
بیعت توڑ دی۔ جیسے حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ اور ان کے پیروکاروں نے کیا اور بعض نے خروج سے
انکار کیا کیونکہ اس میں فتنہ اور زیادتی قتل کا ہونا تھا۔ پھر وہ (اپنی رائے میں) اس ذمہ داری سے
سے عہد برآ بھی نہ ہو سکتے تھے کیونکہ اس وقت یزید کی طاقت بنو امیہ اور قریش کے ارباب بست و
کشاد نیز تمام قبیلہ مصر کی قوت تھی اور یہ ہر طاقت سے بڑی ہے جس کا مقابلہ نہ کیا جاسکتا تھا۔ پس اس
لئے یہ حضرات یزید کی خبر لینے سے رکے ہوئے تھے اور اس کے حق میں دعائے ہدایت پر اکتفا
کرتے ہوئے گوشہ عافیت کو اختیار کیا اور دونوں خروج کرنے والے اور نہ کرنے والے فریق مجتہد
تھے ان میں سے کسی ایک پر انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ان کے مقاصدوں کی اور طلب حق کے سلسلے
میں مشہور ہیں، خدا ہم کو ان کی اقتدا کی توفیق دے۔“ (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۷)

پس مسلمانوں کو یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہی راہ عدل و انصاف ہے اور اس میں

نجات ہے۔

دوسرا شبہ اور اس کا جواب:

یزید کی بدکرداریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے لوگ اس حدیث کا سہارا ڈھونڈتے ہیں کہ ”سب سے پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گا اس کی مغفرت کر دی گئی ہے اور یزید نے سب سے پہلے قسطنطنیہ پر جہاد کیا اس لئے وہ مغفور ہے (گویا قسطنطنیہ) پر جہاد کرنے والے کو اب آزادی ہے کہ وہ اسلام کی جو پس کاٹ ڈالے۔ نبی کی اولاد کو شہید کرے یا مسجد نبوی ﷺ کی بے حرمتی کرے۔ شراب پینے یا نمازیں چھوڑے پس آزادی ہے۔ (معاذ اللہ) تو اس کا جواب یہ ہے کہ قسطنطینی شارح بخاری نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا کہ اس بشارت سے مراد یہ ہے کہ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ پھر اس جنگ کے بعد بھی اگر اہل مغفرت سے رہا تو بخش دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ غور کرنا چاہئے کہ اگر اس غزوہ کے شرکاء سے کوئی مرتد ہو جاتا تو کیا وہ بھی مغفور لہم کی بشارت کا مستحق ہوتا۔ جہلب نے اس حدیث سے یزید کے مغفور ہونے پر استدلال قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن علماء و شراح حدیث نے اس کے استدلال کو باطل ثابت کر دیا۔ ملاحظہ ہو (عمدة القاری و قسطنطینی یہی حدیث) اہل انصاف کے لئے وہی کافی ہے، لیکن پھر بھی کسی نہ تو اسے معتبر ترین تاریخ ابن اثیر سے معاملہ ہی صاف ہو جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

اور اسی سن میں اور کہا گیا کہ ۵۰ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا لشکر روم کے علاقہ میں بھیجا اور امیر لشکر سفیان بن عوف کو بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو جنگ میں ان کے ساتھ شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیٹھ رہا اور حیلے بہانے شروع کئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے بھیجنے سے رک گئے اور اس لشکر میں لوگوں کو سخت بھوک اور مرض کی مصیبت آ پڑی تو یزید نے خوش ہو کر کہا کہ مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر یہ بخار اور تگی کی بلائیں فرقہ وند (جسگہ کا نام) میں آ پڑیں جبکہ میں یرقران (جگہ) میں اونچی سند پر تکیہ لگائے ام کلثوم کو اپنے پاس لئے بیٹھا ہوں۔ یزید کے یہ اشعار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچے تو قسم کھائی کہ اب بخدا میں یزید کو اس جہاد میں سفیان بن عوف کے پاس روم کی زمین میں ضرور بھیجوں گا تاکہ اس پر بھی وہ مصائب آئیں جو دوسروں کو درپیش ہیں۔ (ابن اثیر ص ۱۹۷ ج ۳)

حوالہ بالا میں روز روشن کی طرح چند امور واضح ہوئے۔

(۱) قسطنطنیہ کے لشکر کا امیر یزید نہ تھا بلکہ سفیان بن عوف تھے۔

(۲) یزید برضا و رغبت جہاد میں شریک نہ ہوا بلکہ اسے تو سزا کے طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زبردستی بھیجا ورنہ تو وہ جان چرا رہا تھا، پس ایسا شخص مغفور لہم کی فہرست میں کیونکر آ سکتا ہے۔ یہ تو مجاہدین کے لئے بشارت تھی اور یزید ہرگز بھی بحیثیت مجاہد شریک نہ ہوا۔

(۳) یزید کی عیش پرستی، زن مریدی کا حال واضح ہوا نیز معلوم ہوا کہ وہ اسلامی احساسات اور اسلامی جذبات سے کس درجہ عاری تھا۔ اسے مسلمان کے دکھ درد سے کیا واسطہ اسے تو ام کلثوم کا آغوش چاہئے تھا۔

یہ چند معتبر حوالہ جات اس مختصر رسالہ میں پیرد قلم کئے گئے تاکہ اہل سنت والجماعت تصویر کے دونوں رخ سمجھ لیں اور وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے کردار سے واقف ہو جائیں۔

محرم اور اس کی رسومات:

محرم کے بارے میں شاہ عبدالحق صاحب محدث رقمطراز ہیں۔
اس دن کسی اور جانب التفات نہ کرے۔

خبردار:

خبردار روافض کی بدعات میں مشغول نہ ہونا، مثلاً گریہ وزاری، ماتم نوہ وغیرہ۔ اسی طرح متعصب خاریجیوں کی بدعات سے بچو جو اہلبیت کی مذمت کرتے ہیں اور خوشیاں کرتے اور ایسے کپڑے پہنتے ہیں۔ بعض قسم قسم کے کھانے پکاتے ہیں۔ تعزیہ نکالنا، اس کی منت ماننا اور تعزیہ داری کے جلوس میں شرکت کرنا سخت گناہ ہے، تماشہ کے طور پر بھی نہ دیکھنا چاہئے۔ روافض کے جلوسوں میں جانا ان کی تقریریں سننا سب ناجائز ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور قلبی تعلق رکھنا حرام ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”شرح الصدور بحال الموقی والقبور“ میں ایک عبرتناک واقعہ لکھا کہ ایک شخص پر نزع کا عالم ماری ہوا لوگوں نے اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا مگر اس سے کلمہ ادا نہ ہوا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے تو اس نے بتایا کہ:

کنت اصحب تو مایا مودنی لشتعه ابی
ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے کا حکم
دیتے تھے۔ (شرح الصدور)

اندازہ لگائیے کہ ایسے لوگوں کی صحبت کس درجہ منسرف ہے۔ ان ایام میں اہلسنت و
الجماعت کے طریق کے مطابق واقعات شہادت سنائے جاتے ہیں۔ رافضیوں کی روایات
سے بچنا لازم ہے۔ محض زیب و دانتان کے لئے خرافات کا بیان کرنا گناہ ہے۔ محرم کی ۹ اور ۱۰
کو روزہ رکھنا چاہئے اس کی بہت تفصیل آتی ہے۔ اہل و عیال پر رزق میں وسعت کرنا
چاہئے۔ شاید اسی لئے کھڑا پایا جاتا ہے کہ ہر قسم کے دانے اہل و عیال و احباب کھائیں۔
شہداء کرام کی فاتحہ کرنا چاہئے۔ شربت پلانا، پانی پلانا یہ سب جائز ہے۔ روافض کی سبیلوں سے
پانی نہ پینا چاہئے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اس ادا سے نقل کریں جو کربلا کے میدان
میں سب سے اہم تھی اور وہ خبروں کے سايوں میں سجدہ کرنا ہے۔ مگر حیثیت ہے ان لوگوں پر جو جب
حسین رضی اللہ عنہ کے مدعی ہیں، مگر حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیمات سے یکسر غافل ہیں، لہو و لعب اور کھیل کھلونوں
میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب حبیب اللہ علیہ السلام کے صدقہ اہل بیت کی سچی محبت اور ان
کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سادات کی تعظیم کرنا، اللہ کا احسان سمجھ!

امام شیخ عبد الوہاب عارف شرعی قدس سرہ (متوفی ۹۷۳ھ) ”سنن کبریٰ“ میں
فرماتے ہیں:

”مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ میں سادات کرام کی بے حد
تعظیم کرتا ہوں۔ کم از کم اتنی تعظیم و تکریم کرتا ہوں جتنی والی مصر کے کسی بھی نائب یا لشکر
کے قاضی کی ہو سکتی ہے۔“ (صفحہ ۲۴۲)

سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ

شیخ الحدیث علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی

جل صداقت، جبل استقامت، روح حریت، صبر کا قلم، حقوق انسانی کے عرش مقام
منبر، سردار جوانان جنت امام عالی مقام سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ۳ ہجری
مدینہ الرسول میں ہوئی۔ آپ کے نانا جان سیدنا العالمین حضرت محمد مصطفیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کی والدہ
ماجدہ رسول کریم رضی اللہ عنہ کی نخت جگر سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں آپ کے والد ماجد مولیٰ
المسلمین امیر المؤمنین علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں آپ کے تایا جان غزوہ موتہ کے شہید جنت میں بلند
پرداز حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں آپ کے والد گرامی کے سگے چچا امجد اللہ و امجد الرسول سیدنا امیر حمزہ
رضی اللہ عنہ ہیں، امام حسین اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ آل ابراہیم و آل محمد کریم کے
فرد کامل ہیں یقیناً بالانساب ہیں۔ والد حب ہیں خاندان عالی وقار کی تاریخ ہی اعلا کلمتہ اللہ کھیلنے
قریبانوں سے عبارت ہے۔ مئی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح عظیم سے لے کر بدر و احد،
خندق و جنین سے ہوتے ہوئے کربلا معلیٰ تک سب عشق کی حرارت اور کار فرمائی ہے اور عشق الہی
میں بھرتیں گھروں کو لٹانا اور سروں کو لٹانا آل پاک کا وہ امتیاز ہے جس پر وحی الہی کی شہادتیں
موجود ہیں۔

صدق غلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق

معسرکہ وجود میں بدر و حسنین بھی ہے عشق

اس خاندان اہلبیت کو گنج شہداء کہنا زیبا ہے جس کے مردانِ عزم، کفر و طغیان کے
خلاف برسر پیکار جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے ہیں۔ امام عالی مقام اس گلشن وفا کے وہ گل
سر بہ ہیں کہ جنہیں حضرت محمد مصطفیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا بھول قرار دیا۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ دنیا میں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین
رضی اللہ عنہ میرے بھول ہیں۔ (صحیح بخاری۔ جامع ترمذی)

اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سو گئے اور فرماتے مجھے ان دونوں سے محبوب کریم علیہ السلام کی خوشبو آتی ہے۔ کیوں نہ ہوتا جب رسول اللہ ﷺ امام حسین رضی اللہ عنہ کو وجود اطہر کا جوہر بلکہ وجود امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی صفات طیبہ کا ظہور قرار دیتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن مرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھے حسین رضی اللہ عنہ بچوں میں سے ایک خاص بچہ ہے۔ (جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ)

اس پر علو مرتبت کا اندازہ سید الانبیاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت امامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات کو کسی حاجت کے لیے کاشانہ نبوت میں حاضر ہوا نبی کریم علیہ السلام نے کوئی چیز جسم اقدس سے لٹکائی ہوئی تھی جسے میں سمجھ نہ سکا جب میں حاجت سے فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے کیا اٹھا رکھا ہے آپ نے اس پر سے کپڑا ہٹا دیا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی کمر مبارک پر تھے آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو ان سے محبت کرے۔ (جامع ترمذی)

اللہ جل شانہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسین رضی اللہ عنہ کے اجاود مبارک کو ان کے نانا جان کے وجود مطہر سے کامل درجہ مشابہت عطا فرمادی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ سر سے سینے تک رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے قدمین تک رسول اللہ ﷺ سے مشابہ ہیں۔ (جامع ترمذی)

امام حسین رضی اللہ عنہ عالی مقام ابن رسول ہیں خوشبوئے رسول ہیں وجود باجود اشہ بالرسول ہے ان سے محبت رسول اللہ ﷺ سے محبت، اور رسول اللہ ﷺ سے محبت، اللہ جل شانہ سے محبت اور دعاء رسول کریم میں قبولیت ہر قسم کے ارتباب سے دراہے کہ حسین پاک رضی اللہ عنہ کا چاہنے والا اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہو جاتا ہے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا نام رسول پاک رضی اللہ عنہ نے رکھا ان کو کھٹی لعاب دہن اقدس کی دی ان کے کانوں میں آذان رسول پاک رضی اللہ عنہ نے دی سات سال کی عمر مبارک میں آل رسول ﷺ کے امتیازی شعور کے ساتھ رسول پاک رضی اللہ عنہ سے شرف صحابیت، سماع حدیث، رسول اس پر مزید روایت حدیث رسول کا شرف، سرور انبیاء رضی اللہ عنہ کا فیضان نظر بھی، مکتب فاطمہ کی کرامت بھی، باب شہر علم کی تعلیم و تربیت بھی۔ خلیل اللہ علیہ السلام کے آل ابراہیم کے حق میں یہ دعا کہ

ان کو متقین کا امام و پیشوا بنایا اس شرف کے ساتھ حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ کا قافلہ سالار عشق اور امام اور العزم ہونامی ان کا عالی منصب ہے جس پر وہ فائز ہوئے کارزار ہستی میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اس عالی اور نازک منصب کو جس عزیمت سے نبھایا تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہے گی۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ملکیت جبر و استبداد آمریت کے خلاف اپنی مجتہدانہ بصیرت سے سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کی بلندی اور ظلم و جور کے عفریت کا چرخہ مسدود کرنے کی وہ عزیمت دکھادی جو دروہ حاضر کے عقلی حیلوں بہانوں اور بے عملی کے مارے ذہنوں کی فسک و بخت سے بہت بلند ہے۔ جو مدت طویل سے محض انقلاب کے خوابوں میں اوجھ رہے ہیں۔ حسینی کردار میں ابراہیمی سیرت جلوہ گر ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نسرود میں عشق

عقل ہے محو تاشائے لب بام ابھی

عصر حاضر میں اسلام اور مسلمان اور جریۃ عالم پر پھیلی ہوئی امت مسلمہ غور کرے عقیدہ توحید بھی وہی، دین اسلام بھی وہی، تلاوت قرآن بھی وہی، پیغام رسالت کی تبلیغ میں امت سرگرم لیکن امت کی زبوں حالی و انحطاط کچھ تو ہے جو ملت اسلامیہ کے ارباب قلب و فکر کو پریشان کیے رکھتا ہے نباض قوم اقبال اس کا واضح سبب بتا رہے ہیں۔

قافلہ محباز میں ایک حسین رضی اللہ عنہ بھی نہیں

گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ

نبی اکرم نور مجسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی اولاد کو تین اچھی عادتوں کی تربیت دو۔

۱۔ اپنے نبی کریم رضی اللہ عنہ سے محبت۔

۲۔ اہل بیت سے محبت اور

۳۔ قرآن مجید پڑھنے کی تعلیم

(جامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۱۳ منہ الفردوس لدینی، کبر اعمال، علموا اولادکم حبہ رسول اللہ صفحہ ۲۴)

شہزادہ گلگوں قبا سیدنا امام حسین علیہ السلام

کلام اقبال کی روشنی میں

سجاد حسین آحیر

نواسہ رسول جگر گوشہ بتول سید الشہداء سیدنا امام حسین علیہ السلام کی لازوال قربانی اور حق و باطل کا معرکہ تاریخ انسانی کا وہ ناقابل فراموش واقعہ ہے جسے کوئی بھی صاحب شعور انسان نظر انداز نہیں کر سکتا۔ بعض اہل علم کے مطابق شعر اور شاعر کا لفظ بھی شعور سے مشتق ہے، لہذا جو جتنا باشعور ہوگا اس کے اشعار میں اتنی ہی گہرائی اور وسعت ہوگی۔

شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رضی اللہ عنہ عصر حاضر کے وہ عظیم شاعر ہیں جن کی شاعری عقل و شعور اور بلندی افکار و تجلی سے مزین ہے۔ لہذا یہ ناممکن ہے کہ علامہ اقبال جیسی حساس شخصیت، واقعہ کربلا کو نظر انداز کر دے۔ پس مشرق کے بلند پایہ شاعر، مفکر اور عاشق رسول علامہ اقبال رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کے فکرو فن میں واقعہ کربلا کو بنیادی اہمیت حاصل ہونی چاہیے تھی۔۔۔۔۔ جو یقیناً ہے۔ اگرچہ علامہ اقبال رضی اللہ عنہ نے مختلف نظموں اور غزلوں میں فرزند زہرا۔۔۔۔۔ حماسہ ساز کربلا۔۔۔۔۔ شہدائے کربلا کی جاں سپاری اور قربانی کا ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔ تاہم رموز بے خودی میں اشعار کا ایک تسلسل در معنی حریت اسلامیہ و سرحد کربلا کے عنوان کے تحت قلمبند کیا ہے۔

آپ نے واقعہ کربلا بیان کرنے سے پہلے توحید کی آفاقی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص ذات باری کے ساتھ اپنا عہد و پیمان قائم کرتا ہے اس کی گردن ہر دوسرے معبود کی پرستش سے آزاد ہو جاتی ہے۔ یعنی جو لوگ توحید خالص کے ماننے پر ثابت قدمی دکھاتے ہیں وہ مردودوں، فرعونوں اور یزیدوں کے سامنے کبھی نہیں جھکتے۔

ہر کہ پسیمال با ہو الموجد بست

گردش از بند ہر معبود رست

علامہ اقبال رضی اللہ عنہ کے نظام فکر میں درجنوں موضوعات کو اہمیت حاصل ہے۔ ان موضوعات میں عشق و عقل کا موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے نزدیک عشق و ایمان کی پہچان، محبت کی

استواری، یقین کی فراوانی اور اپنے مقصد کے ساتھ گہری وابستگی کا نام ہے۔ عشق جنون ہے جو عاشق کو نتائج سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

عشق کے مقابلے میں ایک دوسری طاقت عقل ہے۔ اقبال عقل کی عظمت، افادیت اور ضرورت سے منکر نہیں۔۔۔۔۔ لیکن وہ عقل کی ایک قسم کو عیار سمجھتے ہیں جو سو بھیس بدل لیتی ہے۔ اس کا کام خود پرندی۔۔۔۔۔ انانیت۔۔۔۔۔ انکار۔۔۔۔۔ تردد۔۔۔۔۔ تکلیک۔۔۔۔۔ ہوس رانی۔۔۔۔۔ اور کثرت نعمت کی جستجو ہے۔ یہ عموماً ہوس، لالچ، مادیت، محبت دنیا اور عیش و عشرت پر انسان کو آمادہ کرتی ہے۔ عقل کی یہ شکل آدمی کو ظالم و جابر اور غاصب و مفاک بنا دیتی ہے۔ عقل کی دوسری صورت میں غور و فکر، تدبیر، حکمت اور مسائل سے آگہی ہے۔ اقبال کے نزدیک جب عقل حرص و ہوس کے دائرے میں رہ کر فعال ہوتی ہے تو انسانی وجود کی قبائے شرافت ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے اور انسان نوع انسانی کا صیاد بن جاتا ہے اور جب یہی عقل، عشق کے جذبات سے سرشار ہو جاتی ہے تو انسان، نسل انسانی کا محافظ اور خیر خواہ ثابت ہوتا ہے۔ اقبال نے عشق کی مدحت یوں کی ہے

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فسو

عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام

عہد و بک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو

عشق خود اک سیل ہے، سیل کو لیتا ہے تھام

عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا

اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

علامہ اقبال رضی اللہ عنہ عشق و عقل کا موازنہ عالمانہ اور فلسفیانہ انداز میں کرنے کے بعد واقعہ کربلا کے بارے میں فرماتے ہیں۔۔۔۔۔ کیا تو نے سنا ہے کہ میدان کربلا میں عشق نے ہوس پرورد عقل کے ساتھ کیسے نبرد آزمائی کی؟۔۔۔۔۔ یہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کی علامت ہیں اور یزید ہوس پرورد عقل کی علامت بن کر سامنے آتا ہے۔

آن شنید یستی کہ ہنگام نبرد

عشق با عقل ہو س پرورد چہ کرد

آپ ساجد کربلا کی شاعرانہ اور عاشقانہ تفسیر سے پہلے امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدح میں رطب

الزمان ہوتے ہیں وہ عاشقوں کا امام، فاطمہ سلام اللہ علیہا کا فرزند، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کا سرو آزاد ہے۔

آں امام عاشقاں پُور ہول
سرو آزادے ز بُستانِ رسول

امام حسین علیہ السلام صوہ ہستی میں جن کے لئے جناب غاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک بطور سواری پیش ہوا کرتے تھے۔

بہر آں شہزادۂ خیر الممل
دوش ختم المرسلین نعم الجمل

عشق غیور ان کے خون سے باغیرت ہے۔ کربلا کے واقعہ سے اس موضوع میں حسن اور رعنائی پیدا ہو گئی ہے۔

سرخ رو عشق غیور از خون او
شوقی این مصرع از مضمون او

اس امت اس امام عالی مقام کی وہی حیثیت ہے جو قرآن میں سورہ اخلاص کی ہے۔ جیسے یہ سورہ قرآن کی تعلیمات کا چھوڑ اور سلاہ ہے، ایسے ہی امام حسین علیہ السلام کی ذات بھی تعلیمات اسلامیہ کا سلاہ ہے۔ سورہ اخلاص میں توحید پیش کی گئی ہے جو قرآنی تعلیمات کا مرکزی نکتہ ہے اسی طرح امام حسین علیہ السلام کو بھی امت میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

در میان امت آں کیواں جناب
بھو حریف قل هو اللہ در کتاب

واقعہ کربلا کی تاریخی حقیقت اور اس کے تاریخ امت پر اثرات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حقیقت ابدی ہے مقام شیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کوئی و شامی

حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی روز ازل سے جاری ہے۔ اس کشمکش میں مجاہدین کی قوت بازو سے حق کا غلبہ ہوتا ہے اور باطل شکست و نامرادی سے دوچار اس کی ایک مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو دعوت حق کے راستے پر گامزن ہیں اور یہ عمل فرعون کو کافی گراں گذر رہا ہے۔ وہ

موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کو راجح سے بھانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے، یہاں پر اسی موسیٰ علیہ السلام کا وارث حسین علیہ السلام، یزید کے اقتدار سے متصادم ہو کر اپنی، اپنے اصحاب اور اہل خانہ کی جان کی بازی لگا رہا ہے۔ ہاں ہر امام حسین علیہ السلام خاک و خون میں لت پت ہو گئے۔۔۔۔۔ ان کے جسم اقدس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔۔۔۔۔ ان کا سر مقدس کربلا سے دمشق لے جایا گیا۔۔۔۔۔ ان پر فرات کا پانی بند کر دیا گیا۔۔۔۔۔ لیکن اقبال فرماتے ہیں کہ جب خلافت کا تعلق قرآن سے منقطع ہو گیا اور مسلمانوں کے نظام میں حریت فکر و نظر باقی نہ رہی تو اس وقت امام حسین علیہ السلام اس طرح اٹھے جیسے جانب قبلہ سے گھنچوڑ گھٹا اٹھتی ہے۔ یہ بادل وہاں سے اٹھا۔۔۔۔۔ کربلا کی زمین پر برسا۔۔۔۔۔ اور اسے لالہ زار بنا دیا۔

چوں خلافت رشتہ از قرآن گینت

حریت را زہر اندر کام ریخت

خاست آن سر جلوہ خیر الام

چوں محاب قبلہ باراں در قدم

بر زمین کربلا بارید و رفت

لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت

اگر ان کے سامنے اقتدار، اختیار اور سلطنت غرض و غایت ہوتی تو وہ قطعاً بہتر (۷۲) افراد کی جماعت کے ساتھ یزیدی سلطنت کی طرف رخ نہ کرتے۔ ساتھیوں کی تعداد کے اعتبار سے ہی دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مخالفین کا لشکر لا تعداد تھا لیکن آپ کے ساتھ صرف بہتر (۷۲) نفوس تھے۔ یہاں علامہ اقبال نے یزداں کے عدد (۷۲) کا حوالہ دیا ہے۔

مدعایش سلطنت بودے اگر

خود بخودے با چنیں سامان سفر

دشمنان چوں ریگ صحرا لاتعد

دوستان او بہ یزداں ہم عدد

مومن کی تلوار ہمیشہ دین کے غلبہ و اقتدار کے لئے اٹھتی ہے، ذاتی مفاد کے لئے نہیں۔ اس کا مقصد آئین اور قانون کی حفاظت ہوتا ہے۔

تبغ بہر عزت دین است و بس
مقصد او حفظ آئین است و بس
مسلمان اللہ کے سوا کسی کا محکوم نہیں ہوتا اس کا سر کسی فرعون کے سامنے نہیں جھکتا۔

ما سوا اللہ را مسلمان بندہ نیت
پیش فرعونے سرش افگندہ نیت

اقبال کی نظر میں امام حسین علیہ السلام حق و صداقت کا وہ میزان ہیں جو ہر دور میں حق و باطل کی کوئی ہیں۔ تاریخ میں ملتا ہے کہ جب یزید نے مدینہ منورہ کے والی ولید اور مروان کے ذریعے امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ کیا تو آپ نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا جو حریت پسندی کے لیے ہمیشہ نصب العین بنا رہے گا۔ آپ نے فرمایا تھا:

مَقِيلٌ لَا يُبَايِعُ مَعِيْلَهُ
”مجھ جیسا شخص یزید جیسے بیعت نہیں کر سکتا۔“

علامہ اقبال نے اسی مفہوم کو ایک اور شعر میں یوں ادا کیا ہے

موی و فروع و شیر و یزید
این دو وقت از حیات آید پدید
علامہ اقبال علیہ السلام واقعہ کربلا کو اسلام کی بقا کا ضامن قرار دیتے ہیں اور بے ساختہ بول اٹھتے ہیں۔

زندہ حق از قوت شیریں است
باطل آخر داغ حسرت میریں است

علامہ اقبال امام حسین علیہ السلام کو قلم و استبداد کے خلاف ایک مثالی کردار بنا کر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے قیامت تک قلم و استبداد کے راستے بند کر دیئے اور اپنے خون کی سیرابی سے رگزاروں کو چمنستان بنا دیا۔

تا قیامت قلع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد

اقبال کے نزدیک حسین پاک علیہ السلام کا عزم و استقلال پہاڑوں کی مانند مضبوط اور استوار تھا اور وہ اپنی تلوار کو دین حق کی عورت و بقاء کے لئے استعمال کرنا چاہتے تھے۔

عزم او چوں کوہارال استوار
پایدار و تند سیر و کامگار
انہوں نے باطل قوتوں کے خلاف انکار کی شمشیر نیام سے باہر نکالی اور طاغوتی طاقتوں کی رگوں سے خون بہا دیا۔

تبغ لاچوں از میاں بیسروں کشید
از رگ از باب باطل خوں کشید

ان کے مقدس خون نے ایک خوابیدہ ملت کو نئی گرمی اور بیداری عطا کی اور صحرائے کربلا پر
الا اللہ کا نقش ثبت کر کے ہماری نجات کا سرنامہ تحریر کیا۔

خون او تفسیر این اسرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوان نجات ما نوشت

قرآن کے جذبہ جہاد کا راز ہم نے حسین علیہ السلام سے لیکھا۔ ان کی ذات سے ہم نے کئی ہدایت کے مینار روشن کئے۔

رمز قرآن از حسین آموختیم
بہ آتش او شعلہ ہا اندوختیم

علامہ اقبال علیہ السلام کی شاعری میں امام حسین علیہ السلام اور کربلا۔۔۔ قلم و ستم کے خلاف استقامت اور اسلام کے حقیقی رہبر کی نشاندہی کا ایک استعارہ ہے۔ وہ کربلا اور امام عالی مقام علیہ السلام کو حق و وحدت کا معیار اور حق و باطل کا میزان قرار دیتے ہیں۔ ان کی حق شناس آنکھ کربلا کے واقعہ کو ایک تاریخی واقعہ کے طور پر نہیں دیکھتی بلکہ وہ امام حسین علیہ السلام کی صدائے احتجاج اور ان کی لازوال قربانی کو اسلام کی بقا اور حیات قرار دیتے ہیں۔

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است

علامہ اقبال علیہ السلام واقعہ کربلا کو حق و باطل اور خیر و شر کے فقید المثال معرکے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ وہ اس واقعہ کے بنیادی کردار حسین پاک علیہ السلام کے صبر کو عشق کا نشانہ راہ

مانتے ہیں۔ صدقِ غلیل، صبرِ حسین اور معرکہ بدر و حنین یہ سب کچھ اقبال کے نزدیک ایمان و عشق کی کیفیات کا عملی مظہر ہے۔

صدقِ غلیل بھی ہے عشق، صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اقبال کہتے ہیں کہ ہمارے وجود کی جنبش ان کی ذات سے قائم ہے۔ مسلمانوں کی کئی سلطنتیں قائم ہوئیں اور مٹ گئیں۔ بنی امیہ کی سلطنت دمشق میں ہو یا ندلس میں بنی عباس کی کئی صدیوں پر محیط حکومت، وہ اپنے بھرپور عروج کے بعد ختم ہو گئیں لیکن داستانِ کربلا ابھی تک زندہ ہے۔ ہمارے تاریخیات میں پوشیدہ نئے اسی مضرب سے بیدار ہوتے ہیں، امام حسین علیہ السلام نے تکبیر کی جو آواز بلند کی تھی اس سے ہمارے ایمانوں میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔

شوکتِ شام و فجر - بغداد رفت
سطوتِ غمرناطہ ہم از یاد رفت
تار ما از زخمِ اشک لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیر او ایساں ہنوز

حکیم الامت علامہ اقبال علیہ السلام جہاں واقعہ کربلا کے حماسی اور انقلابی پہلو کو انتہائی خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں وہاں کربلا کے لائقِ ودق محسوس میں نواسہ رسول ﷺ کی مظلومیت آپ کو بے تاب کر دیتی ہے۔ غمِ حسین علیہ السلام میں اپنے گریے اور آہ و زاری کی طرف اشارے کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

رونے والا ہوں شہید کربلا کے غم میں
کیا درِ مقصد نہ دیں گے ساتی کوڑ مجھے

اے بادِ صبا، اے دور ہنے والوں کا پیغام لے جانے والی ہوا، ہمارے آنسو اس مقدس زمین تک لے جا جہاں وہ آرام فرمائیں۔

اے صبا اے پیکِ دور افتاد گاہ
اشکِ ما بر خاکِ پاک اور سداں

علامہ محمد اقبال علیہ السلام امتِ مسلمہ کو بیدار کرنے کے لیے کردارِ حسینی انجام دینے کی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ امت کی تمام تر مشکلات کا حل کردارِ شبیری ادا کرنے میں مضمر ہے۔

نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت

حضرت علامہ خواجہ محمد سلیمان قمر قادری ☆

وقتِ سلطان و مسیر از لا الہ ہیت مسرور فقیر از لا الہ
فقر گریاں گری بدر و حنین فقر عسریاں بانگِ تکبیر حسین
(علامہ اقبال علیہ السلام)

میں کیا! میری اوقات اور بساطِ کیا! کہ میں اپنی طرف سے اس شہزادہٴ سادات پر سیکر
اخلاق، نشانِ ہدایت، سیدِ اہل جنت، سردارِ کربلا، دلہنہٴ مرتضیٰ، جسکے گوشہٴ سیدہٴ بتول، راحتِ قلب
رسول ﷺ حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس و مقدس، مظہر، منور، معطر میں چند الفاظ زیرِ
قلم لاسکوں۔

خود سرکارِ دو عالم نور محمد، شفیعِ عظیم، احمدِ محبتی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے فسادِ امن کی
روشنی میں اپنی شفاعت کا وسیلہ تلاش کرتے ہوئے امام عالی مقام علیہ السلام کی بارگاہِ بے کس پناہ میں
ندرانہ عقیدت پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ مگانِ رسول ﷺ اور آلِ رسول ﷺ کی
فہرست میں میرا نام بھی شامل ہو جائے۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر توشہٴ آخرت اور کوئی چیز بھی
نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ اور آلِ رسول ﷺ کے ساتھ محبت ہی درحقیقت آخرت میں بخشش کی
ضمانت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ
جَدًّا وَحَدَّثَةً؛ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ
عَمَّا وَكَفَّةً؛ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ قَالَا
وَعَالَةً؛ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے
لوگو! کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ
دو جو (اپنے) نانا، نانی کے اعتبار سے سب
لوگوں سے بہتر ہے۔

أَبَا وَأُمَّا، هُمَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ جَدُّهُمَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَجَدُّهُمَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أُمُّهُمَا
قَاطِئَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَبُوهُمَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
وَعَتَّتُهُمَا أُمُّ هَانِي بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ
وَحَالَهُمَا الْقَاسِمُ بْنُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَالَهُمَا زَيْنَبُ وَرَقِيَّةُ
وَأُمُّ كُلُّوْمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ جَدُّهُمَا فِي
الْجَنَّةِ وَعَتَّتُهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَحَالَهُمَا فِي
الْجَنَّةِ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ

(طبرانی)

ان کے نانا رسول اللہ ﷺ، ان کی نانی
خدیجہ خویلد بنی النخع، ان کی والدہ فاطمہ سلام اللہ
علیہا بنت رسول اللہ ﷺ، ان کے والد علی بن
ابی طالب علیہ السلام، ان کے چچا جعفر بن
ابی طالب رضی اللہ عنہ، ان کی پھوپھی ام ہانی بنت
ابی طالب، ان کے ماموں قاسم بن رسول
اللہ اور ان کی خالہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں
زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان کے نانا،
والد، والدہ، چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ
(سب) جنت میں ہوں گے اور وہ دونوں
(حسین کریمین علیہ السلام) بھی جنت میں
ہوں گے۔

اندازہ فرمائیے! جس ہستی کے حب و نسب کا یہ مقام ہو اس جیسی کائنات میں کوئی
دوسری ہستی کیسے ہو سکتی ہے۔ اور پھر ان کی موت عین ایمان ہے۔ انہیں سے دین محمدی ﷺ کا

چراغ روشن ہے۔

خود سرکار اور قرار تاجدار مدینہ بسر و قلب و سینہ سید دو عالم ﷺ نے اپنی محبت کا اظہار
اس طرح حسین کریمین علیہ السلام سے فرمایا کہ کائنات ارض و سماوی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔
آئیے چند احادیث اس ضمن میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔
سیدنا مولائے کائنات، مولد کے جن و انس سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت

ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ
بِيَدِي حَسَنَ وَحُسَيْنَ فَقَالَ مَنْ أَحَبَّنِي
وَأَحَبَّ هَذَيْنِ وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مُعِي
هِيَ حَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ
(ترمذی)

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ
بے شک رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن
علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا
ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی
اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد
اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے
دن میرے ساتھ میرے ہی ٹھکانے پر ہوگا۔

ذرا سوچئے! جناب محترم کون سا ایسا عمل ہے رسول اللہ ﷺ اور آل رسول ﷺ کی محبت
کے سوا جن کے بارے میں رسول خدا ﷺ نے سرٹیفکیٹ دیا ہو۔ تو وہ قیامت کے دن کسی شخص
کو اس مقام تک پہنچا سکے گا۔

پھر آقائے دو جہاں ﷺ اس انداز سے محبت فرمائیں حسین کریمین علیہ السلام سے۔
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ يَمْشِي عَلَى أَرْبَعَةٍ وَعَلَى ظَهْرِهِ أَحْسَنُ
وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهُوَ يَقُولُ
نِعْمَ الْجَنُلُ يَجْلِكُمَا وَنِعْمَ الْعَدْلَانِ أَتَمَّا
(طبرانی)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت عالیہ
میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ چار
ٹانگوں (گھٹنوں اور دونوں ہاتھوں کے بل)
پر چل رہے تھے اور آپ ﷺ کی پشت
مبارک پر حسین کریمین علیہ السلام سوار تھے

اور آپ ﷺ فرما رہے تھے تمہارا اونٹ کیا خوب ہے؟ اور تم دونوں کیا خوب سوار ہو؟

پھر توجہ فرمائیے! قارئین کرام! آپ نے یہ ناز اور لاڈ کسی کا نہیں دیکھا ہوگا۔ دنیا میں اولاد کو والدین کے کندھوں پر سواری کرتے دیکھا ہوگا۔ مگر اس انداز سے سواری کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا اور پھر سواری بھی رسول خدا ﷺ خود ہوں۔ اور اس انداز سے حنین کریمین علیہ السلام کو سواری کرائیں۔ ظاہر ہے جب رسول خدا ﷺ یحییٰ کائنات میں کوئی ہستی نہیں ہو سکتی۔ کوئی شخص ان کے نعلین سے لمس ہونے والی ناک کے برابر نہیں ہو سکتا تو پھر حنین کریمین علیہ السلام جن سے آقا ﷺ اس انداز سے محبت فرمائیں! ان میں کوئی کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حُضْرَ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ نَازِ ادا فرما رہے تھے تو وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَى ظَهْرِهِ فَبَاغَدَهُمَا حُسن علیہ السلام اور حنین علیہ السلام آپ ﷺ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ لوگوں نے ان کو منع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ ان پر میرے مال باپ قربان ہوں۔

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوں اور آقا کریم ﷺ کی بارگاہ میں کوئی عرض کرنا چاہیں تو کلام یہاں سے شروع کریں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر ہمارے مال باپ قربان ہوں اور خود آقا کریم علیہ السلام کا حنین کریمین علیہ السلام سے محبت کا یہ عالم ہو کہ وہ حنین کریمین علیہ السلام سے فرمائیں تم پر میرے (محمد ﷺ) کے مال باپ قربان ہوں۔ اس سے زیادہ محبت کی شان نہیں دی جا سکتی کہ جن کے لئے ہر کائنات ہست خود تخلیق کی گئی۔ ان کا حنین کریمین علیہ السلام کے ساتھ محبت کا یہ انداز ہو۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُضْرَ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام، لِعَلِّيْ وَقَاطِطِةٍ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا۔ حضرت امام حن السَّلَامُ اَنَا حَزْبٌ لِّعَنْ حَازِبْتُمْ وَسَلَّمُ اور حضرت امام حنین علیہ السلام

لَمَنْ سَأَلْتَهُمْ سے فرمایا جس سے تم لاؤ گے میری بھی اس سے لڑائی ہوگی اور جس سے تم صلح کرو گے اس سے میری بھی صلح ہوگی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُضْرَ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا، حضرت امام حن علیہ السلام اور حضرت امام حنین علیہ السلام سے فرمایا: جو تم سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا اور جو تم سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کر دوں گا۔

ان دو حدیثوں کی روشنی میں دعوت فکر دینا چاہتا ہوں کہ مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ یا کربلا کا میدان جس جس شخص نے میرے آقا حنین علیہ السلام سے لڑائی کی۔ یا لشکر بھیجے لڑائی کے لئے۔ ان کی جنگ اس حدیثوں کی روشنی میں کیا امام عالی مقام کے ساتھ ہے۔ نہیں نہیں حقیقت میں ان کی جنگ سرکار عالم نور مجسم ﷺ کے ساتھ ہے اور جس کی لڑائی اور جنگ سرکار ابد قرار ﷺ کے ساتھ ہو اس کے سینے میں ایمان کہاں رہ سکتا ہے اور وہ جنت کا حقدار کیسے ہو سکتا ہے۔

لہذا زید کے حواری ذرا ہوش کے مانس لیں۔ اول رسول اللہ ﷺ کا مقدس خون بہانے والا مومن اور جنتی کہاں ہو سکتا ہے؟ وہ لاکھ عبادتیں اور ریاضتیں کرے پھر بھی جنت کا حقدار نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُضْرَ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ نے فرمایا اے بنو یٰأَيُّهَا عَبْدُ الْمُطَّلِبِ إِنِّي سَأَلْتُ اللَّهَ لَكُمْ فَلَا كَافَ أَنْ يُغَيِّبَ قُلُوبَكُمْ وَأَنْ يَهْدِي صَالَتَكُمْ، وَأَنْ يُعَلِّمَ جَاهِلَتَكُمْ، وَسَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُجْعَلَ لَكُمْ جُودَةٌ تُجَدِّدُ رَحْمَاءَ فَلَوْ أَنَّ رَحُلًا صَعَنَ بَيْنَ الرَّجَسِ وَالْمَقَامِ حُضْرَ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام، سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا۔ حضرت امام حن علیہ السلام اور حضرت امام حنین علیہ السلام

فَصَلَّى وَصَامَ ثُمَّ لَفِيَ اللَّهُ وَهُوَ مَبْعُضٌ
لِأَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
دَخَلَ النَّارَ

(المسجد رک الحاکم المجمع البیہر)

کرے۔ اور میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ
سے یہ بھی مانگنا ہے کہ وہ تمہیں سخاوت کرنے
والا، دوسروں کی مدد کرنے والا اور دوسروں
پر رحم کرنے والا بنائے۔ پس اگر کوئی مومن
کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے
اور پھر (مرنے کے بعد) اللہ تعالیٰ سے ملے
در احاطہ لیکہ وہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا
ہو تو وہ دوزخ اب دیکھیے! اگر کوئی شخص
محکم کعبہ میں کھڑا ہو اور پھر رکن یمانی اور
مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو۔ پھر قطار
میں حالت نماز میں ہو۔ اور روزہ دار بھی ہو
اب سوچیں عبادت کے لئے ساری روئے
زمین سے بہتر اجر و ثواب والی جگہ محکم کعبہ
ہے پھر پورے محکم کعبہ سے رکن یمانی اور
مقام ابراہیم کے درمیان والی جگہ بہتر پھر
نماز کی حالت اور روزہ دار بھی ہو اس سے
زیادہ عبادت کا تصور آپ کیا کر سکتے ہیں مگر
اس سب کے باوجود اگر دل میں اہل بیت کا
بغض ہو تو جہنمی ہے۔

اسی ضمن میں ایک دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ
أَبْغَضَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ حَسَرَةً اللَّهُ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ يَهُودِيًّا فَقُلْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى قَالَ
وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ أَتَيْتُهَا
النَّاسَ اخْتَجَرْتُ بِذَلِكَ مِنْ سَفَكِ دَمِهِ
وَأَنْ يُوَدِّيَ الْحِزْبَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ ضِعْفُونَ
مَثَلِ بَنِي أُمَيَّةٍ فِي الْبُطْنِ فَمَرَرْتُ أَصْحَابَ
الرَّيَاتِ فَأَسْتَعْفَفْتُ لِعَلِّي رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ وَشَيْعَتُهُ

(الحکم الاوسط)

ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ ہم سے مخاطب
ہوئے۔ پس میں نے آپ ﷺ کو فرماتے
ہوئے سنا۔ اے لوگو! جو ہمارے اہل بیت
سے بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے
دن یہودیوں کے ساتھ اٹھائے گا۔ تو میں
نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگرچہ وہ نماز،
روزہ کا پابندی کیوں نہ ہو۔ تو آپ ﷺ نے
فرمایا۔ اگرچہ وہ نماز اور روزہ کا پابندی کیوں
نہ ہو اور خود کو مسلمان تصور کرتا ہو۔ اے لوگو!
ایسا لبادہ اوڑھ کر اس نے اپنے آپ کو خود
خون کے مباح ہونے سے بچایا اور یہ کہ وہ
اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔ در احاطہ لیکہ وہ گھٹیا
اور ٹکینے ہوں۔ پس میری امت مجھے مسیری
ماں کے پیٹ میں دکھائی گئی۔ پس میرے
پاس سے جھنڈوں والے گزرے۔ تو میں
نے علی رضی اللہ عنہ اور اس کے مددگاروں
کے لئے مغفرت طلب کی۔

ذرا دیکھیے! خود رسول معظم ﷺ فرما رہے ہیں کہ جس شخص کے دل میں اہل بیت کا
بغض ہو تو بے شک روزہ دار اور نمازی ہو اور خود کو مسلمان تصور کرے۔ مگر بغض اہل بیت کی وجہ
سے اس کا حشر قیامت کے دن مسلمانوں کے ساتھ نہیں بلکہ یہودیوں کے ساتھ ہوگا۔ اہل بیت سے
بغض رکھنے والے شخص کے سینے میں ایمان نہیں رہ سکتا۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
لِلْعَاوِيَةِ بِنْتِ خُدْجٍ! يَا مُعَاوِيَةُ بِنْتُ خُدْجٍ!

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ
روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معاویہ بن

إِيَّاكَ وَبُغْضَنَا فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُبْغِضُنَا أَحَدٌ وَلَا يَحْسَدُنَا أَحَدٌ إِلَّا دِينًا عَنِ الْخَوْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَسْطِيطُ عَيْنُ نَارٍ (المجمع الاوسط - مجمع الزوائد)

خدیج سے فرمایا۔ اے معاویہ بن خدیج! ہم (اہل بیت) کے بغض سے بچو۔ کیونکہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم (اہل بیت) سے کوئی بغض نہیں رکھتا اور کوئی حسد نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ قیامت کے دن اسے آگ کے چاکوں سے حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا۔ یہ میرے آقا علیہ السلام کا فرمان ہے جو سیدنا امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ اہل بیت سے بغض و حسد رکھنے والا قیامت کے دن حوض کوثر سے سیراب ہونے سے محروم رہے گا۔ کیا حشر ہوگا ایسے شخص کا جسے آگ کے چاکوں سے مار مار کر حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا۔ اہل بیت ﷺ سے بغض و حسد رکھنے کے سبب۔

یہ سزا تو صرف اہل بیت ﷺ سے بغض رکھنے کی ہے کہ وہ دوزخی ہے جہنمی ہے اگرچہ وہ محسن کعبہ میں رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو روزے اور نماز کی حالت میں اور اس کا حشر قیامت کے دن یہودیوں کے ساتھ ہوگا۔ اگر وہ ظاہر مسلمانہ اور روزہ اور نماز کا پابند ہوں اور قیامت کے دن اسے حوض کوثر سے سیراب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ تو جنہوں نے کہ بلا میں تین دن معصوم بچوں کو بھوکا اور پیاسا رکھا۔ پھر قلم و ستم سے شہید کیا اور جس نے یہ سارا اپنی حکومت بچانے کے لئے کروایا۔ اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔ خدا کا غضب ہوا ایسے ملاؤں پر جو ابھی بھی دشمن حسین علیہ السلام کو مومن اور جنتی تصور کرتے ہیں۔

کچھ تو خونِ رسول ہاشمی علیہ السلام کی پاسداری بھی ہونی چاہیے۔

حضرت ابن ابی نعیم رحمہ اللہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَسَأَلَهُ عَنِ الْخُزْمِ، قَالَ شُعْبَةُ أَحْسِبُهُ يَقْتُلُ الدُّبَابَ، فَقَالَ أَهْلُ الْجَزَاوَةِ يَسْأَلُونَ عَنِ الدُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ بَنِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رِيحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا

(بخاری)

حضرت ابن ابی نعیم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ان سے حالت احرام کے بارے میں دریافت کیا۔ شعبیہ فرماتے ہیں میرے خیال میں احرام باندھنے والے کا مکھی کے بارے میں پوچھا ہوگا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اہل عراق مکھی مارنے کا حکم پوچھتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے نواسے (امام حسین علیہ السلام) کو شہید کر دیا تھا۔ اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ دونوں (حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام) ہی ہمارے گلشنِ دنیا کے دو پھول ہیں۔

حضرت عبدالرحمان بن ابی نعیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کپڑے پر مجھ کا خون لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کو دیکھو مجھ کے خون کا مسلہ پوچھتا ہے؟ حالانکہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا اور میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا۔ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہی تو میرے گلشنِ دنیا کے دو پھول ہیں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نَعْمٍ: أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ يُصِيبُ الْقُوتَ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا انْظُرُوا إِلَى هَذَا يَسْأَلُ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رِيحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا

(ترمذی و سنن)

بغض حسین علیہ السلام رکھنے والے کادین متین کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

حضرت زید بن ابوزیاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي زَيْلٍ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَمَرَّ عَلَى فَاطِمَةَ فَسَمِعَ حُسَيْنًا يَبْكِي، فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمِي أَنَّ بُكَاءَكَ يُؤْذِنِي

حضرت زید بن ابوزیاد سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر تشریف لائے اور سیدنا فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر کے پاس سے گزرے تو حضرت حسین علیہ السلام کو روتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا مجھے معلوم نہیں کہ اس کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

یاد رکھئے! رسول خدا ﷺ اور آل رسول ﷺ کی محبت کے بغیر قیامت کے دن کوئی چھٹکارا نہیں پاسکے گا خود مولائے کائنات ﷺ سے روایت ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَنَا وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَجِيئُونَا؟ قَالَ: مِنْ وَرَائِكُمْ (مسند رک الہامی)

حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے میں میں (عسلی علیہ السلام) فاطمہ، حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پیچھے پیچھے۔

ایک دوسری حدیث پاک جو مولائے کائنات ﷺ سے مروی ہے:

عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَا وَفَاطِمَةُ وَحَسَنُ وَحُسَيْنُ مُتَحَبُّونَ وَمَنْ أَحَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَأْكُلُ وَلَمْ نَرْبُ حَتَّى يُفَرَّقَ بَيْنَ

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں، فاطمہ سلام اللہ علیہا، حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اور جو ہم سے محبت کرتے ہیں قیامت کے

العباد (المعجم الکبیر)

دن ایک ہی مقام پر جمع ہونگے اور ہمارا کھانا پینا بھی اکٹھا ہوگا۔ تاآنکہ لوگ (حساب و کتاب) کے بعد جدا جدا کر دیئے جائیں گے۔

تو اہل بیت کرام علیہم السلام سے محبت کرنے والے قیامت کے دن بھی انہیں کے ساتھ ہوں گے۔ جب قیامت کا دن ہوگا نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ لوگ پریشان و مضطرب ہوں گے۔ حساب و کتاب ہو رہا ہوگا۔ اس دن رسول خدا ﷺ کی آل پاک سے محبت کرنے والے خوش و خرم ہوں گے۔ لوگ حساب و کتاب میں مصروف ہوں گے۔ پریشان حال ہوں گے۔ اور میرے آقا ﷺ کی آل بیت سے محبت کرنے والوں کی تواضع کی جارہی ہوگی۔ قیامت کے دن اللہ پاک اپنے حبیب ﷺ اور آقا کریم ﷺ کی آل پاک سے محبت کرنے والوں کو یہ جزا دے گا۔ اللہ پاک ہم سب کو آقا کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پاک کی محبت و عقیدت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور پر نور ﷺ نے فرمایا:

”مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو۔“

عرض کیا کیا ناقص درود کون سا ہے؟ فرمایا:

تم کہتے ہو: اللھم صل علی محمد

اور یہیں رک جاتے ہو بلکہ یوں کہا کرو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد

یعنی آل کا نام لئے بغیر پڑھنا ناقص اور آل کے نام کے ساتھ پڑھنا کامل درود

شریف ہے۔

(مواہق الحرقہ صفحہ ۱۱۴۲، امام ابن جریر مطہری، شرف النبی ﷺ صفحہ ۲۳ شیخ عبدالملک نیشاپوری)

معرکہ کربلا

آصف محمود خان

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
تو بی ہے تجھ پہ نعش جگر گوشہ بتول

اے فرات! تیرے کناروں پر جگر گوشہ بتول نور دیدہ علی مرتضیٰ، سوار دوش رسول سردار
جوانان جنت امام حسین علیہ السلام اپنے بہتر رفقاء کے ہمراہ ملکیت کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔
اس کے ساتھیوں کے اعضا ایک ایک کر کے کاٹے گئے۔ اس کے جوان بیٹوں،
بھتیجوں اور بھائیوں کو اس کی نظروں کے سامنے شہید کر دیا گیا۔ اور شیر خوار معصوم بچے علی اصغر کے
حلقوم کو تیروں سے چھید دیا گیا۔ لیکن سبط رسول کے پائے عوم و استقلال میں معمولی سی لغزش نہ
آئی۔ شجاعت و ایثار کا یہ ٹیکہ کہ گراں کی طسرح طاغوتیوں اور یزیدیوں کے مقابلہ میں ڈنار ہا۔ اس
نے علم اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔

اے خاک بنو! تیرے ذرے اس حسین علیہ السلام کے خون سے سیراب ہوئے جس
حسین علیہ السلام کی دینداری، بزرگی، شجاعت و ریاضت، غلامان سرور کو نین علیہ السلام کے لئے مشعل راہ
ہدایت رہی۔ جس حسین علیہ السلام نے محض اسلام کی برتری و عظمت اور اسلام کے زریں وغیر فانی
تعلیمات و اصولات کو زندہ رکھنے کے لئے نہ صرف اپنی بلکہ اپنے بہتر ساتھیوں کی جانیں نچھاور کر
دیں۔ ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا لیکن فتن و فجور، ظلم و استبداد، ملکیت و طمع عوینیت
کے سامنے سر نہ جھکایا۔ ظلم کی بیعت نہ کی، ملکیت کی اطاعت قبول نہ کی۔ وہ ایک اصول کی خاطر
بھوکا پیاسا ہزاروں کے لشکر سے ٹکرا گیا۔ اس نے تلواروں کی جھنکاروں، نیزوں کے حملوں اور
تیروں کی بارش کے درمیان لٹکار کر کہا۔

”پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھ سکتے ہیں، دریاؤں کے رخ بدل سکتے ہیں۔ گردش چسپ رخ میں
فرق آسکتا ہے۔ شمس و قمر طلوع و غروب کے مقامات تبدیل ہو سکتے ہیں۔ لیکن قرآن کی تعلیمات
اسلام کے اصول اور نبی علیہ السلام کے ارشادات میں سرمو تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ انہیں بدلنا نہیں

جاسکتا۔ ان میں ترمیم نہیں ہو سکتی۔ اسلام جمہور کا مذہب ہے اور دین فطرت ہے۔ اسلام نسل و رنگ
کی قدغیتوں اور بندھنوں سے آزاد ہے۔ اسلام اجازت دیتا ہے ایک حبشی کو اگر وہ نیک نہاد ہے۔
نیک اعمال ہے صاحب صوم و صلوٰۃ ہے۔ پابند شریعت حق ہے۔ اور تابع ارشادات نبوی
علیہ السلام ہے۔ تو وہ مسلمانوں کی رائے عامہ سے مسلمانوں کا خلیفہ بن سکتا ہے۔ اسلام نے قیصر اور
کسراؤں کی مخالفت کی ہے۔ اسلام نے دنیا سے طاغوتیت اور ملکیت کی بنیادوں کو بچ دین سے
اکھاڑ پھینکا ہے اس کے کھنڈروں پر جمہوریت کا قصر تعمیر کیا ہے۔ اسلام نے خلافت کو جدی میراث
قرار نہیں دیا اور جو لوگ خلافت کو جدی میراث بنا کر اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اسلام کے
اصولوں کے باغی ہیں۔ ایسے باغیوں کے سامنے سبط رسول گردن جھکا دے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا۔“

کون نہیں جانتا کہ کرب و بلا کی تانبے کی طرح پتی ہوئی ریت پر جوانان اہل بیت کی
تو پتی ہوئی لاشیں، خیموں سے العطش کی بلند ہوتی ہوئی دل دوز اور فسک کو بلا دینے والی
صدائیں، معصوم اصغر کی باپ کے بازوؤں میں مائی بے آب کی طرح تو پتی اور پھڑ پھڑاتی ہوئی
لاش اور نرم و نازک حلق سے خون کا بہتا ہوا دھارا۔ حسین علیہ السلام کے پائے اثبات اور عوم و استقلال کو
ڈمگا نہ سکا۔ تیروں کی بارش ہوتی رہی۔ نیزے، بھالے اور تلواریں چرے پر پر کا دیتی رہیں۔ لیکن
حسین موت کو دیکھ کر مسکراتے رہے اور گم کردہ راہ یزیدیوں کو حق کی طرف بلاتے رہے اور یزیدی
لشکر کی طرف سے حملے ہوتے رہے اور یزیدی کی بیعت کرنے کا مطالبہ جاری رہا۔ لیکن حسین علیہ السلام چٹان
کی طرح اپنے فیصلہ پر ڈٹے رہے انہوں نے نہایت واضح اور واضحکات الفاظ میں بتا دیا کہ:

”حسین علیہ السلام کا سارا کنبہ کٹ جائے اور اس کے اعضائے جسمانی کو ایک ایک کر کے
جدا کر دیا جائے لیکن یہ کبھی نہ ہوگا کہ حسین علیہ السلام یزید کے ہاتھوں پر بیعت کر کے دنیا میں فتن و فجور کی
حکومت قائم کرنے میں مددگار بنے۔ حسین علیہ السلام زندہ رہے یا شہید ہو جائے لیکن فتن و فجور، ظلم و
استبداد اور ملکیت و طاغوتیت کے سامنے جھک جائے اس کی بیعت کر لے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا نخل
اسلام کو اہل بیت اپنے خون سے پینچیں گے لیکن اسے خشک نہیں ہونے دیں گے۔“

حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ سر نیزہ پر چڑھایا گیا۔ شہداء کی لاشوں کو روندنا گیا۔ اہل بیت
کے خیموں کو لوٹا گیا۔ عابد بیمار کو باجھلا کر لیا گیا۔ خیموں کو نذر آتش کیا گیا۔ حرم اہل بیت کی
چادریں چھین لی گئیں اور ان بیبیوں کو جن کی شکل و صورت کبھی فرشتوں نے بھی نہیں دیکھی تھی۔ ان
کو بے نقاب کوفہ اور دمشق کے بازاروں میں پھرایا گیا۔ کوفہ کے ان ہزاروں باشندوں نے جنہوں

نے حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر بلایا اور بعد میں فریب کیا۔ دھوکا دیا اور فرار اختیار کی۔ انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جشن منایا۔ انہوں نے زر و دولت اور جاہ و چشم کے سامنے سر جھکا دے اور محض وقتی عیش و عشرت اور اعزاز کی خاطر امام وقت کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ لوگ مٹ گئے ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ تیرہ سو سال سے ان پر آسمان کے ستارے زمین کے ذرے اور اربوں انسان لعنتیں بھیج رہے ہیں لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ آج بھی زندہ ہیں اور ان کا نام قیامت تک زندہ رہے گا اور زندہ ہے۔

نہ یزد کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسین رضی اللہ عنہ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

میدانِ کربلا۔۔۔ ذبحِ عظیم کی تعبیر

سید محمد انور بخاری قادری (پشاور)

اسلامی سال کا آغاز ماہِ محرم سے ہوتا اور اختتامِ ذوالحجہ پر ہوتا ہے۔ ان دونوں ماہِ مبارک کی دس تاریخیں تاریخِ اسلام میں نمایاں شہرت و مقبولیت رکھتی ہیں۔ ماہِ ذوالحجہ کی وجہ شہرت حج بیت اللہ شریف کی عید الاضحیٰ کی بدولت ہے کہ پورے سال میں تمام دنیا کے مسلمان اسی ماہِ مبارک میں حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور اسی مہینے کی دس تاریخ کو پوری دنیا کے مسلمان عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حلال جانوروں کی قربانی کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت مبارکہ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے اپنے غلیل علیہ السلام کی اس قربانی کا ذکر خیر بڑی محبت سے فرمایا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب سے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا اکلوتا بیٹا اسماعیل علیہ السلام کو راہِ خدا میں قربان کرنے کا حکم ہوا تو آپ علیہ السلام فوراً اس کے لئے تیار ہو گئے اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو لٹا کر اس کے گلے پر چھری پھیر کر ذبح کرنے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچا لیا اور ان کی جگہ دنبہ بھیج دیا جو ذبح ہوا اور پھر امت محمدیہ علیہم السلام ہر سال اس قربانی کی یاد مناتے ہوئے معنوی لحاظ سے سنت غلیل علیہ السلام پر عمل درآمد کی کوشش کرتی ہے۔

جبکہ ذبحِ عظیم کی تفسیر و تعبیر اور حقیقی قربانی کی سعادت حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کو اولادِ امجاد میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جگر گوشہ بنوِ سلام اللہ علیہا، نور چشم مہرئی اور برادرِ اصغر حضرت امام حسن علیہ السلام جناب سید الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کے حصہ میں آئی۔ جنہوں نے دس محرم الحرام ۶۱ ہجری کو اسلام کی سربلندی اور یزیدی فتنہ کے سد باب کے لئے اپنی اور اپنے بہتر جاں نثاروں کی جائیں بارگاہِ الہی میں پیش کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رضی اللہ عنہ نے آنجناب علیہ السلام کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سادات کہنے کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ اولاد جو حضرت خاتونِ جنت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا سے ہے اسے ”سید“ کہتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ اولاد جو دوسری بیویوں کے بطن سے ہے اسے ”علوی“ کہتے ہیں سید نہیں کہتے جیسے محمد بن حنفیہ وغیرہم۔ یہ تمام فضاہل اس اولاد شریف کے ہیں جو حضرت خاتونِ جنت کے بطنِ اقدس سے ہوں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف میں یہ حضرات داخل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو ”سید“ دو وجہ سے کہتے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں شہزادوں حضرت حسین علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا: ”میرے حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام جو انسانِ جنت کے (سید) سردار ہیں۔“ یعنی جوانی میں جوفت ہوئے ان کے سردار ہیں۔ نیز امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: ”ابنیٰ ہذا سید“ یعنی میرا یہ فرزند سید (سردار) ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرادے۔ (صحیح بخاری، بیہقی، خاص بکری مترجم صفحہ ۲۹۶ جلد ۲)

(۲) دوسرے اس لئے کہ سید کے معنی میں سردار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے سید المرسلین۔ یہ حضرات ان کی اولاد ہیں تو رسولوں کے سردار کی اولاد بھی مسلمانوں کی سردار کہلاتی ہے۔ بحال اللہ!

آں امام عاشقان پور بتول سرور آزاد زبستان رسول
اللہ ہائے بسم اللہ پدر معنی ذبح عظیم آمد پس
سید الصادقین، امام الانبیاء، عالم علوم اولین و آخرین جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ
ﷺ نے مستقبل میں پیدا ہونے والے فتنوں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطلع فرمایا۔
احادیث نبوی ﷺ میں ان کی تفصیلات موجود ہیں۔ ایک حدیث شریف میں فتنوں کے آغاز کا ذکر
کرتے ہوئے پیارے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان فتنوں کے درمیان ایک دروازہ حاصل
ہے جب یہ توڑ دیا جائے گا تو یہ فتنے پانی کی لہروں کی طرح موجیں ماریں گے۔

اہل علم جانتے ہیں اس دروازے سے غیظ ثانی امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس مراد تھی۔ جب تک وہ زندہ رہے تو یہ فتنے بھی دبے رہے لیکن جب آپ
ﷺ شہید کر دیے گئے تو گویا وہ دروازہ ٹوٹ گیا جس کی طرف حدیث نبوی ﷺ میں اشارہ کیا گیا
ہے۔ چنانچہ جب یہ بند ٹوٹ گیا تو فتنے بھی امت محمدیہ رضی اللہ عنہم میں داخل ہونے لگے اور غیظ سوم
عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ انتہائی مظلومی اور بے بسی کے عالم میں شہید کر دیئے گئے۔ ان کے بعد
امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خلافت کی ذمہ داریاں نبھالیں اور باقی
تمام زندگی ان فتنوں کی سرکوبی کرتے ہوئے بسر فرمائی یہاں تک کہ جامع مسجد کوفہ میں آپ نے
بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی خلافت راہہ کی تیس سالہ مدت بھی اختتام کو پہنچی جس
کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا اور خلافت کی جگہ ملوکیت (بادشاہت) کا دور شروع ہوا۔ اور
پھر جوں جوں عہد نبوی ﷺ سے زمانہ دور ہوتا رہا تو فتنوں کو بھی عروج حاصل ہوتا رہا اور یہ فتنے
اس قدر بڑھے کہ دس محرم الحرام ۶۱ ہجری حضور نبی کریم ﷺ کے محبوب نواسے سید الشہداء امام عالی
مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کو میدان کربلا میں تین دن تک پیادہ مار مار کر شہید کر دیا گیا۔ ان
کے بیٹوں، بھائیوں، بھتیگوں، بھانجوں اور بہتر جاں نثاروں کو نہایت بے دردی اور شقی القسبی سے
شہید کر کے ان کے سر جموں سے جدا کر دیئے گئے اور ان کی مقدس لاشوں پر گھوڑے دوڑائے
گئے اور اس مقدس ترین طائفے کے مبارک سروں کو نیزوں پر اٹھا کر گلی گلی اور شہر شہر گھساتے
ہوئے یزید کے دربار میں لے جایا گیا۔

اس دردناک سانحہ کی اطلاع جب مدینہ منورہ میں پہنچی تو اہل مدینہ یزید کی ان ستم
ظریفیوں کے خلاف سراپا احتجاج بن گئے اور یزید کے خلاف بغاوت کر دی جسے فسر و کرنے کے

لئے یزید نے ایک فوج روانہ کی جس کی ظالمانہ کاروائیاں واقعہ حرہ کے نام سے تاریخ اسلام میں
درج ہیں۔ اس فوج نے مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ سے بجا دی اور اہل مدینہ کے خون سے
گیوں میں ندیاں بہا دیں۔ تین دن تک مسجد نبوی میں گھوڑے بندھے رہے، اذان نہیں ہوئی
اور نہ باجماعت نماز ادا کی گئی البتہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ مجذوب بن کر مسجد نبوی میں روپوش
ہو گئے۔ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی قبر انور کے اندر سے پانچ وقت اذان کی آواز آتی، پھر
اقامت ہوتی اور پیارے محبوب ﷺ خود بنفس نفیس نماز پڑھاتے، یوں اس طرح تین دن تک
میں نے حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز میں ادا کیں۔

مدینہ منورہ کو تباہ و تاراج کرنے کے بعد یزیدی لشکر نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا جہاں
عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ موجود تھے۔ وہ خانہ کعبہ کے اندر چلے گئے جو امن کی
جگہ ہے لیکن یزید کے ظالم اور بد بخت سپاہیوں نے متحقیق سے خانہ کعبہ پر پتھر برسانا شروع کر دیئے
جس کے نتیجہ میں خانہ کعبہ کے غلاف کو آگ لگ گئی اور خانہ کعبہ کی عمارت بھی جل گئی جبکہ عبد اللہ
بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

یہ سب یزید کے سیاہ کارنامے ہیں اور یہ پہلی صدی ہجری میں سامنے آئے جبکہ اس
وقت تاریخ اسلام کی پندرہویں صدی ہجری کا اٹھائیسواں سال شروع ہو چکا ہے۔ سوچیں اور غور
کریں کہ یہ فتنے کس قدر ترقی کر چکے ہیں اور موجیں مار رہے ہیں جن کا ذکر پیارے محبوب ﷺ
نے فرمایا۔ لہذا ان فتنوں کے سیلاب سے بچنے کے لئے کشتی نوح کی ضرورت ہے جو اس میں سوار
ہو جائے گا ان فتنوں کی لہروں میں غرق ہونے سے بچ جائے گا جس کا ذکر سید الصادقین رضی اللہ عنہ نے
یوں ارشاد فرمایا تھا: ”میری اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی مانند ہے جو اس میں سوار ہو گیا
اور جو سوار نہ ہو غرق ہو گیا۔“ یعنی اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کرنے
کی اشد ضرورت ہے اور ان کے ساتھ وابستہ رہنے کی انتہائی ضرورت ہے کیونکہ ان کا دامن قہام
لینے ہی میں نجات ہے۔

حسین کریمین علیہ السلام کی محبت کا صلہ جنت:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن ہم جناب رسول اللہ
ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا

پریشان حالی میں تشریف لائیں۔ پیارے محبوب ﷺ نے ان کو غم ناک دیکھ کر فرمایا: "تیرا باپ تجھ پر فدا ہو کیوں پریشان ہو؟ تو انہوں نے روتے ہوئے عرض کیا حسین کریمین علیہ السلام گھر سے غائب ہیں اور بہت دیر ہو گئی ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے اپنی جگر گوشہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ان کا رب تعالیٰ خالق و مالک ان پر تجھ سے اور مجھ سے زیادہ مہربان ہے۔ پھر اپنے دست مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی اے میرے پروردگار تو ان کی حفاظت فرما اور ان کو سلامت رکھ۔ فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ غمگین نہ ہو وہ دونوں حظیرہ بنی نجار میں آرام فرما رہے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور آرام و سکون کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے جو ان کی نگہداشت کر رہا ہے۔"

پیارے محبوب ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں حظیرہ بنی نجار تشریف لے گئے تو دیکھا کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے ساتھ لیٹے ہوئے سو رہے ہیں۔ فسرشتے نے اپنے ایک بازو کے پر ان کے نیچے بچھا رکھے ہیں اور دوسرے بازو کے پروں سے ان پر سایہ کیا ہوا ہے۔ سرور کونین ﷺ نے دونوں کو چومنا اور بیدار فرمایا پھر سیدنا امام حسن علیہ السلام کو اپنے دائیں کندھے پر بٹھالیا اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کو اپنے بائیں کندھے پر سوار کر لیا اور روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک صاحبزادہ مجھے دے دیں تاکہ میں اسے اٹھالوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نہایت عمدہ سواری ہے اور ان کی یہ نہایت عمدہ سواریں اور ان کا باپ ان سے بہتر ہے۔"

پھر جب آپ ﷺ مسجد نبوی پہنچے تو دونوں نواسوں کو اپنے مبارک کندھوں سے نیچے اتارا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا: "اے مسلمانوں کی جماعت! کیا میں تمہیں ان دو بچوں کے بارے میں آگاہ کروں جو از روئے نانا و نانی سب لوگوں سے بہتر ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا فرمائیں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں جن کا نانا اللہ تعالیٰ کا رسول اور خاتم النبیین ہے اور ان کی نانی حضرت ام المومنین خدیجہ بنت خویلد سلام اللہ علیہا جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔"

پھر فرمایا ان کے بارے میں آگاہ کروں جو تمام لوگوں سے از روئے ماں اور باپ کے بہتر ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ارشاد فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں کہ ان کا باپ حیدر کردار علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور ماں سیدۃ

نساء العالمین سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کیا ان کے بارے میں تمہیں آگاہ کروں جو سب لوگوں سے از روئے چچا اور چھو بھی کے بہتر ہیں تو صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں ان کے چچا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور چھو بھی حضرت ام ہانی بنت ابی طالب ہے۔ پھر سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ان کے بارے میں بتاؤں جو از روئے ماموں اور خالہ سب لوگوں سے بہتر ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور بتائیں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں جن کے ماموں حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ اور خالہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: "اے میرے پروردگار تو جانتا ہے کہ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام جنت میں ہوں گے اور جو ان سے بغض کرنے والے ہیں وہ بھی ان کے ساتھ جنت میں ہوں گے اور جو ان سے بغض رکھے گا اس کا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا۔"

(مولانا عبید اللہ ام تہری، اربع المطالب، صفحہ ۳۰۶-۳۰۷)

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے صدقہ میں ہمیں حسین کریمین علیہ السلام کی محبت نصیب فرمائے اور ان کے بغض سے اپنی امان میں رکھے۔ آمین!

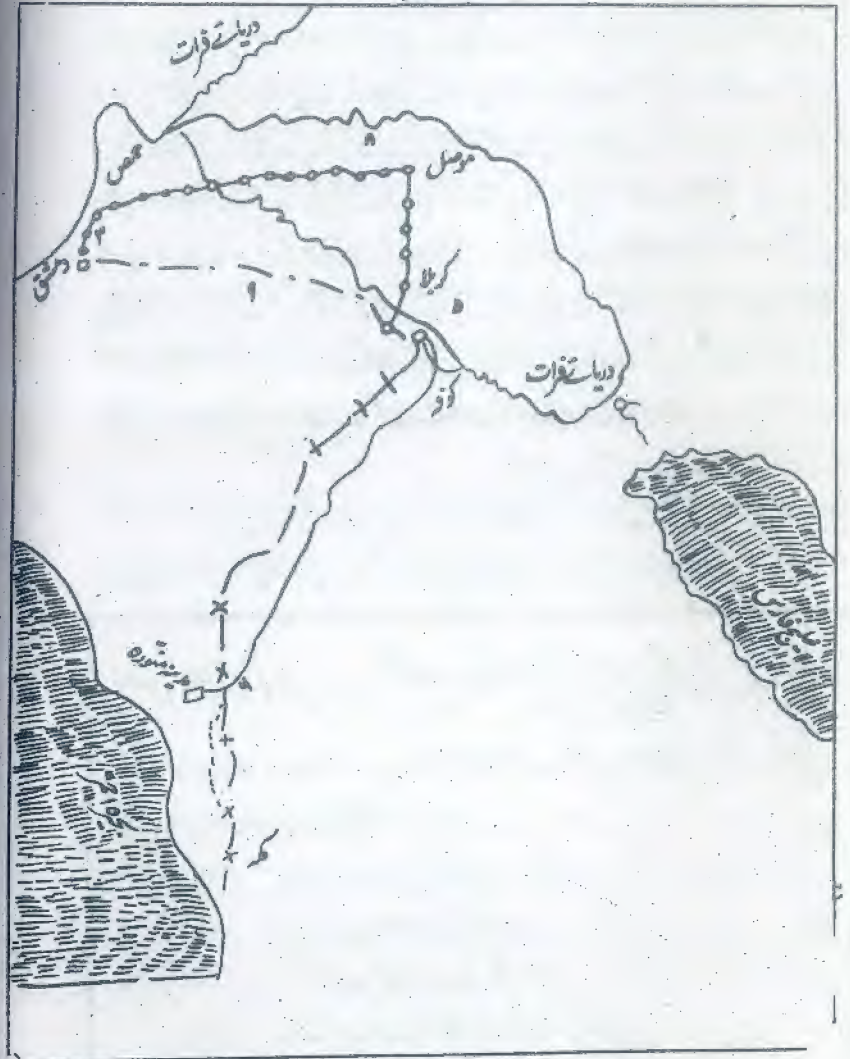
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت حسین علیہ السلام کی خبر پانچ مرتبہ دی گئی

کنز الغرائب میں لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو پانچ درج ذیل موقعوں پر شہادت حسین علیہ السلام کی خبر دی۔

- ۱۔ جب آپ کی پیدائش ہوئی۔
- ۲۔ جب آپ چار ماہ کے تھے۔
- ۳۔ جب آپ تین برس کے تھے۔
- ۴۔ جب آپ نے چوتھے سال میں قدم رکھا۔
- ۵۔ اور جب آپ پانچ برس کے ہوئے۔

(فضائل حسین علیہ السلام صفحہ ۱۵) بحوالہ فاطمہ کلال۔ از: ابو السحادات جبرئیل مہدی حبیب احمد ہاشمی (یا کوئی) صفحہ ۵۹

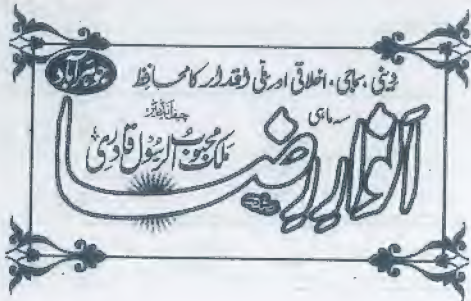
نقشہ



۵

ذکر حسین علیہ السلام

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسینؑ جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسینؑ
جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسینؑ جس نے سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسینؑ
جس نے اپنے خون کی کردی سخاوت وہ حسینؑ جس نے ہنس کے پی لیا جام شہادت وہ حسینؑ
(جگر مراد آبادی)



سید الشہداء
امام حسین علیہ السلام

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان
130	در معنی حریت اسلامیہ و سرحدی کربلا..... علامہ پیر سید محمد ظفر اللہ شاہ بخاری
137	ذکر حسین علیہ السلام..... ملک محبوب الرسول قادری
137	فہرست
140	الاحدء
141	انتساب
142	منقبت سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام
143	خطبہ مبارک کا عربی متن
144	خطبہ مبارک کا ترجمہ
145	تاثرات و تقاریر
151	میزان حروف
164	ولادت سیدنا امام حسین علیہ السلام
164	اسم گرامی
164	تہنیت اور تعزیت
165	ذات رسول ﷺ اور محبت حسین علیہ السلام
166	مولا حسین علیہ السلام اور ارشادات نبوی ﷺ
166	حسین علیہ السلام کا روزنامہ گوارا نہیں
167	محبت حسین علیہ السلام نگاہ رسول ﷺ میں

167	محبت اہل بیت رسول ﷺ
169	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور عمرت رسول ﷺ
170	مقام امام حسین علیہ السلام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں
171	امام عالی مقام علیہ السلام کے معمولات
172	مولا حسین علیہ السلام کا جو دو سخا
173	یزید ملعون
174	امام حسین علیہ السلام سے یزید کا مطالبہ بیعت
174	مدینہ منورہ سے امام حسین علیہ السلام کی ہجرت
175	مکہ مکرمہ سے امام علیہ السلام کی ہجرت کوفہ
175	کربلا میں امام علیہ السلام کی جلوه گری
176	حضرت امام حسین علیہ السلام کا تاریخ ساز خطاب
177	جب میدان کارزار تپ گیا
179	اب چاند کی باری آتی ہے
180	امام کا قاتل مرض برص میں مبتلا تھا
181	واقعہ کربلا کے بعد کے واقعات
182	مخالفین امام کا انجام بد
183	نصرت امام علیہ السلام واجب ہے!
183	اولاد علی کا دشمن تنزیہ
184	فلسفہ و پیغام شہادت امام حسین علیہ السلام
186	حسینیت کیا ہے؟
187	استغاثہ

در معنی حریت اسلامیہ و سر حادثہ کربلا

از: علامہ پیر سید محمد ظفر اللہ شاہ بخاری

اسلامی حریت کی حقیقت اور سانحہ کربلا کے راز کے بارے میں افکار مفکر پاکستان، شاعر مشرق

حضرت علامہ محمد اقبال رضی اللہ عنہ

۱ ہر کہ پیماں با "ہو الموجد" بست گردش از بند ہنر معبود رست
۲ مومن از عشق است و عشق از مومن است عشق را ناممکن ما ممکن است
۳ عقل سفاک است و افساک تر پاک تر، چالاک تر، بیباک تر
۴ عقل در پچاک اسباب و عقل عشق چو گاہ باز میدان عمل
۱۔ جس کسی نے "ہو الموجد" سے عہد و پیمان باندھ لیا، اس کی گردن ہر معبود کی زنجیر سے رہائی پاگئی۔ جس مسلمان کا توحید ایزدی پر کامل ایمان ہو وہ کسی بھی باطل قوت یا مادی طاقتوں کے خوف سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۲۔ مومن کا تعلق عشق سے اور عشق کا تعلق مومن سے ہے۔ عشق کے لئے ہمارا "ناممکن، ممکن" ہے۔ مومن اور عشق خدا اور رسول ﷺ لازم و ملزوم ہیں۔ عشق کی بدولت مومن میں وہ قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ایسے عظیم جذبوں سے سرشار ہو جاتا ہے جن کی بدولت وہ مشکل ترین اور ناممکن ترین مرحلے آسانی سے طے کر لیتا ہے۔

۳۔ عقل سنگ دل ہے تو وہ (عشق) اس سے کہیں زیادہ سگدل/کٹھور ہے۔ وہ (عشق) زیادہ پاک، زیادہ چالاک اور زیادہ بے باک ہے۔ عقل اپنے مقاصد کی تکمیل کی خاطر دوسروں کا خون بہانے سے گریز نہیں کرتی جبکہ عشق خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔ وہ اس معاملے میں کہیں زیادہ چست و ذہین اور بے خوف ہونے کے ساتھ ساتھ دنیاوی آلودگیوں سے پاک ہے۔

۴۔ عقل اسباب و علل کے پیچ و خم/چکر میں گرفتار ہے یا پڑی رہتی ہے جبکہ عشق میدان

عمل میں چوگان کا کھیل کھیلتا ہے، یعنی عقل ہر معاملے میں دیلوں کا ہسار لیتی ہے اور وجوہات وغیرہ پر غور کرتی رہتی ہے اور یوں عمل اور جذلوں سے بیگانہ/دور رہتی ہے لیکن عشق حکم ایزدی سنتے ہی یا عظیم مقاصد کی خاطر بے خوف ہو کر میدان عمل میں کود پڑتا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نسرود میں عشق

عقل ہے محو تاشائے لب بام ابھی

عشق فرمودہ قاصد سے سبک گام عمل

عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

۵ عشق، سید از زور بازو افگند عقل مکار است و مے می زند
۶ عقل را سرمایہ از بیم و شک است عشق را عزم و یقین لایق است
۷ آں کند تعمیر تا ویراں کند ایں کند ویراں کہ آباداں کند
۸ عقل چوں باد است از ازل در جہاں عشق کیاب و بہائے او گراں
۵۔ عشق اپنا شکار زور بازو سے گراتا ہے، یعنی اپنے مقاصد کے حصول میں منافقت اور عیاری سے کام نہیں لیتا بلکہ عمل یا عمل پیہم سے حاصل کرتا ہے، جبکہ عقل فریبی ہونے کے ناتے جال بچھاتی ہے، جو یا مختلف جیلوں بہانوں سے اپنا کام نکالتی ہے۔
بقول علامہ اقبال:

عقل عیار ہے سو بھیں بنا لیتی ہے

عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

۶۔ عقل کی ساری دولت/پونجی خوف اور شک و شبہ ہے۔ (وہ ہر معاملے میں ڈرتی ہے کہ اگر ایسا کیا تو دیرمانہ ہو جائے، یوں کیا تو یوں نہ ہو جائے)۔ اور عشق ہے جو ہر طرح اور لازمی طور پر عزم اور یقین سے کام لیتا ہے، اس کا ارادہ اور یقین لازم و ملزوم ہیں۔

۷۔ وہ (عقل) اس خاطر تعمیر کرتی ہے کہ دیران کر دے اور عشق دیران کرتا ہے تو اس سے اس کا مقصد تعمیر/آباد کرنا ہوتا ہے۔ عقل چونکہ مکار و عیار ہے اس لئے وہ بظاہر کرتی تو تعمیر ہے لیکن دراصل اس میں تخریب کا پہلو ہوتا ہے یا اس کے بظاہر مثبت اقدام میں بھی منفی پہلو ہوتا ہے یا اس کے بظاہر مثبت اقدام میں بھی منفی پہلو ہوتا ہے جبکہ عشق کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

۸۔ عقل دنیا میں ہوا کی مانند اڑاں ہے جبکہ عشق کیمیا ہے اور اس کی قیمت بہت ہے۔ عقل کی حیثیت معمولی ہے، عشق کے لئے بڑے جذبوں اور عمل پیہم کی ضرورت ہے جو کم ہی انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔

۹ عقل محکم از اساس چون و چند عشق عریاں از لباس چون و چند
۱۰ عقل می گوید کہ "خود را پیش کن" عشق گوید "امتحان خویش کن"
۱۱ عقل باغیر آشنائز کتاب عشق از فضل است و باخود در حساب
۱۲ عقل گوید "شاد شو، آباد شو" عشق گوید "بندہ شو، آزاد شو"
۹۔ عقل کیفیت و کم کی بنیاد سے محکم ہے، عشق کیفیت و کم کے لباس سے فارغ/نگاہ ہے۔ عقل کا سارا تعلق اس کی بنیاد اس مادی دنیا سے ہے۔ روحانی دنیا اور عشق کے جذبوں سے وہ بالکل عاری ہے۔ اس کے برعکس عشق مادہ پرستی سے مکمل طور پر دور/فارغ ہے۔
۱۰۔ عقل کہتی ہے "خود کو پیش کر" عشق کہتا ہے "تو اپنا امتحان/آزمائش کر" عقل کا سارا زور خود نمائی پر ہے، جبکہ عشق اپنا محاسبہ خود کرتا ہے۔

۱۱۔ عقل اکتساب کے حوالے سے غیر/غیروں سے آشنائی پیدا کرتی ہے۔ عشق، فضل کی بنا پر ہے اور خود اپنا حساب کرتا ہے۔ عشق کا تعلق اکتساب سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے باعث ہے۔ وہ عقل کی طرح دوسروں کا محتاج نہیں بلکہ وہ اپنا جائزہ آپ لیتا ہے۔
۱۲۔ عقل کہتی ہے "خوش رہو اور آباد رہو" غلام ہو جا اور آزاد ہو جا" خوش رہنا اور آباد رہنا مادی لحاظ سے ہے جبکہ عشق کا سارا زور اس بات پر ہے کہ محبوب حقیقی (حق تعالیٰ) کی غلامی اختیار کر کے ہر طرح کی مادہ پرستی اور باطل قوتوں کی غلامی سے آزاد ہو جاؤ۔

۱۳ عشق را آرام جاں حسرت است ناقد اش را سارباں حسرت است
۱۴ آں شنیدستی کہ ہنگام نبرد عشق با عقل ہو س پرور چہ کرد
۱۵ آں امام عاشقاں پور بول سرو آزادے زبستان رسول ﷺ
۱۶ اللہ اللہ، باے بسم اللہ پور معنی "ذبح عظیم" آمد پسر
۱۳۔ حریت، عشق کے لئے آرام جاں کا باعث ہے۔ اس کی اونٹنی کی سارباں حریت ہے۔ یعنی محبوب حقیقی سے وابستگی کی بنا پر توحید پر ایمان کامل کے باعث عشق (یعنی صاحب عشق) دنیا کے ہر طرح کے سمجھٹوں اور باطل قوتوں کی غلامی سے آزاد رہتا اور یوں اپنی حبان کے لئے

سکون و آسائش کا سامان کرتا ہے۔

۱۴۔ کیا تم نے وہ واقعہ سنا کر لڑائی کے موقع پر عشق نے ہوس پرور عقل کے ساتھ کیا کیا؟ واقعہ کربلا کی طرف اشارہ ہے۔ یزید نے جو چال چلی، حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی شہادت کی صورت میں اس کا جواب دیا۔

۱۶، ۱۵۔ وہ عاشقوں کے امام علیہ السلام، حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے فرزند اور حضور نبی کریم ﷺ کے باغ کے ایک سرو آزاد تھے، یعنی جنہوں نے باطل قوت کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا۔ سبحان اللہ، کیا کہنے باپ (حضرت علی علیہ السلام) "بسم اللہ" کی با (یعنی حرف ب) ہیں تو بیٹا "ذبح عظیم" کی شرح ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ اللہ تعالیٰ نے بڑا جانور قربانی کے لئے بھیج دیا تھا۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ اور قرآنی منہج ہے۔

۱۷ بہر آں شہزادہ خیر الملک دوش ختم المرسلین ﷺ "نعم الحبل"
۱۸ سرخ رو عشق غیور از خون او خوشی ایں مصرع از مضمون او
۱۹ در میان امت آں کیواں جناب ہجو حرف "قل هو اللہ" در کتاب
۲۰ موسیٰ و فرعون و شیر و یزید ایں دو قوت از حیات آید پدید
۱۷۔ امت اسلامیہ کے اس شہزادے کے لئے حضور اکرم ﷺ ختم المرسلین کے دوش مبارک "نعم الحبل" تھے (فرہنگ.....)

۱۸۔ عشق غیور ان کے خون سے سرخ رو ہوا۔ اس مصرع کا تیکھا پن ان کے مضمون سے ہے۔ خون کے حوالے سے سرخ رو کہا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں جام شہادت نوش فرما کر عشق حقیقی کی لاج رکھ لی اور قوت شر یا باطل قوت کے آگے سر نہ جھکایا۔ (مصرع میں خوشی بھی اسی خون کے حوالے سے ہے)۔

۱۹۔ اس عظیم اور بلند مرتبہ ملت میں ان (امام علیہ السلام) کا مقام وہی ہے جو قرآن کریم میں "قل هو اللہ" کا ہے۔ سوراخلاص میں چونکہ سارا زور توحید پر ہے، اس لئے وہ قرآن کریم کی ایک اہم سورہ ہے۔ ملت اسلامیہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا مقام بہت بلند ہے۔

۲۰۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون نیز شیر علیہ السلام اور یزید یہ دو قوتیں ہیں جو زندگی سے ظاہر ہوئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شیر علیہ السلام خیر کی اور فرعون و یزید شر کی قوتوں کی علامت ہیں۔

۲۱ زندہ حق از قوت شیریں است باطل آخر داغ حسرت میری است
۲۲ چوں خلافت رشتہ از قسراً نسیخت حسرت را زہر اندر کام ریخت
۲۳ غاست آل سر جلولہ خیر الاسم چوں سحاب قبلہ باران در قدم
۲۴ بر زمین کر بلا بارید و رفت لالہ در ویرانہ پا کارید و رفت
۲۱ حق شیریں علیہ السلام قوت سے زندہ ہے۔ باطل کے مقدر میں آخر کار حسرت کی موت
مرنے کا داغ ہے۔ حق کا بول بالا قوت خیر سے ہوتا ہے جبکہ باطل قوتوں کا انجام ذلت و خواری کے
ساتھ ہوتا ہے۔

۲۲ جب خلافت نے قرآن کریم سے اپنا تعلق / ناٹ توڑ لیا تو حریت / آزادی کے خلق میں
زہرائیل دیا۔ خلفائے راشدہ علیہم السلام نے قرآن کریم کو خلافت کی بنیاد بنایا تھا جس کے باعث ہر
شخص کو آزادی میسر تھی، اس کے تمام حقوق پورے ہو گئے تھے۔ بعد میں خلافت کے نام شخصی
حکومت قائم کی گئی جس نے عوام کی آزادی چھین لی۔

۲۳ (جب یہ صورت حال ہوئی تو) وہ خیر الام کا بلند جلوہ اس طرح اٹھا جسے قبلہ کی طرف سے
بارش سے بھرا بادل اٹھتا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس شخصی حکومت کے خلاف علم
بغاوت بلند کر دیا۔

۲۴ وہ کر بلا کی زمین پر برسا اور آگے نکل گیا۔ ویرانوں میں اس نے لالہ کے پھول
اگائے اور چلا گیا۔ کر بلا میں شہادت امام علیہ السلام کو ان استعاروں میں بیان کیا ہے۔

۲۵ تا قیامت قلع استبداد کرد موج خون او چسمن ایجاب کرد
۲۶ بھر حق در خاک و خون غلغیہ است پس بنائے "لالہ" گردیدہ است
۲۷ مدعایش سلطنت بودے اگر خودہ کردے با چنیں سامان سفر
۲۸ دشمنان چوں ریگ محسرا لا تعد دوستان او یہ "یزداں" ہسم عدد

۲۵ انہوں (امام علیہ السلام) نے قیامت تک کے لئے مطلق العنانی (شخصی حکومت)
کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے خون کی لہریں ایک نیا جنم وجود میں لائیں۔ مسلم و جور کی حاصل
حکومت کی جو کاٹ کے رکھ دی اور اپنی شہادت سے حریت کے لئے جدوجہد کا ایک نیا باب
رقم کر دیا۔

۲۶ وہ حق کی خاطر خاک و خون میں لوٹے / تپے اور یوں "لالہ" کی بنیاد بن گئے۔ انہوں

نے اپنی شہادت سے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (انہوں کے یزید کے
آگے سر تسلیم خم نہ کیا)

۲۷ اگر ان کا مقصد سلطنت / حکمرانی ہوتا تو وہ کبھی اس تھوڑے سے سامان کے ساتھ سفر نہ
کرتے۔ (چنانچہ صورت حال یہ تھی)

۲۸ ان کے دشمن (یزید کی فوج) تو صحرائی ریت کے ذروں کی طرح لاتعداد تھے اور ادھر
حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھی لفظ "یزداں" کے ہم عدد یعنی کل ۷۲ افراد تھے۔
(فرہنگ.....)

۲۹ سر ابراہیم و اسماعیل بود یعنی آل اجمال را تفصیل بود
۳۰ عزم او چوں کوہ سراں استوار پایدار و تند سیر و کامگار
۳۱ تیغ بہر عزت دین است و بس مقصد او حفظ آئین است و بس
۳۲ ما سوا اللہ را مسلمان بندہ نیست پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

۲۹ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا راز تھے۔ یعنی اس اختصار کی
تفصیل تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تو قربانی سے بچ گئے تھے لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام
نے اپنی جان کی قربانی دے دی۔

۳۰ ان کا عزم و ارادہ پہاڑوں کی طرح اٹل، تیز رفتار اور کامیاب تھا۔ یعنی باطل قوت کے
سامنے انہوں نے کوئی کمزوری نہیں دکھائی۔ پختہ ارادے کے ساتھ شری قوت سے ٹکری۔ شہادت
قبول کر لی، لیکن اس شیطانی قوت کو تسلیم نہ کیا۔

۳۱ تلوار صرف دین کی عزت کے لئے ہے اور بس۔ اس کا مقصد شرع کی حفاظت کرنا
ہے اور بس۔ مسلمان تلوار اسی وقت اٹھاتا ہے جب کوئی باطل قوت دین اسلام کے خلاف قدم
اٹھائے اور اس کی توہین کا باعث بنے۔

۳۲ مسلمان بھی ما سوا اللہ یعنی باطل قوت کا غلام نہیں ہے۔ وہ بھی فرعون کے آگے سر
جھکانے والا نہیں ہے۔

۳۳ خون او تفسیر این اسرار کرد ملت خوابیدہ را بیدار کرد
۳۴ تیغ "لا" چوں از میاں بیرون کشید از رگ ارباب باطل خوں کشید
۳۵ نقش "لا اللہ" بر صحرا نوشت سطر عنوان نجات ما نوشت

۳۶ رمز قدس از حسین آموختیم ز آتش او شعله با اندوختیم
۳۳ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون نے اس حقیقت (توحید و اوندی) کی تفسیر کر دی
اور یوں سوئی ہوئی ملت کو بیدار کر دیا۔

۳۴ جب انہوں (امام علیہ السلام) نے "لا" کی تلوار نیام/میان سے باہر کھینچی تو صاحبان
باطل کی رگوں سے خون کھینچ لیا۔ ان کا توحید کی خاطر شہادت قبول کرنا باطل قوتوں کی تباہی کا باعث
بنا۔

۳۵ انہوں نے "لا اللہ" کا نقش صحرا پر لکھا/کھینچا اور اس طرح ہماری نجات کے عنوان کی سطر
لکھ دی۔ اپنی شہادت سے انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود یا طاقت نہیں
ہے۔ ان کا یہ عمل امت مسلمہ کے لئے نجات کا باعث بنا۔

۳۶ قرآن کی رمز نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے سیکھی ہے۔ ان کی آگ سے ہم
نے کئی شعلے حاصل کئے ہیں۔ ان کا توحید ایزدی پر ایمان کامل، قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل
کے باعث تھا اور ان کے اس عملی مظاہرے (شہادت) سے ہم نے قرآن کریم کو صحیح معنوں میں
سمجھا اور ان کے عظیم جذلوں سے بہت سبق حاصل کیا۔

۳۷ شوکت شام و فسر بغداد رفت سلطوت غرناطہ ہم از یاد رفت
۳۸ تار ما از خمہ اش لڑاں ہنوز تازہ از تکبیر او ایساں ہنوز
۳۹ اے صبا، اے پیک دور افتادگاں اشک ما بر خاک پاک اور ساں
۳۸، ۳۷ ملک شام کی شان و شوکت، بغداد کی شان و عظمت ختم ہو چکی، ادھر غرناطہ کا دار و شکوہ
بھی یاد سے جاتا رہا (ہم بھول گئے) لیکن ہمارا ساز ابھی تک ان (امام علیہ السلام) کی مضرات
سے بچ رہا اور ان کی تکبیر سے ایمان ابھی تک تازہ ہے۔ لوگ مذکورہ ملکوں اور شہروں کے تمام
ٹھاٹھ باٹھ بھول چکے ہیں (فرہنگ ملاحظہ ہو) لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک طاغوتی
طاقت (یزید) کے مقابلے میں جو نعمہ توحید واللہ اکبر بلند کیا ہے وہ آج بھی ہمارے دلوں میں
گوںج رہا ہے اور ہمارے ایمان کی پختگی کا باعث بن رہا ہے۔

۳۹ اے باد صبا! اے دور رہنے والے لوگوں کی قاصد! پیغام رساں تو ہمارے آنسو حضرت
امام حسین علیہ السلام کی خاک پاک (روضہ مبارک) پر پہنچا دے۔

(چار یار مصطفیٰ علیہ السلام)

ذکر حسین علیہ السلام

ملک محبوب الرسول قادری

الاحدء انتاب منقبت سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کلام
الامام امام الکلام خطبہ مبارک کا ترجمہ کون کیا کہتا ہے؟ میزان حروف
ولادت سیدنا امام حسین علیہ السلام اسم گرامی تہنیت اور تعزیت
ذات رسول علیہ السلام اور محبت حسین علیہ السلام مولا حسین علیہ السلام اور ارشادات نبوی علیہ السلام
حسین علیہ السلام کا رونا مجھے گوارا نہیں محبت حسین نگاہ رسول علیہ السلام میں
محبت اہل بیت رسول علیہ السلام فاروق اعظم علیہ السلام اور عزت رسول علیہ السلام
مقام امام حسین علیہ السلام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں امام عالی مقام علیہ السلام
کے معمولات مولا حسین علیہ السلام کا جود و سخا یزید ملعون امام حسین
علیہ السلام سے یزید کا مطالبہ بیعت مدینہ منورہ سے امام حسین علیہ السلام کی ہجرت
مکہ مکرمہ سے امام حسین علیہ السلام کی ہجرت کوفہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی جلوہ گری
حضرت امام حسین علیہ السلام کا تاریخ ساز خطاب جب میدان کارزار تپ گیا
اب چاند کی باری آتی ہے امام کا قاتل مرض برص میں مبتلا تھا
واقعہ کربلا کے بعد کے واقعات مخالفین امام کا انجام بد نصرت امام علیہ السلام
واجب ہے! اولاد علی کا دشمن خنزیر فلسفہ و پیغام شہادت امام حسین علیہ السلام
حسینیت کیا ہے؟ استغاثہ

ذکر حسین پاک علیہ السلام ہے سرے روح کی غذا
اس ذکر سے ہے باقی آرام جاں ہمارا
صدائے کربلا بھی عجب ریگزار ہے
جس سمت جائے گل تر کا پتہ چلے

☆☆☆

باطل کی قلمتوں میں ڈوبی ہوئی حیات
یوں ذکر حق کرو کہ سحر کا پتہ چلے
☆☆☆

ذکر حسین علیہ السلام اصل میں حق کا پیام ہے
ہر سانس گونجنے لگی تکبیر کی طرح
☆☆☆

حیثیت ہے وہ بڑھتی ہوئی روایت حق
جسے بھلائے تو انسان سمجھ نہیں سکتا
☆☆☆

آل نبی کا طرزِ تناسل کچھ اور ہے
ان کی نظر میں زینت کا نقشہ کچھ اور ہے
☆☆☆

تبرکاتِ باہو عید

ثابت صدق نے قدم اٹھائے تائیں رب لکھوے ہو
لوں کوں دے وچہ ذکر اللہ ہر دم پیسا پڑھوے ہو
ٹکا ہر باطن عین عیانی ہو ہو سنیوے ہو
نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جمہاں دی جیوے ہو

☆☆☆

جسے کر دین علم وچہ ہوندا اتناں سر نیزے کیوں چڑھ دے ہو
اٹھارہ ہزار جو عالم آباوہ اگے حسین ڈے مسد دے ہو
جسے کچھ ملاحظہ سرور دا کردے تال خیمے تہو کیوں مسد دے ہو
پر صادق دین تنہاں دے باہو جھڑے سر قربانی کر دے ہو

منقبت بحضور سید الشہداء

امام عالی مقام علیؑ

نتیجہ فکر: صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر گیلانی (گولہ شریف)

حسن تخلیق کا شہکار حسینؑ ابن علیؑ
عشق کا مطلع انوار حسینؑ ابن علیؑ
گل گزار حرم، زین آل ہاشم
نور چشم شہہ ابرار حسینؑ ابن علیؑ
مظہر صدق و صفا، پیکر تسلیم و رضا
پر تو احمد مختار، حسینؑ ابن علیؑ
بزم ایمان و صداقت کے لئے شمع وفا
صدق و اخلاص کا معیار، حسینؑ ابن علیؑ
نہ غم ذات، نہ اولاد و اقارب کا ملال
غم امت میں دل افکار، حسینؑ ابن علیؑ
حق جہاں جلوہ نما ہو گا وہاں تو ہو گا
چار سو ہے تیرا دیدار، حسینؑ ابن علیؑ
تری سرکار سے خالی نہیں جاتا کوئی
سب کو ہے تجھ سے سروکار، حسینؑ ابن علیؑ
آستانہ پر ترے آیا ہے تہی دست نصیر
ترا دربار ہے دربار، حسینؑ ابن علیؑ

امام عالی مقام علیؑ کے خطبہ کا عربی متن

کارزارِ کربلا میں امام عالی کا تاریخ ساز خطبہ

کلام الامام، امام الکلام

وَاللّٰهُمَّ اِنِّىْ رَسُوْلُكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَلِيٍّ وَسَلِّمْ ، قَالَ مَنْ رَأٰى سُلْطٰنًا جَابِرًا
مُسْتَحْلًا حَرَمَ اَللّٰهُ نَاجِيًا لِّعَهْدِ اَللّٰهِ خَلِيفًا لِّرَسُوْلِهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَلِيٍّ وَسَلِّمْ ، يَقُولُ
فِيْ جَبَدِ اَللّٰهِ بِالْاِثْمِ وَالْمُنُوْبِ . قُلْتُ يَعْنِيْ مَا عَلَيْهِ يَقُولُ وَلَا قَوْلَ مَنْ سَقَا عَلِىَّ اَللّٰهُ اَنْ
يُدْخِلَهُ مَدْعَمًا لَا وَاِنْ هُوَ لَا يَفْلَحُ مَوَاطِعَةُ الشَّيْطَانِ وَفَرَّ مَوَاطِعَةُ الرَّحْمٰنِ وَاطْهَرُوا
الْفَسَادَ وَطَهَّلُوا الْحُدُوْدَ وَاسْتَقْرَؤْا بِالْقُرْآنِ وَاحْلَوْا حَرَامَ اَللّٰهِ وَحَرِّمُوا حَلَالَهٖ ، وَاَنَا اَحَقُّ
مَنْ غَيْرِ ، وَقَدْ اَتَيْتُكُمْ بِرَسُوْلِكُمْ بِبَيِّنٰتٍ ، وَاَنْتُمْ لَا تَسْلَمُوْنَ وَلَا تَحْبِلُوْنَ .
فَاِنْ قُمْتُمْ عَلٰى يَتْبِكُمْ تُصِيْرُكُمْ قَوْمًا ، وَاَنَا اَلْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ
اَللّٰهِ صَلِّ اَللّٰهُ عَلٰى عَلِيٍّ وَسَلِّمْ ، وَلَسِيْنَ مَعَ الْقَلْبِ مَعَ اَلْقَلْبِ ، وَاَمِنْ مَعَ اَلْقَلْبِ ، فَلِلْحَمْدِ فِيْ اَسْوَةِ
وَاِنْ اَمْ تَقُولُوْا وَتَقْضٰتُمْ هٰذِهِ وَخَلَقْتُمْ يَتِيْمًا فَلَمْ تَرَوْا نَاجِيًا لَكُمْ بِنَجِيٍّ ، لَقَدْ
فَعَلْتُمْ هٰذَا بِاِيْنِ وَابْنِ وَابْنِ عَمِّىْ سَلِيْمٍ بْنِ عَقِيْلٍ ، وَالْمَقْرُوْرَيْنِ اَفْرَاقِيْكُمْ ، فَطَعَنْتُمْ
اَعْطٰتُمْ ، وَنَجَّيْتُمْ ضَيْعَتُمْ ، فَمَنْ تَكَلَّفَ فَاَتَا بِتَكَلُّفٍ عَلٰى قَلْبِهِ وَسَيَفِيْ اَللّٰهُ عَنْكُمْ
وَالسَّلَامُ

خطبہ مبارک کا ترجمہ:

”اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ظالم، مہرمات الہی کو حلال کرنے والے، اللہ کے عہد کو توڑنے والے، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اس نے اپنے فعل یا قول کے ذریعے سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ کو حق ہے کہ اسے اس بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمان کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ انہوں نے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دیا ہے اور حدود الہی کو معطل کر دیا ہے۔ مال غنیمت میں یہ لوگ اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور حلال کی ہوتی چیزوں کو حرام۔ اس لئے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔ میرے پاس تمہارے خطوط آئے اور قاصد پہنچے کہ تم نے میری بیعت کر لی ہے، اور تم مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے۔ اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہِ راست پر پہنچو گے۔ میں حسینؑ ابن علیؑ اور ابنِ فاطمہ سلام اللہ علیہا بنت رسول اللہ ﷺ ہوں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لئے نمونہ ہے اور اگر تم ایمان نہ کرو گے اور اپنا عہد اور میری بیعت توڑو گے تو واللہ یہ بھی تمہاری ذات سے بعید اور تعجب انگیز فعل نہ ہو گا۔ تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی اور میرے ابنِ عم مسلمؑ علیہ السلام کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ شخص فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکے میں آ گیا۔ تم نے اپنے فعل سے بہت بری مثال قائم کی۔ جو شخص عہد توڑتا ہے، وہ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ عنقریب مجھے اللہ تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام“

☆☆☆

آنچه من در بزم ناز آورده ام دان کبر چیست؟

یک چسبن گل، یک نیتان، ناله یک شخصانی

”جو مجھ میں بزم ناز میں لایا ہوں، آپ کو معلوم ہے وہ کیا ہے؟ یہ ایک پھولوں کا باغ، ایک گھنا جمل آہ بکا اور ایک مے کدہ ہے۔“

تاثرات و تقاریظ

کون کیا کہتا ہے؟

”ذکر حسینؑ“ در اصل میرا وہ مضمون ہے جو ”شہزادہ کوئین سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام“ کے نام سے گزشتہ بارہ چودہ سالوں سے ہر سال متعدد بار چھپتا رہا ہے۔ اہل علم اور اس پر مختلف اربابِ ذوق کے تاثرات اس کی اہمیت کے حوالے سے خاصے کی چیز ہیں۔ وحدت ملی، اخوت و یکجہتی اور ملک میں قیام امن کے لئے مفادات ثابت ہوں گے۔ (محبوب قادری)

استاذ العلماء امام المناظر علامہ عطا محمد بند یالوی رحمۃ اللہ علیہ (سینئر نائب صدر جمعیت علماء پاکستان):

عزیز ملک محبوب الرسول قادری ایک مخلص سنی نوجوان ہیں۔ انہوں نے حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسینؑ علیہ السلام کی سیرت پاک پر خوبصورت ایمان افروز اور باطل سوز مضمون لکھا ہے۔ یہ مضمون یومِ حشر ان کی سرخروی کا سبب بنے گا اور کامیابی کی ضمانت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ہم سب کو جنتی مشن کا سپاہی بنائے۔ آمین

حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ:

عزیز محبوب الرسول قادری صاحب کا مقالہ شہزادہ کوئین (ذکر حسینؑ علیہ السلام) اگرچہ مختصر ہے مگر جامع اور سادہ ہے اور اس میں عوام کی طرح خواص کے لئے بھی قلبی آسودگی اور ایمانی حلاوت کا پورا پورا سامان ہے۔

مجاہد تحریک پاکستان، فاتح تختہ دار غازی ختم نبوت سینئر حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ:

عزیز محبوب الرسول قادری صاحب کا تحریر کردہ مقالہ ”شہزادہ کوئین“ جسے جہت پڑھا۔ قادری صاحب نے دورِ حاضرہ میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے الفت و محبت کا ثبوت دیتے ہوئے قابلِ قدر کوشش کی ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں وہ قاری کو دعوت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ۔
قافلہٴ حجاز میں ایک حسین علیہ السلام بھی نہیں
گرچہ ہیں تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

علامہ سید ساجد علی نقوی (سربراہ تحریک جعفریہ پاکستان):

”ذکرِ حسین علیہ السلام“ محبت رسول ﷺ اور قربِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ فاضل نوجوان مولانا ملک محبوب الرسول قادری کی مختصر تصنیف ”ذکرِ حسین علیہ السلام“ سے قلوبِ منور ہوں گے اور ایمان مستحکم، کیونکہ یہ ایک علمی کاوش ہے جس میں عمرت رسول ﷺ کے ساتھ قادری صاحب کی قلبی محبت بھی شامل ہے۔

شاہ رخ بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
(سابق چیئرمین: مرکزی رویت ہلالِ کئی و رکنِ اسلامی نظریاتی کونسل):

حضرت امام حسین علیہ السلام وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن کے ساتھ محبت کرنے والے ان کا ذکر کرنے والے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے زندگی میں کسی موڑ پر ناکام نہیں ہوتے۔ عزیز محبوب الرسول قادری نے ”ذکرِ حسین علیہ السلام“ کے ذریعے بہت بڑی نیکی کمائی ہے۔

ممتاز صحافی، دانشور اور خطیبِ آغامرضیٰ پوریا (چیئرمین حزبِ جہاد پاکستان):

جس قدر خوبصورت میرے مولا حسین علیہ السلام کا نام ہے پیشِ نظر خوبصورت مقالہ میں عزیز مصنف مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے ایسے ہی خوبصورت خیالات کا اظہار کیا۔ ہر سطح کے افراد امت کے لئے، برابری کی بنیاد پر یکساں مفید تحریر ہے۔
خدا انہیں اجرِ جزیل عطا کرے۔

بانی جماعتِ اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کے صاحبزادے جناب سید حیدر فاروق مودودی:

مذہبی اختلاف یا اتفاق سے قطع نظر نواسہ رسول ﷺ حضرت سیدنا حسین علیہ السلام کے لازوال عظمتوں کے حامل ہیں اور پوری مسلم برادری ان کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت کا دم بھرتی ہے۔ محترم محبوب الرسول قادری نے جس انداز میں شہزادہ کوئین علیہ السلام کے متعلق ”ذکرِ حسین علیہ السلام“ کے نام سے مقالہ لکھا وہ لائقِ ستائش اور قابلِ تقلید ہے۔

حضرت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن سروری قادری (چیئرمین حضرت سلطان باہو ٹرسٹ):

باطل قوتوں کے مقابلے میں حق و صداقت کے پیامبر حضرت امام حسین علیہ السلام نے جان، مال اور اولاد کی قربانی دے کر جو عظیم کردار پیش فرمایا اس کی یادوں کو قوم کے سامنے پیش کرنے والا ہر انسان اسی جہاد کا عظیم سپاہی کہلائے گا۔ عزیز محبوب الرسول قادری نے اپنی نوکِ قلم سے اس شاندار ماضی کو حال اور مستقبل کے آئینے میں پیش کرنے کی جو سعادت حاصل کی ہے وہ ہر دردمند انسان کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہے۔ مصنف نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر حق و صداقت ادا کر دیا ہے اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو ایک عظیم قیادت کا تصور، جہاد کے عملی نمونے کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خود ساختہ قیادتوں کو آ زمانے کے بجائے ایک مرتبہ پھر حسینیت کا چراغ روشن کیا جائے۔

حضرت پیر سید محمد کبیر علی شاہ نقشبندی مجددی (زیب سجادہ آستانہ عالیہ شوریہ شریف (انگل):

حضرت امام عالی مقام علیہ السلام حب و نسب دونوں لحاظ سے بلندی کے اس افاق پر نظر آتے ہیں کہ جہاں اربابِ عزیمت کا طائرِ آرزو بھی پر نہیں مار سکتا۔ فاضل نوجوان جناب برادر محبوب الرسول قادری صاحب کے قلم معجزہ رقم نے جو موتی بکھرے ہیں ان کو اصحابِ دل و عقیدت، چُن کر اپنے ماتھے کا جھومر بنائیں گے اور ہر جملے سے نیا لطف پائیں گے۔

جگر گوشتِ شیخ القرآن حضرت علامہ مفتی عبدالشکور ہزاروی:

سبط رسول ﷺ، جانِ مرضیٰ علیہ السلام، امین زہرا سلام اللہ علیہا، سید شباب اہل الجنة، سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی سیرت، عظمت، اخلاقِ کریمانہ، عزم و استقلال اور

شجاعت و شہادت سے آگاہی ہر دور کے لئے مشعل راہ ہے۔ عزیز محمد محبوب الرسول قادری نے شہزادہ کوئین علیہ السلام کے حضور چند گہائے تازہ پیش کئے ہیں جس سے ان کی اہل بیت پاک علیہم السلام سے عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے، یہ سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

ملک جاوید اکبر ساقی (چیزین تحریک وحدت اسلامی پاکستان):

برادر مکرم ملک محبوب الرسول قادری کے تحقیقی مقالہ ”ذکر حسین علیہ السلام“ کی سطر سطر سے عشق و محبت کا نور پھوٹتا ہے اور خاندان رسول ﷺ کے ساتھ ان کی محبت کا پتہ چلتا ہے۔ یقیناً یہ عظیم کاوش ان کے لئے سرمایہ آخرت ہوگی۔

جناب قاضی عبدالقدیر خاموش (جمعیت علمائے اہلحدیث پاکستان):

سیدنا امام حسین علیہ السلام، لازوال عظمتوں کے حامل نوجوانان جنت کے سردار ہیں اور محبت رسول ﷺ کا مظہر بھی لیکن میرے نزدیک ان کی شان اور مقام کو بیان کرنے کے لئے یزید کو گالی دینا ضروری نہیں ہے۔ محترم محبوب الرسول قادری کے پاس زوردار قلم ہے اور وہ لکھنا جانتے ہیں۔ مجموعی طور پر کتابچہ ”ذکر حسین علیہ السلام“ کے مطالعہ سے محبت رسول ﷺ کی راہیں کھلتی ہیں۔

خطیب العصر حضرت علامہ حافظہ خان محمد قادری (پرنسپل جامعہ محمدیہ غوثیہ داتا گنگ لاہور):

برادر محبوب الرسول قادری صاحب کا مقالہ قلم کی روانی، خیالات کی جولانی اور بیدار مغزی کا بین ثبوت ہے۔ ایک ایک سطر محبت حسین پاک ﷺ میں ڈوب کر لکھی گئی ہے۔ زیر نظر مقالہ کو پڑھتے ہوئے حضرت اقبال رحمہ اللہ کا یہ شعر دلیر دماغ پر بار بار دستک دے رہا ہے۔

گریء ہنگامہ بدر و حسین
حیدر و صمدین و فاروق و حسین

جناب پروفیسر محمد طاہر عظیمی (انچارج مراقبہ ہال چنیوٹ):

شہادت شہزادہ کوئین امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام قربانی کی ایسی بے مثل و بے مثال اور لازوال داستان ہے جس کو تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے اور جس کو پڑھ کر

خیالات کے تلاطم کو الفاظ کا روپ دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ محترم محبوب الرسول قادری ایک ایسا معتبر نام کہ جس کا کام خلوص نیت سے تبلیغ اسلام اور بس! کتابچہ شہزادہ کوئین ”ذکر حسین علیہ السلام“ پڑھا۔ چند صفحات میں ایسے جامع انداز میں واقعہ کو بیان کرنا قادری صاحب ہی کا حصہ ہے۔ الفاظ کے استعمال میں قادری صاحب بہت خوش نصیب ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں اور تلمذ ہے ہیں کہ شائد ان کا استعمال ہو جائے اور سعادت دارین ان کے حصہ میں آجائے۔ شہادت حسین علیہ السلام ایک ایسا نازک موضوع ہے جس پر قلم اٹھانا اور اس کا کماحقہ حق ادا کرنا ہر چار و ناچار کے بس کی بات نہیں۔ ان کی کاوشیں (محبوب الرسول قادری) یقیناً بارگاہ حسین علیہ السلام سے سند قبولیت حاصل کر کے سرمایہ دارین بنیں گے۔

ممتاز شیعہ محقق نامور عالم دین علامہ علی غضنفر (ع۔غ) کراروی:

عزیز محترم مولانا ملک محبوب الرسول قادری کی تصنیف ”شہزادہ کوئین علیہ السلام“ اپنی مثال آپ ہے، جس طرح سیدنا امام حسین علیہ السلام کی عظمت کا انکار ناممکن ہے اسی طرح اس تصنیف کی حقانیت کو جھٹلانا سورج کو دیکھ کر رات کہنے کے مترادف ہے۔

ملک التحریر جناب علامہ عبدالحق ظفر چشتی (لاہور):

حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور خراج عقیدت پیش کرنا محبت رسول ﷺ کی دلیل ہے۔ کیونکہ محبوب کے محبوب کا تذکرہ محبوب کو راضی کرنے اور ان کی نگاہ کرم کے طلب کا حسین انداز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب رسول ﷺ کا ذکر محبوب الرسول قادری نے محبوبانہ طرز تحسیر اور محبوبانہ طرز زحمت میں کیا ہے۔ محبوب کائنات ﷺ کے محبوب بن کر اسم باسمنی بن گئے۔

قادر الکلام شاعر و ادیب جناب علامہ جوہر نظامی:

دنیا کے جمیع شہدائے کرام میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا مقام ارفع و اعلیٰ ہے۔ ان کی شہادت افضل ترین شہادت ہے۔ کربلا میں امام حسین علیہ السلام مع اصحاب کرام و اہل خاندان جس بے دردی اور قلم سے شہید کئے گئے ہیں اس کی مثال کائنات میں نہیں ملتی۔ اسلام کو جو زندگی حضرت امام حسین علیہ السلام کی مطلوبانہ شہادت سے ملی ہے دنیا میں اس کی ایک بھی نظیر نہیں۔ عزیز محمد محبوب الرسول قادری نے جس خلوص اور جس محبت سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی

اس قربانی کی تعمیر اپنے رسالہ شہزادہ کوئین (ذکر حسین علیہ السلام) میں بیان کی ہے۔ میں کیا، تمام کائنات اس محبت سے متاثر ہوئی ہے۔ میرے پاس ان کی اس مختصر کتاب کی تعریف کے حق میں الفاظ نہیں ورنہ جی چاہتا ہے کہ اس کتاب کی فضیلت بیان کرتے ہوئے پوری کتاب تحریر کر دوں۔

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی

یہ وہ نازک حقیقت ہے کہ سمجھائی نہیں جاتی

تاریخ میں اس شہادت کے اسباب اور اس کے حالات و واقعات پوری طرح موجود ہیں مگر اس مختصر کتابچے میں جس عقیدت اور غلو سے عزیزم محبوب الرسول قادری نے ان واقعات کا ذکر کیا ہے وہ دل میں یوں اتر گئے کہ جیسے محبت کا مقام ہر دل کی گہرائیوں میں موجود ہوتا ہے۔ ایسی تحریر ایک بندہ مومن کی ہی ہو سکتی ہے۔ قادری صاحب نے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچی محبت اور رضا خرید لی ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

☆☆☆

میزانِ حروف

عمر الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ عرم، رجب، ذیقعد اور ذوالحجہ یہ چار مہینے ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ بارہ مہینوں میں یہ چار مہینے حرمت (بزرگی) والے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد الہی ہوا۔۔۔۔۔ "ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔۔۔۔۔" اس حکم ربی سے مراد یہ ہے کہ ان چار مہینوں کے دوران خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو کیونکہ ان ایام میں گناہ کرنے والا ایک تو ان کی برکتوں سے محروم رہے گا دوسرے ان مہینوں کی بے حرمتی کر کے زیادہ سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔ عرم الحرام کو شہر اللہ اور شہر الانبیاء کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مہینے کی دسویں تاریخ کو "یوم عاشورہ" کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ خداوند تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو عاشورہ کے روز پیدا فرمایا۔ زمین پر سب سے پہلے اسی روز بارش ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے جانے کے بعد ایک طویل مدت آہ و زاری کرتے رہے تو اسی روز ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی روز حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو طوفان سے نجات ملی۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے مراتب اور درجات میں اسی روز بلندی عطا کی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اسی روز نمرود کی آگ گلزار بنائی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی روز تورات عطا کی گئی اور اسی روز خدا تعالیٰ نے ان سے کلام کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی روز لشکر فرعون پر فتح نصیب ہوئی اور فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا اور پھر ساری کائنات میں سب سے اٹوٹھا، عجیب، منفرد اور نہ بھلا یا جانے والا واقعہ "ساحۃ کربلا" بھی اسی روز رونما ہوا۔ ہجرت کے بعد جناب مصطفیٰ کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ کے یہودیوں سے پوچھا کہ تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ اس روز فرعون غرق ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات ملی تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے اظہارِ تشکر کے طور پر روزہ رکھا۔ سو ہم بھی روزہ، شکرانہ کے طور پر رکھتے ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث کے مطابق یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "تمہاری نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہم زیادہ حق ہیں۔" چنانچہ حضور اکرم ﷺ اس دن روزہ

رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا۔

مسلم شریف میں موجود ہے کہ جب دس ہجری میں حضور اکرم ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یہ وہ دن ہے جس کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو جناب مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آئندہ سال میں تمہارے درمیان موجود رہا تو محرم کی نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا۔ اگرچہ اگلے سال سے پہلے جناب مصطفیٰ کریم ﷺ نے اس جہان فانی سے پردہ فرمالیا لیکن پھر بھی حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے نو محرم کو بھی روزہ رکھنا ثابت ہوا۔ محرم کا لفظ سنتے ہی اہل ایمان سید الشہداء حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام اور ان کے جاثرا ساتھیوں کی بے مثال قربانی اور ان کی عظمت و رفعت مقام کے ساتھ عقیدت و احترام کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے اسلام دشمن قوتیں بھی اسی ماہ مقدس کے دوران، ملت اسلامیہ میں انتشار و غفلت کی یلغار کو تیز کر دیتی ہیں۔ الحمد للہ مسلمانوں کے تقریباً تمام مکتب فکر اور مسلم برادری کی غالب اکثریت صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظمت کی معترف ہی نہیں بلکہ ان کی محبت و اطاعت میں ہی ایمان کی تکمیل یقین کرتی ہے۔ کیونکہ خدا کے محبوب اور ساری کائنات کے مطلوب حضور سید عالم و عالمیان ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ابن ماجہ اور المسند رک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ”جس نے حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کو محبوب رکھا اس نے درحقیقت مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔“ اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اس کو اللہ نے جنت میں داخل کیا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ نے اس کو جہنم میں داخل کیا۔“

ایک مرتبہ فرمایا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”اے اہل بیت رسول ﷺ! تم سے محبت رکھنا اللہ نے قرآن میں فرض قرار دیا ہے۔ تمہاری عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود شریف نہیں پڑھا اس کی نماز ہی نہیں۔۔۔۔۔ جن جاہلوں نے مجھ کو کہا کہ تو رافضی ہو گیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ حاشا! میرا دین اور میرا عقیدہ رافضیوں جیسا نہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ میں بہتر امام

اور بہتر ہادی کے ساتھ دوستی و محبت رکھتا ہوں اور اگر آل محمد (ﷺ) کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں، بے شک میں رافضی ہوں۔“ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وی تو ہیں جنہوں نے ایک فاسق، فاجر، ملعون، اسلام دشمن، شیطان صفت شخص یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا اگر بیعت کر لیتے تو دنیا جہان کی کون سی نعمت تھی جو انہیں نہیں مل سکتی تھی مگر آپ رضی اللہ عنہ نے

سر داد، نہ داد دست در دست یزید

حقا کہ بنائے لا الہ است حسین رضی اللہ عنہ

کی عملی تفسیر پیش فرمادی۔ صد حیف! اس قوم پر جو اپنے اتنے عظیم راہنما کی بے مثال قربانی کو نظر انداز کر کے انہیں وجہ نزاع بنا رہی ہے۔ قابل رحم ہے وہ قوم جو اپنے عظیم محسن کے کارناموں پر خراج عقیدت پیش کرنے اور ان کے طریقہ مقدسہ پر عمل درآمد کرنے کے بجائے انہیں اختلافات کی بنیاد بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ بے شک یہ درست ہے کہ یہ سب کچھ طاغوتی طاقتوں کے اشاروں پر ہوتا ہے مگر باوقار قوتیں اپنے دین سے تو غداری کا ارتکاب نہیں کرتیں۔ ورنہ قدرت کا دستور ہے کہ بڑے سے بڑے گناہ گار کو بخش دیا جاتا ہے مگر غدار کے لئے معافی نہیں ہوتی۔ ہمارے ملک کے موجودہ حالات فرقہ وارانہ فسادات کے ہرگز متحمل نہیں ہیں۔ ملک کے اندرونی اور بیرونی اہم صورت حال کسی بھی ذی شعور سے مخفی نہیں۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کی مظلومیت تو ضرب المثل بن چکی ہے۔ عالمی دہشت گردوں نے اتحاد کے نام پر امت مسلمہ میں فساد کی کوششیں تیز کر رکھی ہیں۔ ایسے حالات کا تقاضا ہے کہ ملت اسلامیہ کا ہر فرد دیانت داری اور نیک نیتی سے اپنے عقیدے پر کار بند ہو جائے اور تمام مکتب فکر کے دانشور تعمیری زاویہ نگاہ سے اپنی جدوجہد کو تیز کریں۔ عوام! اپنا عقیدہ مت چھوڑو اور دوسروں کا عقیدہ مت چھیدو کی پالیسی پر سختی سے عمل درآمد کریں۔ کافر کافر، ظالم کافر کی گردان کو بھسلا یا جائے۔ خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھاما جائے۔ باہمی تفرقہ بازی کا فائدہ کیا جائے۔ محبت رسول ﷺ کی بنیاد پر پوری امت متحد ہو جائے تو اسی میں دنیا اور آخرت کی بہتری ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ خدا ہمیں ارشادات نبوی ﷺ پر عمل کی توفیق عطا کرے تاکہ ہم اسوۂ نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے حسینی پرچم کو سر بلند رکھیں تاکہ طاغوتی قوتیں سرنگوں

ہو جائیں اور یزیدیت کے خاتمہ کے ساتھ ہی چار حسینؑی علیہ السلام صداقت کے اجالے پھیل جائیں۔

مشن حسینی علیہ السلام کے فروغ کے لئے انکار حسینی علیہ السلام سے آگاہی و شاشانی ضروری ہے۔ غلبہ کر بلا شہزادہ گل گوں قبا، راکب دوش رسول ﷺ جگر گوشہ سیدہ زہرا سہرا بتول سلام اللہ علیہا حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں یزید یوں سے چند خطبات بھی ارشاد فرمائے جو من معانی اور من اداسی کی میں اپنی مثال آپ اور امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی کے مطابق تھے جس میں مولائے کائنات علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس کلام کو تو اچھا سمجھتا ہے اس کو مختصر کر دے کہ یہ تیرے حق میں نہایت بہتر اور تیرے فضل و کمال کی نشانی ہوگی۔ آپ اپنے پدر بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کی طرح دنیا سے خطابت میں بہت بلند مقام کے حامل تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام ایوانِ خطابت کے ایک روشن ترین چراغ، دانش و بینش کا مجسمہ اور مواضع حسنہ کا ناقابلِ فراموش کردار ہیں، آج حضرت امام حسین علیہ السلام کی ان ایمان افروز باتوں کی خوشبو سے اپنے قلوب و اذہان کو منور اور ایمان کو معطر و تازہ کرنے کی ضرورت ہے جو آپ نے کائناتِ کربلا میں اپنے خطبات میں ارشاد فرمائیں کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام ایک فرد ہی نہیں بلکہ الحمد للہ ایک نظریے کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے ان کے ارشادات سے آگاہی از بس ضروری ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عاملِ مدینہ ولید بن عقبہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے یزید کی بیعت لینا چاہی، آپ نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ بیعت کسی مخفی امر کا نام نہیں، جب تمام لوگوں کو بیعت کے لئے بلانا اس وقت مجھے بھی بلالینا۔۔۔۔۔ یہ بات سنتے ہی ولید بن عقبہ کے پاس بیٹھے ہوئے مروان بن حکم نے کہا کہ اگر حسین علیہ السلام اس وقت چلے گئے تو پھر انتہائی خوزری کے بغیر نہیں ملیں گے، اس لئے ابھی بیعت لے لو ورنہ میرا مشورہ یہ ہے کہ امام ﷺ کو قتل کر دو یہ بات سن کر امام عالی مقام مولا حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم اہل بیت نبوت ہیں، رسالت کا معدن اور مہبط ملائکہ ہیں۔ یہی سے ابتداء ہوئی اور یہی پدا انتہا ہوگی۔ یزید فاسق و فاجر ہے، شراب خور ہے اور ناحق خون بہانے والا ہے، لہذا مجھ جیسا (انسان) اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا، اس کے بعد امام عالی مقام ﷺ دار الامارہ سے باہر تشریف لے آئے اگر دیکھا جائے تو یہ ایک جملہ ہی آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ہے کہ۔۔۔۔۔ مجھ جیسا تجھ جیسے کی

بیعت نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ یعنی کوئی حسینی علیہ السلام کسی یزیدی کی بیعت نہیں کر سکتا، قادسیہ کے مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”اے لوگو! میں تمہارے پاس از خود نہیں آیا بلکہ میرے پاس تمہارے خطوط پہنچے اور تم نے اپنے قاصدوں کے ہاتھ کھلا بھیجا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، شاید آپ کے ذریعے سے اللہ ہمیں ہدایت اور حق پر مجتمع کر دے، اب میں آ گیا ہوں، اگر تم عہد و میثاق کر کے مجھے پورا اطمینان دلادو، تو میں تمہارے شہر چلوں۔ لیکن اگر تم لوگ ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں گا۔“ اس خطبے کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا، اقامت پڑھی گئی۔ مولا حسین علیہ السلام کی امامت میں دوست دشمن سبھی مقتدی تھی، نماز عصر ادا ہوئی اور امام نے پھر خطبہ دیا۔ ارشاد فرمایا اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر ہو اور حق دار کا حق پہنچاؤ، تو یہ خدا کی خوشنودی کا موجب ہو گا۔ ہم اہل بیت رسول ﷺ ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حق دار ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی حق نہیں یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں لیکن اگر تم ہمیں پسند نہ کرو، ہمارا حق نہ پہنچاؤ اور اب تمہاری رائے اس کے خلاف ہو گئی ہو جو تم نے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی تو میں واپس چلے جانے کے لئے کوششیں تیار ہوں۔ (طبری جلد ۷، صفحہ ۲۹۷-۲۹۸)

مقام بیضا پر دیا جانے والا امام عالی مقام علیہ السلام کا تاریخ ساز خطبہ اسلامی تاریخ میں اہم ترین مقام کا حامل ہے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ظالم، محرمات الہی کو حلال کرنے والے، اللہ کے عہد کو توڑنے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اس نے اپنے فعل یا قول کے ذریعے سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ کو حق ہے کہ اسے اسی بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے۔ لوگو! خبردار ہوا۔ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمان کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ انہوں نے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دیا ہے اور حدود الہی کو معطل کر دیا ہے، مال غنیمت میں یہ لوگ اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام، اس لئے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔ میرے پاس تمہارے غلو ط آئے اور قاصد پہنچے کہ تم نے بیعت کر لی ہے اور تم مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑو گے۔ اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست پر پہنچو گے، میں حسین علیہ السلام، ابن علی علیہ السلام اور ابن فاطمہ سلام اللہ علیہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

میری شخصیت تم لوگوں کے لئے نمونہ ہے اور اگر تم ایسا کرو گے اور اپنا عہد اور میری بیعت توڑو گے تو واللہ یہ بھی تمہاری ذات سے بیعت اور تعجب انگیز عمل نہیں ہو گا تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی اور میرے ابن عم مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ شخص فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکے میں آ گیا۔ تم نے اپنے فعل سے بہت بری مثال قائم کی۔ جو شخص عہد توڑتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے، تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام

(بحوالہ ابن اثیر جلد ۲ تاریخ الامم والملوک جلد ششم)

اس خطبے میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اگر تم مجھے موت سے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو تو میں اس کے جواب میں وہی بات کہوں گا جو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے اپنے چچا زاد بھائی سے کہی تھی جو اس صحابی رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی امداد سے باز رکھنا چاہتا تھا کہ اگر تم محمد ﷺ کی حمایت میں لڑنے لگے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ اشعار پڑھے تھے:

ترجمہ: "میں جلد ہی روانہ ہو جاؤں گا اور جب مرد کی نیت نیک ہو اور مسلمان کی مانند جہاد کرے اور نیکیوں پر جان غار کرتا ہو اور مجرموں سے علیحدہ رہتا ہو تو اسے مرنے میں کوئی عار نہیں ہو سکتی۔ اگر میں زندہ رہا تو شرمندگی نہ ہوگی اور اگر مارا گیا تو ملامت نہ ہوگی مگر خوار و زبون ہو کر زندہ رہنے میں تو بڑی ذلت ہے۔"

ایک موقع پر آپ نے اللہ کے حضور مناجات کے بعد یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگو! مسیحا حسب و نسب یاد کرو، سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو، خوب غور کرو کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور مسیری حرمت کا رشتہ تو زنا و اہے؟ کیا میں تمہارے نبی ﷺ کی بیٹی کا بیٹا، اس کے وحی اور عم زاد کا جگر گوشہ نہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے؟ کیا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا نہیں؟ کیا جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ ﷺ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے ہیں جنت میں تو جوانوں کے سردار اور اگر یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں نے ہوش نبھانے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا، تو بتاؤ، کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہئے؟ اگر

میری بات کا یقین نہیں کرتے، تو تم میں اس وقت بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو (یا پھر صحابی) جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھو، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھو، سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے پوچھو، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھو، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر میرے سوا کسی نبی کا کوئی نواسہ موجود نہیں۔ میں تمہارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں۔ کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے، کسی کا خون بہایا ہے، کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟

روز عاشور نماز فجر کے بعد اتمام حجت کے لئے آپ نے شامی فوج سے خطاب کیا اور فرمایا لوگو! جلدی نہ کرو پہلے میرا کہنا سن لو پھر اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ اگر میرا عذر قبول کر لو گے، میرا کہنا سچ مانو گے اور انصاف سے کام لو گے تو خوش قسمت ہو گے اور تمہارے لئے میری مخالفت کی کوئی سبیل باقی نہ رہے گی اور اگر تم نے میرا عذر قبول نہ کیا اور انصاف سے کام نہ لیا تو پس تم اور تمہارے شریک سب مل کر اپنی ایک بات ٹھہرا لو تاکہ تمہاری وہ بات تم میں سے کسی ایک کے اوپر چھنی نہ رہے، تم میرے ساتھ جو کرنا چاہتے ہو کر ڈالو اور مجھے ہمت نہ دو، اللہ میرا مددگار ہے جس نے کتاب (قرآن) نازل کیا اور وہی صاحبین کا ولی ہوتا ہے۔ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ معاملے کی جو صورت ہو گئی ہے تم اسے دیکھ رہے ہو، دنیا نے رنگ بدل دیا، منہ پھیر لیا۔ نیکی سے غالی ہو گئی ذرا سی تلچھٹ باقی ہے حقیری زندگی رہ گئی ہے، ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے، افسوس تم نہیں دیکھتے کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ باطل پر اعلانیہ عمل کیا جا رہا ہے کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے، وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں بقائے الہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں، ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود ایک جرم ہے، جب امام علیہ السلام میدان میں اکیلے رہ گئے، تو تلوار چلاتے ہوئے بھی ارشاد فرما رہے تھے، آج تم لوگ میرے قتل کے لئے جمع ہوئے ہو، خدا کی قسم میرے بعد کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرو گے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناراضی کا موجب ہوگا، خدا تم کو ذلیل کر کے مجھے اعزاز بخشے گا اور تم سے اس طرح بدلے لے گا کہ تمہیں خبر تک نہ ہوگی۔ خدا کی قسم اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو خدا تم پر سخت عذاب نازل کرے گا۔

یہ تو خلیفہ کربلا کے خطبات مبارکہ کا ایک جیسی عکس تھا اگر حضرت سیدہ زینب علیہا السلام کی ذات گرامی کی گراں قدر عالی خدمات کا احاطہ کیا جائے تو ان کی عظمت اور بزرگی مزید احباب گرامی ہوتی ہے کیونکہ بنت زہرا علی خاتون کربلا حضرت سیدہ زینب علیہا السلام وہ محمد اسلام میں جنہوں نے میدان کربلا میں حضرت امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام کے حوصلے بڑھائے اور سانحہ کربلا کے بعد خاندان نبوت کی سرپرستی فرمائی۔ شجاعت و بہادری تو انہیں ورثے میں ملی تھی اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تاریخ انسانی میں ان جیسی شجاع اور بہادر خاتون پر سیدہ ای نہیں ہوئی۔ ان کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، جرات و حق گوئی اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ شان خطابت کا اعتراف انہوں اور بیگانوں سمجھی نے کیا کیوں نہ ہو وہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی، امام زمن شاہ خیر شکن، مرحب فگن، شیر خدا، قیصر کشا، سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ علیہ السلام کی تخت جگر، سیدۃ النساء العالمین خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے نور پھر سید الشہداء شہید کرب و بلا امام حسین علیہ السلام کی بہن اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار علیہ السلام کی بیوی تھیں۔ پھر ان تمام عالی نسبتوں کا یہ اثر تھا کہ انہوں نے دین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی اور بالادستی کے لئے سب سے پہلے اپنے دو صاحبزادے عون و محمد علیہما السلام قربان کئے اور ان جاذبہ ایشار کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی تھی کہ انہوں نے جس پر نور ماحول میں پرورش پائی وہ ماحول فہم و فراست، علم و معرفت، بصیرت و صداقت، صبر و تحمل اور ایثار و قربانی کی عالی اقدار سے مستیر تھا۔ روز عاشور، کربلا کے تپتے ریگزار میں دوپہر کے وقت جب حضرت علی اکبر علیہ السلام بھی شہید ہو گئے اور عابد بیمار کو امام عالی مقام علیہ السلام نے میدان کربلا میں جہاد کی اجازت مرحمت نہ فرمائی بلکہ خود تیاری کرنے لگے تو سیدہ زینب علیہا السلام نے خیمے میں موجود وہ نورانی لباس نکالا جو شب معراج حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمایا تھا۔ سید الشہداء علیہم السلام نے سید العالمین علیہ السلام کا عمامہ اپنے سر مقدس پہنچایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبا پہنی۔ سیدہ خاتون جنت بنت رسول اللہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے مبارک ہاتھوں کا سلاہوا رومال لیا اور پھر سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے عظیم بھائی حسین علیہ السلام کا سر چوم کر رخصت کیا بھائی کی جرات و شجاعت کی تعریف کی ادا فرمایا "آج تو شہادت ہی میں نام ہے۔" پھر زار و قطار رونما شروع کر دیا۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے دیکھا تو فرمایا کہ "بہن صبر کرو۔۔۔۔۔ ذرا سوچو! سیدۃ النساء العالمین فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا نے امت کے لئے کیسی کیسی سختیاں برداشت کیں۔" پھر امام عالی مقام اپنی بیوی حضرت شہر بانو کے پاس گئے انہیں تسلی دی کہ "ذرا دیکھو، زینب علیہا السلام کو

[illegible]

اس کے بعد اپنے مختصر قافلے کے ہمراہ جب سیدہ کوفہ کے بازار سے گزر رہی تھیں اور آپ کے ہمراہ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت شہر بانو، اپنی چھوٹی بہن حضرت ام کلثوم، حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیٹی اور حضرت قاسم علیہ السلام کی بیوی بکری، حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کی چھوٹی بیٹی حضرت سیکہ علیہ السلام، امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی بیوہ اور حضرت قاسم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ام فردہ علیہ السلام، حضرت عباس علیہ السلام کی بیوی حضرت ذکیہ علیہ السلام، حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی کنیز فتنہ اور حضرت شہر بانو علیہ السلام کی کنیز شیرین بھی تھیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام شدید بیمار تھے جب اہل کوفہ نے شور و غوغا کیا تو حضرت زینب علیہ السلام نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبے کے مندرجات کے مطالعہ میں الفاظ کے انتخاب، جذبات کی ترجمانی، حق کے اظہار کی قوت، تعلیمات قرآنیہ سے اکتساب اور عام فہم مثالوں پر خوب غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ خطبہ مبارکہ خواتین کے لئے ایک روشن چسپاں ہے۔ وہ انہیں ارشادات کی روشنی میں کامیاب زندگی کی راہیں متعین کر سکتی ہیں۔ سیدہ کا خطبہ یہ تھا:

”ساری تعریف اور ساری حمد و ثناء اسی رب العالمین کو زیبا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور درود و سلام ہو خاتم الانبیاء والمرسلین علیہ السلام پر! اے کوفہ والو! کیا تم رو رہے ہو؟ خدا کرے

نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا کہ ”میرے بچو! یہ کھانا صدقہ آل محمد علیہ السلام پر حرام ہے۔“ سچ ہے کہ صبح قیامت تک ہماری تاریخ میں حضرت زینب علیہا السلام کی جرات و شجاعت اور صبر و حوصلہ کی مثال قائم رہے گی۔ خدا ان کے درجات مزید بلند فرمائے۔

المختصر یہ کہ خاندان نبوی کے ہر بھول کی خوشبو جدا اور اس کا مرتبہ و مقام جدا ہے گویا امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ۔

تیری نسل پاک میں ہے بحبہ بحبہ نور کا
تو ہے عین نور تیسرا سب گھسنا نور کا

”ذکر حسین علیہ السلام“ میرا بہت پسندیدہ مقالہ ہے جو میں نے درحقیقت اپنے مختلف چار مضامین مرتب کر کے ترتیب دیا تھا۔ الحمد للہ یہ ریکارڈ مقبول ہوا اس پر مختلف مکتبہ ہائے فکر کے مقتدر اور جید علماء کے تاثرات بھی میرے لئے اعزاز کا باعث ہیں اور سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ قبل ازاں میرے دیرینہ کرم فرما دوست محترم الحاج ملک خان محمد حفظہ اللہ تعالیٰ نے متعدد بار شائع کر کے اس کتابچے کو مفت تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے نوازے اور سیدنا امام علی مقام علیہ السلام کے طفیل ان کی مشکلات کو آسانیوں میں بدلے۔ حق تعالیٰ شانہ قبولیت عامہ عطا فرمائے۔ آمین۔۔۔۔۔

غبار راہ حجاز
محمد محبوب الرسول قادری (مدیر اعلیٰ)

☆☆☆



آنچه من در بزم ناز آورده ام دانی که چیست؟
یکت چمن گل یکت نیتان ناله یکت تخمانه می

ترجمہ

”جو کچھ میں بزم ناز میں لایا ہوں، آپ کو معلوم ہے وہ کیا ہے؟“

یہ ایک پھولوں کا باغ، ایک گھنا جنگل آہ بکا، اور ایک بے کدہ ہے۔“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ولادت سیدنا امام حسین علیہ السلام:

اللہ کے پیارے محبوب کریم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فسرمانی تو ہجرت کے چوتھے سال ماہ شعبان المعظم کی پانچ تاریخ کو مولا شہل کثاء باب مدینہ العلم، امیر المؤمنین، حیدر کرار، سیدنا علی المرتضیٰ، شیر خدا علیہ السلام کے شانہ اقدس میں ایک فرزند دلبد نے ظہور فرمایا۔

اسم گرامی:

رحمت عالم و عالمیان علیہ السلام کو اطلاع دی گئی سرکار دو جہاں علیہ السلام، خاتون جنت میدہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر جلوہ افروز ہوئے، نو مولود کو اپنے مقدس ہاتھوں میں لیا۔ نبی مآب علیہ السلام نے نو مولود کو اور نو مولود نے مصطفیٰ جانِ رحمت علیہ السلام کو دیکھا اور فرمایا۔۔۔۔۔ اولاد کا پہلا حق والدین پر یہ ہے کہ اس کا نام اچھا رکھیں۔ علی علیہ السلام تم نے شہزادے کا نام کیا رکھا ہے؟ عرض کی۔ یا رسول اللہ علیہ السلام! آپ علیہ السلام ہی تجویز فرمادیں۔ حضور علیہ السلام نے توقف فرمایا۔ جسبرائیل امین علیہ السلام آئے۔۔۔۔۔ خدا کا سلام لائے ایک ریشمی پارچہ پیش خدمت کیا، جس پر میرے مولا کا اسم گرامی "حسین (علیہ السلام)" منقش تھا۔

تہنیت اور تعزیت:

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے مبارک باد پیش کی اور ساتھ ہی تعزیتی پیغام بھی سنایا، خوشی اور غم کے جذبات جو بن پر تھے اور تاجدار انبیاء علیہ السلام اپنے لخت جگر اور نور نظر میرے مولا حسین علیہ السلام کے گلے مبارک کے بوسے لے رہے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔۔۔۔۔ اے ہادی دو جہاں علیہ السلام! اسی بوسہ گاہ پر خنجر چلے گا اور یہ گل گشن رسالت راہ خدا میں شہادت پائے گا۔ حضور رحمت عالم علیہ السلام نے ہاتھ اٹھائے اور حسین علیہ السلام کے چہرے کو تکتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں دعا فرمائی۔

اللهم اعط الحسنین صبرا و اجرا۔ اے اللہ! میرے حسین علیہ السلام کو صبر اور اجر عطا فرما۔

مرشد کائنات علیہ السلام نے شہزادے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں گوش مبارک میں اقامت کہی۔ حسین علیہ السلام کا نام شبیر بھی پسند فرمایا۔ کنیت ابو عبد اللہ اور لقب سبط رسول ہے۔ اپنے برادر بزرگ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے تقریباً گیارہ ماہ چھوٹے ہیں۔ ولادت سے ساتویں روز حضور علیہ السلام نے عقیقہ میں دنبہ ذبح فرمایا۔ حسین علیہ السلام کا سر منڈوایا اور بالوں کے وزن میں چاندی صدقہ فرمائی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام سرانور سے سینہ مبارک تک اور حضرت امام حسین علیہ السلام سینہ الطہر سے پائے مقدس تک حضور سرور سراں علیہ السلام کے ہم شکل اور مشابہ تھے، یہی وجہ تھی کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھیں دیدار مصطفیٰ علیہ السلام کو ترستی تھیں تو وہ دونوں شہزادوں (حسین کریمین علیہ السلام) کو سامنے بٹھا کر دولت دیدار سے فیض یاب ہوتے۔ امام احمد رضا بریلوی علیہ السلام نے خوب فرمایا۔

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے
آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

ذات رسول علیہ السلام اور محبت حسین علیہ السلام:

حضور رحمت عالم علیہ السلام کو دونوں شہزادوں سے بے حد محبت تھی اور امام حسین علیہ السلام سے بے حد انس و الفت تھی۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام کے ایک زانو مبارک پر آپ علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے زانو مبارک پر حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور عرض کیا۔ اے خدا کے حبیب علیہ السلام! دونوں شہزادوں میں سے ایک کا انتخاب فرما لیجئے۔ رب کریم ان دونوں کو یک وقت آپ علیہ السلام کے پاس اکٹھا نہیں رکھے گا۔ حضور اکرم علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا انتخاب فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور میری بیٹی کا بیٹا ہے۔ آپ علیہ السلام جب امام حسین علیہ السلام کو دیکھتے تو فرماتے۔

میں نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اس پر قربان کیا۔ یہ میرا نور نظر اور نخت جگر ہے۔ حضور رحمت عالم ﷺ ہر روز حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیکھتے۔ سینے سے لگاتے، پیار فرماتے، چومتے، سوگھتے، گود میں بٹھاتے اور فرماتے: یہ میرے پھول ہیں۔ سرکار دو جہاں ﷺ دونوں شہزادوں کے لئے منبر شریف سے اتر آتے۔ نماز کے دوران سجدے لمبے کر دیتے۔

مولائین علیہ السلام اور ارشادات نبوی ﷺ:

رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں۔ اے اللہ! جو حسین علیہ السلام سے محبت رکھے تو اس سے محبت فرما۔ حسین علیہ السلام جنتی نوجوانوں کا سردار اور میرا فرزند ہے۔ حسین علیہ السلام سے محبت مجھ سے محبت کے مترادف ہے اور حسین علیہ السلام سے عداوت مجھ سے عداوت کے مترادف ہے۔ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام میرے دو پھول ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے دونوں کندھوں پر دو شہزادوں (حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام) کو بٹھایا، انہیں چومتے، سوگھتے اور فرماتے: جس نے انہیں محبوب رکھا، اس نے مجھے محبوب رکھا۔ جس نے انہیں دشمن رکھا، اس نے مجھے دشمن رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جسے مجھ سے محبت ہے اس کو چاہئے کہ وہ ان دونوں سے محبت رکھے۔ حضور ﷺ نے خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا کہ حسن علیہ السلام کے لئے میری بیعت اور بیعت ہے اور حسین علیہ السلام کے لئے میری جرات اور سخاوت ہے۔

حسین ابن علیؑ کی شان رفعت کوئی کیا جانے

حسنؑ جانے، علیؑ جانے، نبیؐ جانے، خدا جانے

حسین علیہ السلام کا رونا مجھے گوارا نہیں:

بچپن کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام گھر میں رو رہے تھے۔ حضور رسول خدا ﷺ گلی سے گزرے حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی۔ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور فرمایا کہ حسین علیہ السلام کو نہ دلایا کرو۔ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

محبت حسین علیہ السلام نگاہ رسول ﷺ میں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ بچوں کے قریب سے گزرے جو کسی گلی میں کھیل رہے تھے، آپ ﷺ نے ایک بچے کو بلایا اسے پیار کیا۔ اس کی خیریت دریافت فرمائی اور دعا و توجہ سے سرفراز فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس انفرادی شفقت کا سبب پوچھا تو زبان حق ترجمان سے ارشاد ہوا۔ ایک مرتبہ میں نے اس بچے کو دیکھا کہ یہ میرے نور نظر حسین علیہ السلام کی خاک پا کر اپنی آنکھوں سے لگا رہا تھا۔ اس لئے مجھے اس بچے سے محبت ہے میں اس کی اور اس کے والدین کی شفاعت کروں گا۔ بحان اللہ! مولائین علیہ السلام! تیری عظمتوں پر قربان کہ تیرے محبت رکھنے والوں کی شفاعت تو بحان کے قربات دار بھی شفاعت رسول ﷺ کے مستحق ٹھہرے۔

اہل بیت اطہار کے متعلق مطلقاً حکم دیا کہ جو میرے اہل بیت کی محبت میں مر گیا پس وہ شہید ہوا اور جو میرے اہل بیت کے بغض میں مرا گویا اس نے نفرت کی موت پائی اور ہلاک ہوا۔ کسی نے کیا خوب کہا

بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے

زاہد تیسری نماز کو میرا سلام ہے

اور چراغ گولہ حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر نے تو کمال کر دیا۔ فرماتے ہیں۔

حب بشیر نہیں ہے تو عبادت ہے حرام

نہ نمازیں، نہ وظیفے، نہ رکوع اور نہ قیام

روزہ و حج، زکوٰۃ و تسبیح و احرام

نہیں مقبول یہ اللہ کو بے حب امام

خواہ مسیری یہ فراست ہے یا نادانی ہے

حب اولاد علیؑ شرط مسلمانی ہے

محبت اہل بیت رسول:

قرآن حکیم نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ اے محبوب پاک ﷺ آپ ﷺ ارشاد

فرمادو کہ میں اجر رسالت کے طور پر تم سے کوئی شے طلب نہیں کرتا، مگر اپنے قسداًت داروں کی محبت و مودت۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (الشوری: ۲۳)

حضرت امام فخر الدین رازیؒ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اسلام کی طرف بہت کرنے والے ہی سابق ہیں۔ یہی مقرب ہیں، مراد اہل بیت اطہار علیہم السلام ہیں۔ گویا اہل بیت اطہار کی محبت از روئے قرآن واجب ہوئی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے روایت فرمائی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہمارے اہل بیت کے ساتھ جو شخص بغض رکھے گا خدا تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل فرمائے گا۔ نیز فرمایا کہ جس شخص نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عزت پاک کے بارے میں اذیت دی اس پر جنت حرام کر دی گئی۔ حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔

سرکار علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ ”یوم قیامت، تمام قرابتی اور نسبی رشتے کٹ جائیں گے سوائے میرے قرابتی اور نسبی رشتوں کے۔“ (صواعق عرقہ)

پھر اپنے نسب شریف سے متعلق مزید وضاحت یوں فرمائی۔

میں قیامت میں چاروں بندوں کی شفاعت کروں گا۔ اگر وہ تمام زمین والوں کے گناہ لئے بھی آئیں۔

۱۔ میری اولاد کی عزت کرنے والا۔

۲۔ ان کی ضروریات پوری کرنے والا۔

۳۔ ان کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرنے والا۔

۴۔ دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا۔

(صواعق عرقہ)

شفاء شریف میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ آل رسول ﷺ کی پہچان ”دوزخ سے نجات“۔۔۔ آل رسول ﷺ کی محبت ”پل صراط کا ٹکٹ“۔۔۔ اور آل رسول ﷺ کی دوستی ”عذاب سے بچاؤ“ ہے۔ حضرت بیہم دارثی نے کہا تھا۔

بیہم یٰی تو پاچ ہیں مقصود کائنات
خیر النساء، حسین و حسن مصطفیٰ علیہ

کسی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ:

کون خدا والے ہیں قرآن میں ڈھونڈو

حق جن کی محبت کا صلہ مانگ رہا ہے

فاروق اعظمؓ اور عترت رسول:

شاید بات دور نکل گئی۔ محبت حسینؑ کی بات ہو رہی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امام عالی مقام سیدنا حسینؑ سے کس انداز میں محبت کی اور ہمیں کیا درس دیا؟ آئیے دیکھیں امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروقؓ جو مرید رسول ﷺ بھی ہیں اور مراد رسول ﷺ بھی۔ جنہیں حضور ﷺ نے اپنا وزیر کہا۔

اسلامی تاریخ کا وہ عظیم فرمانروا کہ جس نے ۲۵ لاکھ مربع میل پر اسلامی سلطنت کو پھیلا دیا۔ جس کے زمانے میں سعودی عرب کے علاوہ مصر، لیبیا، شام، اردن، عراق، لبنان، افغانستان، سلطنت عمان، متحدہ عرب امارات، قطر، بحرین، روسی آذربائیجان، کویت، سوڈان، کاشمالی حصہ اور خود ہمارے پاک وطن پاکستان کے صوبہ بلوچستان تک اسلامی حکومت قائم ہو گئی تھی، جس کے نام سے قیصر و کسریٰ کے تاجدار کانپ اٹھتے تھے۔ اس فاروق اعظمؓ کو جب ان کے اپنے صاحبزادے نے کہا کہ حسینؑ مجھے فرماتے ہیں کہ تم ہمارے غلام کے بیٹے ہو تو عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب فرط محبت سے جھوم اٹھے اور امام حسینؑ سے عرض کہلوا بھیجا کہ حضور، کرم فرماؤ۔ یہی بات لکھ کر دو۔

کوثر ہے اب تو ایک ہی اعزاز کی ہو س

کہہ دیں وہ حشر میں ”یہ ہمارا غلام ہے“

(مولانا کوثر نیازی مرحوم)

جب امام عالی مقام سیدنا امام حسینؑ نے لکھ کر دیا کہ ”تم ہمارے غلام عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے بیٹے ہو۔“

تو فاروق اعظمؓ نے اس کاغذ کو سنبھال کر رکھ لیا اور وصیت فرمائی کہ میرے کفن کے ساتھ رکھ دینا تا کہ نکیرین سے کہہ سکوں کہ میں تو حسینؑ کا غلام ہوں۔

میراث مسلمانانہ سرمایہ شیریں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں جب شہر مدینہ فتح ہوا اور مال غنیمت آیا تو مال غنیمت مسجد نبوی شریف کے فرش پر پھیلا دیا گیا۔ سبط رسول امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا (اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ!) ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے ہمیں عطا کیجئے۔ آپ نے فرمایا یا صاحب برکتہ والکرامۃ اور ایک ہزار درہم نذر کر دیئے۔ آپ کے جانے کے بعد راکب دوش رسول امام حسین علیہ السلام شہید کر بلا جہوہ فرما ہوئے۔ انہیں بھی امیر المومنین نے ایک ہزار درہم پیش کر دیئے۔ اب امیر المومنین کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے آپ نے ان کو پانچ سو درہم دیئے۔ یہ معاملہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جو ان تھا اور جہاد میں شریک ہوتا تھا۔ جب کہ اس وقت حنین کریمین علیہ السلام بچے تھے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان دونوں کو ہزار ہزار درہم عطا فرمائے جبکہ مجھے پانچ سو درہم (حالانکہ میرا حق زیادہ ہے) یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بیٹا! پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حنین کریمین علیہ السلام کو حاصل ہے پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کے باپ علی المرتضیٰ علیہ السلام، ماں فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا، نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، نانی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، چچا جعفر طیار رضی اللہ عنہ، پھوپھی ام ہانی رضی اللہ عنہا، ماموں ابراہیم بن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خالہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور رقیہ رضی اللہ عنہا (دختران بیغمبر رضی اللہ عنہم) ہیں۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خاموش ہو گئے۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ پھر یاد آ گئے کیا خوب فرمایا۔

کیا بات ہے رضا اس چمنستان کرم کی
زہراء ہے کلی جس میں حسین و حسن پھول

مقام امام حسین علیہ السلام، صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اسی تربیت کا اثر تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ شریف کے سائے میں بیٹھے تھے کہ امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام کو آتے دیکھا تو یوں گویا ہوئے۔ آج یہ (امام حسین رضی اللہ عنہ) آسمان والے کے نزدیک، تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام عالی مقام علیہ السلام کے نعلین

مبارک کی گرد جھاڑ کر اپنی عقیدت کا ثبوت دیتے تھے۔

فردوس چشم، قسرت عینی و سیدی
یعنی حسین، حبان نبی، شان مرتضیٰ

(فردوس)

پیر نصیر الدین گولاروی نے سچ ہی تو کہا کہ
حب نبی و آل نبی بے گناہ نصیر
فضل خدا است ذالک یوتیہ لمن یشاء

سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو رہے ہیں۔ دوڑے، آگے بڑھے اور گھوڑے کی رکاب تھام لی تاکہ حسین علیہ السلام آسانی کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ دیکھنے والے نے کہا! اے ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ علم، عمل اور عمر میں حسین علیہ السلام سے آگے ہو۔ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا تجھے کیا خبر؟ یہ میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند عزیز ہیں۔ انہی کے تصدق میں خدا نے مجھے علم و عمل عطا کیا۔ ان کے گھوڑے کی رکاب تھامنا میرے لئے بہت بڑا اعزاز و اکرام ہے۔

سبحان اللہ! شہنشاہ تصوف، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل بیت کرام علیہم السلام کے ساتھ کسی مخلوق کو برابر نہ مانو کیونکہ تمام روحانی سعادتیں اہل بیت علیہم السلام ہی کا حصہ ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ نے فرمایا اہل بیت اطہار علیہم السلام ازلی طہارت و تقدس سے مخصوص ہیں۔

حضرت خواجہ معین الہند معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزد
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

امام عالی مقام کے معمولات:

امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام علم و عمل، اخلاق و مروت، علم و حیا، صبر و رضا، زہد و

تقویٰ اور جود و سخا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ صلہ رحمی، آپ کا شیوہ تھا، مہمان نوازی، غسریا پدوری، مظلوم کی حمایت و امداد کرنا اور مساکین کو کھانا کھانا آپ کا معمول تھا۔ آپ نے پیدل چل کر پچیس حج کئے۔ روزے کثرت سے رکھتے تھے اور امور خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ حضرت سید سجاد امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام دن رات میں تین ہزار رکعتیں نوافل ادا فرمایا کرتے تھے۔

مولا حسین علیہ السلام کا جود و سخا:

باقی کوثر کے نور نظر جود و سخا میں بھی اپنی مثال آپ تھے جو سوائی در دولت پر حاضر ہوتا بھی خالی واپس نہ جاتا۔ کسی سائل نے حاضر ہو کر دو اشعار لکھ بیچے اور انتظار کرنے لگا۔ ان اشعار میں اس نے اپنی ضرورت اور پریشانی کا ذکر کیا تھا، اور پھر صبر نہ کر سکا۔ دوبارہ دو اشعار لکھ بیچے کہ اپنے در دولت سے خالی نہ لائے۔ آپ علیہ السلام نے فوراً اس ہزار درہم سائل کو بخجود دیئے اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر جلدی نہ کرتا تو اس سے زیادہ رقم عطا کی جاتی۔

مشہور واقعہ ہے کہ کھانا کھاتے وقت آپ کے کسی غلام نے گرم شوربے کا پیالہ ہاتھ سے چھوڑا جو آپ علیہ السلام کے وجود مسعود سے لگا اور پھر گر کر ٹوٹ گیا۔ آپ علیہ السلام نے تادمیاً غلام کی طرف دیکھا تو غلام نے فوراً یہ آیت تلاوت کی:

وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿٤١﴾ (آل عمران: ۱۳۳)

آپ علیہ السلام نے فرمایا ”میں نے اپنا غصہ پی لیا اور تیرا قصور معاف کر دیا اور تجھے اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا اور تیرے اخراجات کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہے۔“

اللہ اکبر!

ایک مرتبہ ایک سائل آیا۔ سوال کیا اور تنگ دستی کا ذکر کیا۔ امام نے اس وقت اشرفیوں کے پانچ توڑے (جو اسی وقت نذرانہ ہوئے تھے) اس سائل کو عطا فرمادیئے۔

مجھے پھر پیر سید نصیر الدین گولڑی یاد آ رہے ہیں خوب فرمایا۔

دست علیؑ، حمام حسنؑ، نور مشرقین

پروردہ کسار رسولؑ خدا، حسینؑ

یزید ملعون:

یہ وہ بد بخت، بد باطن، بد کردار، بد اخلاق، رسوائے زمانہ، ابلیس صفت، ملحد و زندیق، منحوس و دیوث، فاسق و فاجر، گمراہ اور بے دین شخص ہے جس کے ناپاک دل میں اہانت آل رسول ﷺ کا خیال آیا اور اس نے گلشن رسالت کے پھولوں کو مسیدان کربلا میں مل ڈالا۔ اہل بیت علیہم السلام کے بے گناہ قتل و غارت گری کا یزید کے منحوس پیرے پر سیاہ داغ ہے۔ یہ نہایت بد صورت، شرابی، بے ادب، ظالم اور گستاخ تھا۔ اس نے مدینہ طیبہ کی بے حرمتی کروائی۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے، حضور رسالت مآب ﷺ کے منبر پاک کو غلاظت سے آلودہ کیا۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خانہ کعبہ کی توہین کی۔ غلاف کعبہ کو جلایا۔

ابن عساکر کی ایک روایت میں امام عالی مقام مولا حسین علیہ السلام کے قاتل کا نام صاف طور پر ”یزید“ مذکور ہے اور ساتھ یہ بھی کہ وہ بد بخت دین میں رخنہ اندازی کرے گا اور اہل بیت اطہار کو مٹانے کے درپے ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یزید پلید نے شریعت اسلامیہ کی کھلم کھلا توہین کی اور اہل بیت کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگ، یزید پسید حمص میں قولوغ کے شدید درد میں مبتلا ہوا اور تپ تپ کر جہنم نگر پہنچ گیا۔ بد قسمتی سے بعض عاقبت نااندیش لوگوں (خارجیوں اور ناصبیوں) نے آل رسول ﷺ سے اپنے باطنی بغض و عداوت کے سبب تحفظ یزید کی تحریک شروع کر رکھی ہے جو خارجیوں کی بنیادی ضرورت ہے۔ لیکن صبح قیامت تک وہ اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور میرے مولا حسین علیہ السلام کا اسم گرامی اہل ایمان میں ہمیشہ ہمیشہ ایمان کا نور بانٹتا رہے گا جو کہ ہمیشہ کے لئے باقی و سلامت رہے گا۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَيْفَ تَقْتُلُوهُ ۚ سَيُكْفَرُ عَنْكُمْ وَهِيَ الْآيَةُ الْكُبْرَىٰ ۚ

نہ یزید کا وہ ستم نہا نہ زیاد کی وہ رہی جفا

جو رہا تو نام حسینؑ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

امام حسین علیہ السلام سے یزید کا مطالبہ بیعت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس کو رباطن (یزید) نے حکومت کے نشے میں بدست ہو کر امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام کو بیعت کے لئے مجبور کیا مگر امام عرش مقام اس سفاک ظالم درندے کی کب بیعت کرنے والے تھے؟ آپ علیہ السلام نے بیعت سے انکار کر دیا۔

ادھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہی اہل کوفہ آپ علیہ السلام کو خطوط لکھ لکھ کر بلا رہے تھے کہ آپ علیہ السلام ہی امداد فرمائیں اور مدینہ سے کوفہ تشریف لا کر سکونت اختیار فرمائیں۔ ہماری دینی راہبری کا کوئی بندوبست نہیں۔ اب کوفیوں یعنیوں نے خطوط لکھنے کی تحریک کو مزید تیز کر دیا۔ امیر مدینہ ولید بن عقبہ نے یزید کی طرف سے آپ علیہ السلام سے بیعت لینا چاہی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ہم جیوں کی بیعت پوشیدہ نہیں ہو سکتی ہم تو غلقت کے سامنے بیعت کریں گے۔

مدینہ منورہ سے امام حسین علیہ السلام کی ہجرت:

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے مدینہ منورہ سے رات کے اندھیرے میں مکہ مکرمہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ اب وہ وقت بھی یاد آ رہا تھا کہ کبھی تاجدار عرب و عجم علیہ السلام نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی اور آج مدینہ منورہ سے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی جانب ہجرت فرما رہے تھے۔ یہ ۴ شعبان ۶۰ھ کا واقعہ ہے۔ ادھر کوفیوں کے ڈیڑھ سو سے زیادہ خطوط آپ علیہ السلام کو موصول ہوئے تو آپ علیہ السلام نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر کوفہ بھیجا۔ ان بد بختوں نے امام مسلم بن عقیل علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر منحرف ہو گئے۔ ابن زیاد بنہاد کے دام فریب میں پھنس گئے اور بعض خوف و ہراس کھا گئے اور حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو ان کے دو صاحبزادوں سمیت نہایت سنگدلی سے شہید کر دیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مکہ مکرمہ سے امام حسین علیہ السلام کی ہجرت کوفہ:

ادھر مسلم بن عقیل علیہ السلام کا خط امام عرش مقام علیہ السلام کو مکہ مکرمہ میں ملا تو سید الشہداء امام عالی مقام علیہ السلام نے مکہ مکرمہ سے کوفہ ہجرت کا پختہ ارادہ فرمایا۔ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر جماعت نے آپ علیہ السلام کو اس ارادے سے باز رہنے کے لئے عرض کیا مگر مشیت ایزدی غالب رہی۔ صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ایک حکم دیا ہے میں اس کی ہر حال میں تعمیل کروں گا۔ سرکٹ جاتے یا رہ جاتے مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ پوچھا عیادہ خواب کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تک زندہ ہوں کسی کو ہرگز نہیں بتاؤں گا اور آپ علیہ السلام نے کوفہ کے لئے سفر شروع فرما دیا۔ مقام صفاح پر مشہور محب اہل بیت شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی جو کوفہ سے آ رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ ”اہل کوفہ کے دل آپ کے ساتھ ہیں، مگر ان کی تلواریں ظالم حکومت کی ہمدرد ہو گئی ہیں۔“ یہ سن کر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم سچ کہتے ہو مگر جو خدا تعالیٰ کو منظور ہے وہ ہو کر رہے گا اور ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔

کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی جلوہ گری:

مکہ مکرمہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مختلف منزلیں طے کیں اور پھر میدان کربلا میں خیمہ زن ہوئے۔

سب سامنے تھی خواب کی تعبیر آگئی
ہے کربلا تو منزل شیر آگئی

یہ ۲ محرم الحرام ۶۱ھ کا دن تھا۔ حر بن یزید ریاحی نے ابن زیاد کو امام علیہ السلام کی آمد کی خبر دی تو اس لعین نے تحریری خط بھیجا جس میں لکھا ”مجھے یزید نے لکھا ہے کہ میں ہرگز سونے کے لئے آنکھ بند نہ کروں اور کھانے سے اپنا پیٹ نہ بھروں۔ اس وقت تک کہ جب آپ علیہ السلام سے یزید کی بیعت قبول نہ کروالوں یا قتل کروں لہذا آپ علیہ السلام یزید کی بیعت قبول کر لیں اور کوئی گزند کا خوف نہ کریں۔“ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام نے یہ خط پڑھا اور پھر اسے زمین پر پھینک دیا۔ اس بات کا علم ہونے پر ابن زیاد بنہاد سخت غضبناک ہوا اور اس نے عمر بن سعد کو

حاکم بنا کر امام سے جنگ کرنے بھیجا اور اس کے ہمراہ بائیس ہزار سوار اور پیادہ فوجی تھے اور ان میں اکثر ایسے بد بخت بھی تھے جنہوں نے امام عرش مقام ﷺ کو خاک لکھ کر کوفے بلوایا تھا۔ امام عالی مقام ﷺ کو جب ان منحوس اور بد نیت کینوں کی کینگی کا یقین ہو گیا تو آپ نے اپنے خیموں کے گرد خندق کھدوادی۔ تاکہ خیمہ گاہ پر اشتیاء ہجوم نہ کر سکیں۔ ان کمینہ خصلت نا ہنجاروں نے ساقی کوثر و تنیم ﷺ کے نور نظر پر پانی بھی بند کر دیا۔ وہ جن کی پیاس پر دریا کی مویں بھی تر پتی تھیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا تاریخ ساز خطاب:

اب امام عالی مقام ﷺ نے اتمام حجت کے لئے اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا "لوگو! معاملہ کی جو صورت ہو گئی ہے تم اسے دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا، منہ پھیر لیا۔ مٹی سے غالی ہو گئی، ذرا سی تلچٹ باقی ہے۔ حقیر سی زندگی رہ گئی ہے، ہولناکی نے اٹالہ کر لیا ہے۔ افسوس تم دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ باطل پر اعلانیہ عمل کیا جا رہا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے۔ وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں بقائے الہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ رہنا بجائے خود ایک جرم ہے۔" پھر ارشاد فرمایا: "اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر ہو اور حق دار کا حق پہنچاؤ تو خدا کی خوشنودی کا موجب ہو گا۔ ہم اہل بیت ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حق دار ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی حق نہیں یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کر رہے ہیں اگر تم ہمیں ناپسند کرو۔ ہمارا حق یہ پہنچاؤ اور اب تمہاری رائے اس کے خلاف ہو گئی ہو جو تم نے مجھے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تو میں واپس جانے کے لئے نکوشی تیار ہوں۔ مزید فرمایا فرات کا پانی جو چند پرند و کافر و مشرک سب کے لئے تم نے روارکھا ہے اسی کو تم نے اہل بیت رسول ﷺ پر بند کر دیا ہے۔ کس منہ سے تم کل حضور رسول خدا ﷺ کی شفاعت کے طلب گار ہو سکو گے؟"

ان مقدس اثر انگیز خطابات کا ان یزیدی لعینوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ان کی شقاوت قلبی حد سے تجاوز کر چکی تھی اور جہنم ان کا مقدر بن چکا تھا۔

جب میدان کارزار تپ گیا:

۹ محرم ۶۱ھ کے پچھلے پہر تہنی لشکر نے فوجوانان جنت کے سردار کے مقابلے میں حرکت شروع کی۔ ادھر امام اپنے خیمہ گاہ میں محو استراحت ہو گئے اور امام الانبیاء کی زیارت سے اس حال میں مشرف ہوئے کہ حضور ﷺ اپنے تخت جگر اور نور نظر کے سینہ اقدس پر اپنا دست رحمت رکھے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں:

اللہم اعط الحسنین صبراً و اجراً
الہی! میرے حسین علیہ السلام کو صبر اور اجر عطا فرما۔

اور ساتھ ہی فرمایا بیٹا حسین علیہ السلام! عنقریب ہم سے ملنے والے ہو۔ اگلے روز کے جمعۃ المبارک کا خیال آیا، امام نے وصیت کرنے کی عرض سے ایک رات کی مہلت لی۔ ادھر رات ہوئی۔ امام نے اپنے ۴۲ جاثاروں سمیت اہل بیت اطہار سے خطاب فرمایا کہ یزیدی ٹولہ میری جان کے درپے ہے اور مجھے ان سے جنگ کرنا ہے، میں تم سب کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ جہاں چاہو، چلے جاؤ اور میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کو ساتھ لے جاؤ مگر سب جاثار ان امام تھے وہ کب جانے والے تھے؟ رات عبادت میں گزری، آخر ۱۰ محرم یوم عاشورہ کی صبح نمودار ہوئی، فرات پر پہرہ دینے والے بد بختوں کی تعداد پانچ سو کر دی گئی تاکہ امام کو پانی کی ایک لونڈ بھی نہ مل سکے، اتمام حجت کے لئے امام نے ایک مرتبہ یزیدیوں سے خطاب فرمایا مگر ان پر ان کا خبث باطن غالب رہا۔ امام کے لشکر میں ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے تھے، زہیر بن قیس داعیں اور عبید بن مظہر بائیں سردار مقرر ہوئے اور وفاؤں کے بادشاہ حضرت غازی عباس علیہ السلام کو علم عطا فرمایا گیا۔ جنگ شروع ہوئی اور امام کے جاثاروں نے اپنے آقا و مولایہ اپنی جانوں کے نذرانے بچھا کر کرنا شروع کئے۔ ادھر وقت نماز قریب آ رہا تھا ادھر بزرگ امام اپنے جوانوں کے لاشے اٹھا رہے تھے۔ میرے قلم میں اتنی سکت نہیں کہ خاندان نبوت کے ان پھولوں پر مظالم کی ساری داستان رقم کروں جو ان علی اکبر علیہ السلام سے معصوم شیر خوار علی اصغر علیہ السلام تک جام شہادت نوش فرما چکے، حضرت حربی جہنم سے جتنی بن کر زانی فردوس برسے ہوئے۔ میرے امام کی ہری بھری پھلوری ان کے سامنے اجڑ گئی۔ نازک پھول پتی پتی ہو کر خاک کر بلا میں بکھر گئے، عون و محمد، قاسم و حسن، حبیب ابن مظاہر، جعفر بن عقیل، مسعود بن حجاج، محمد بن مقدا، عبد اللہ بن مسلم، محمد بن

مسلم، جعفر اکبر، غازی عباس علمدار علیہ السلام اور ان کے بیٹوں بھائی امام کے دوسرے صاحبزادے ابو جکر اور مارے بھائی بھتیجوں سمیت امام کے مارے ہمراہی شہید ہو گئے۔ یزیدی فلسفے سے تائب ہو کر حسینی مشن پر جان قربان کرنے والے سالار حضرت حر علیہ السلام اپنے جوہر دکھا رہے تھے کہ کسی لعین نے انہیں بھی شدید زخمی کر دیا، مگر بڑے اور امام کو آواز دی، امام بے قرار ہو کر سخت جنگ کر کے تشریف لائے اور حضرت حر کو اٹھایا، زمین پر لٹایا، ان کے سر کو اپنے زانو پر رکھ کر پیشانی اور رخساروں پر پڑی ہوئی گرد کو اپنے دامن اطہر سے پونچھنے لگ گئے، شہسزادہ کو عین کے ہاتھوں کے روحانی کیفیت سے مسرور ہو کر حضرت حر نے آنکھ کھولی تو امام کو اپنے سامنے دیکھ کر فرط محبت میں مسکرا دیئے کہ گوہر مراد مل گیا۔ عرض کیا! حضور آپ اب تو مجھ سے راضی ہیں۔ امام نے فرمایا کہ ہم راضی ہیں، اللہ بھی راضی ہے۔ امام عرش مقام علیہ السلام کی زبان اقدس و اطہر کے یہ الفاظ سن کر ان کی روح فقس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اور بقول پیر نصیر گولادی علیہ السلام حضرت حر علیہ السلام یہ کہتے ہوئے جنت مدھا رہ گئے۔

میں ہوں گداے کو چہ آل نئی نصیر
دیکھے تو مجھ کو نارِ جہنم لگا کے ہاتھ

انا لله وانا اليه راجعون

اب امام علیہ السلام اکیلے رہ گئے تھے اور زبان سے فرما رہے تھے

مجھ کو جنگل میں اکیلا چھوڑ کر

قافلہ سارا روانہ ہو گیا

شاید اسی موقع کی مناسبت سے پیر نصیر گیلانی مدظلہ نے فرمایا کہ

لاکھوں شقی ادھر ہیں ادھر اک حسینؑ ہے

کانٹوں کی نوک جھوک گل تر کے ساتھ ہے

بھیجوں یزیدیت پہ نہ کیوں لعنت اے نصیر

یہ دشمنی ہے اور میرے گھر کے ساتھ ہے

حفیظ جالندھری مرحوم نے کہا کہ

عبا بھی تار تار ہے

تو جسم بھی نگار ہے

زمین بھی ہے پتی ہوئی
فلک بھی شعلہ بار ہے
مگر یہ مسدود تیغ زن
یہ صفت شکن، فلک شکن
کمال صبر و تسبیح
سے محو کار زار ہے
یہ بالیقین حسینؑ ہے
نئی کا نور عین ہے

اب چاند کی باری آتی ہے:

اب امام علیہ السلام نے پھر ان بد بختوں کو آخری خطاب فرمایا کہ تم میرے قتل پر جمع ہونے ہو۔ ہاں ہاں میرے بعد خدا کی قسم تم کسی ایسے کو قتل نہیں کرو گے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناراضی کا سبب ہو۔ خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تمہاری ذلت سے مجھے عزت بخشے گا اور تم سے وہ بدلہ لے گا جو تمہارے خواب و خیال میں بھی نہیں۔ ادھر ایک لعین نے یوں بکواس کی کہ وہ دیکھو فرات کیسے چمک رہا ہے مگر تم اس سے ایک بوند بھی نہ پاؤ گے اور ابھی پیاسے مارے جاؤ گے۔ امام علیہ السلام کو جلال آ گیا اور فرمایا کہ خدا تجھے ہی پیسا ہلاک کرے۔ وہ اسی وقت فوراً پیاس میں مبتلا ہوا پانی پیتا مگر پیاس نہ بجھتی تھی کہ اس کثرت سے پانی پیا کہ اس کی آنتیں پھٹ گئیں اور شدت پیاس ہی میں ہلاک ہو گیا۔ شمر غیث نے شور مچایا، غوب چلایا کہ تمہاری مائیں تم کو پیئیں، کیا انتظار کر رہے ہو؟ حسین علیہ السلام کو قتل کر دو۔ اب ان ظالموں نے جگر گوشہ رسول ﷺ پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ زرعہ بن شریک بھی مردود نے بایں شانہ اقدس پر تلوار ماری۔ سبحان بن سخی جہنمی نے نیزہ مارا اور امام گر پڑے اس مردود نے غولی بن یزید سے امام کا سر کاٹنے کو کہا، اس کا ہاتھ کاٹنے لگا۔ سنان ابن الشیطان خود آگے بڑھا اور اس نے امام کا سر انور، جسم اطہر سے جدا کر لیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ عین شمر ذوالجوشن نے امام کا سر وجود اطہر سے الگ کیا۔ اسی بات کو خلیفہ امام احمد رضا بریلوی علیہ السلام، علامہ ابو الحسنات سید احمد قادری علیہ السلام اپنی مشہور زمانہ کتاب "اوراق غم" کے صفحہ ۴۹۶ پر علامہ ابی اسحاق اسفرائینی کی کتاب "نور العین" کے حوالے

سے یوں قطر اڑیں کہ ولد الشیطان سان جب حلقوم ناز تراشے کو آیا تو اس پر اس قدر بیت پڑی کہ بھاگ گیا۔ پھر شمر ذی الجوش غیث آیا۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے خوب صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا اور اس وقت رسول خدا ﷺ کی وہ دعا اللھم اعط الحسین صبرا و اجرا رنگ لائی اور امام نے پیچلاتی دھوپ میں صبر و رضائی چھتری کے سائے تلے شمر مردود سے پوچھا تو کون ہے؟ تو زبردست گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے کیا تجھے خدا اور رسول ﷺ سے شرم نہیں آتی؟ شمر نے کہا میں شمر بن ذی الجوش ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا، وائے تجھ پر، کیا تو مجھے نہیں جانتا، شمر نے کہا آپ حسین (علیہ السلام) ہیں اور آپ علیہ السلام کے باپ علی علیہ السلام بن ابی طالب ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا غیث! بے حیا جب تو مجھے جانتا ہے تو کس وجہ سے قتل کرنے پر آمادہ ہے؟ شمر نے کہا کہ محض جاہ و مال دنیا کے لالچ میں، جو بڑید سے مجھے ملے گا۔

امام علیہ السلام کا قاتل مرض برص میں مبتلا تھا:

پھر مزید سوالات و جوابات کے بعد امام نے فرمایا اپنی بیٹھ تو مجھے کھول کر دکھا۔ اس نے دکھائی تو آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ بیٹھ پر برص کا داغ ہے اور سور کے بالوں کی طرح اس کی بیٹھ پر بال ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ملاحظہ فرما کر کہا۔۔۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔۔۔ میرے جد امجد ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔۔۔۔۔ شمر نے کہا کہ آپ کے جد امجد ﷺ نے کیا کہا تھا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے فرمایا کہ ایسا شخص مجھے قتل کرے گا جیسا تو، شمر غصے میں آ کر کہنے لگا۔۔۔۔۔ آپ مجھے کتے اور سور سے تشبیہ دیتے ہیں، خدا کی قسم! اب میں ضرور قتل کر دوں گا۔۔۔۔۔ پھر آپ علیہ السلام کو غیث نے شہید کر دیا۔ جب خورشید امامت غروب ہو گیا تو سر مبارک نسیزہ میں ٹوم کر ابن زیاد کو بھیج دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وقت شہادت امام عالی مقام علیہ السلام کی عمر مبارک چھپن سال پانچ ماہ اور چند دن تھی۔

فصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین و لعنة اللہ علی اعدائہ و اعدائہم الظالمین۔

پھر بد بختوں نے امام علیہ السلام کی انگوٹھی اتاری۔ عمامہ لے گئے حتیٰ کہ بے لباس کر دیا۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ امام عالی مقام علیہ السلام کے وجود مسعود کو ان تیرہ بخت لعینوں نے گھوڑوں کے ناپوں تلے روند ڈالا۔

آل رسول ﷺ کے سارے شہداء کے سروں کو نیزوں پر چڑھایا اور کوفہ کے بازاروں میں پھراتے رہے۔

حافظ ابن عساکر نے مہنل بن عمرو سے روایت نقل کی ہے کہ جب امام عالی مقام علیہ السلام کا سر انور دمشق میں اٹھایا گیا تو وہاں ایک عجیب منظر دیکھا گیا۔ ادھر رحمت عالم ﷺ کے شہزادے کا سر مبارک نیزے پر تھا اور ادھر ایک قاری قرآن تلاوت کلام مجید میں مغموم تھا۔ جب قاری نے سورہ کہف پڑھی:

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيعِ كَانُوا مِن آيَاتِنَا عَجَبًا
(کہف: 9) میں سے بہت عجیب نشانی۔

تو اسی وقت امام عالی مقام علیہ السلام کے سر مبارک سے نہایت فصیح انداز میں یہ کلمات تمام حاضرین نے سماعت کئے کہ:

عجب من اصحاب الکھف قتل و حملی
بحسان اللہ! اصحاب کہف سے بھی زیادہ عجیب نشانی میرا قتل ہونا اور میرا سر گشت کرایا جانا ہے۔

بیمار کربلا حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی علیہ السلام اور پردہ داران اہل بیت کو ہمراہ پھیراتے رہے۔ حجۃ الاسلام حضرت حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل بیت پاک سے گت خیاں بے باکیاں لعنة اللہ علیکم دشمنان اہل بیت

واقعہ کربلا کے بعد کے واقعات:

علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ ابن کثیر، امام جلال الدین سیوطی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور علامہ ابن حجر مکی جیسے محدثین نے اپنی اپنی کتب میں مختلف واقعات لکھے ہیں۔ سر الشہداء تین صفحہ ۳۲، صواعق مرقعہ اور تہذیب التہذیب میں مرقوم ہے کہ جس دن امام حسین علیہ السلام شہید کئے گئے اس دن بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔ امام ابن سیرین نے فرمایا کہ شہادت حسین علیہ السلام کے بعد تین روز تک پوری دنیا میں تاریکی چھائی رہی

پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔ خلف بن خلیفہ کہتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کئے گئے تو آسمان سیاہ ہو گیا اور دن میں ستارے نظر آنے لگے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام کی شہادت کے دن آفتاب کو گرہن ہوا اور سات دن تک آفتاب کارنگ پیلا رہا۔ دیواروں پر مثل ہلدی کے رنگ کی شعاع پڑتی تھیں۔ چھ ماہ تک کنارے آسمان کے سرخ رہے اور اس کے بعد یہ سرخی ختم ہو گئی۔ آپ علیہ السلام کی شہادت سے پہلے یہ سرخی آسمان پر کبھی نہیں دیکھی گئی ہو یا کہ اس طرح آسمان ہمیشہ اس حادثہ کے ماتم میں مدام ہے۔ ستارے بکثرت سات روز تک ٹوٹے رہے اور آپس میں ٹکراتے رہے۔ علی بن مشہر کہتے ہیں کہ میری دادی نے مجھے بتایا کہ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کی شہادت پر کئی دنوں تک آسمان ان پر روتا رہا۔ (بیہقی) امام کے سانحہ شہادت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رحمت عالم ﷺ کو خواب میں پریشان دیکھا اور آپ ﷺ روتے تھے۔ جناب کو امام علیہ السلام کے غم میں نوے پڑھتے سنا گیا۔

مخالفین امام کا انجام بد:

ام المؤمنین حضرت سیدہ سلمہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد گرامی "میزان الاعتدال" میں مرقوم ہے کہ میں نے شہادت حسین علیہ السلام کے وقت ایک غیبی ندا سنی۔ کہنے والا اپنے مخصوص انداز میں یہ رباعی پڑھ رہا تھا۔

ايها القاتلون جهلاً حبيماً
بشروا بالعذاب والتكليل
قد لعنتم على لان داود
و موسى و حامل الانجيل

”اے امام حسین علیہ السلام کے قاتلو! اپنی جہالت کے سبب امام عالی مقام علیہ السلام کو شہید کرنے والا تمہیں دردناک عذاب اور ذلت و خواری کی بشارت ہو۔۔۔۔۔ ارے۔۔۔۔۔ تمہارے لئے تو حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حامل انجیل (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی زبان پر لعنت ہی لعنت ہے۔

..... اللہ اکبر

حاکم نے متدرک میں روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا کہ میں نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے بدلے ستر ہزار (افراد) قتل کروائے اور آپ ﷺ کے نور نظر فرزند (حسین علیہ السلام) کے بدلے ستر ہزار اور ستر ہزار (دو گنا) قتل کراؤں گا۔

نصرتِ امام علیؑ واجب ہے!

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کبریٰؓ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”یٰ زید! اللہ تعالیٰ اس یتیم قاتل ملعون میں برکت نہ کرے! سنو! میرے پیارے اور محبوب فرزند حسینؑ کی خبر شہادت کے ساتھ ان کے قتل ہونے کی جگہ کی خاک میرے سامنے لائی گئی۔ میں نے ان کے قاتل کو دیکھا۔ سنو! جن لوگوں کے سامنے انہیں شہید کیا جائے گا اور وہ ان کی مدد نہ کریں گے تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر بھی عذاب مسلط کرے گا۔“

گویا ثابت ہوا نصرت حسین علیہ السلام امت پر واجب ہے اور خوب یاد رکھئے اس واقعہ کے بعد والے لوگ امام کے نظریات و عقائد اور مشن عظیم کا پرچار کر کے نصرت امام کا فہرینہ سرانجام دے سکتے ہیں۔

قتالین حسین علیہ السلام میں سے جس کسی نے جس جس انداز میں غلم ڈھائے تھے۔ اسی طرح وہ خود بھی اپنے انجام کو پہنچے۔ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں مختار بن ابی عبید شقی نے کوفہ پر قبضہ کر لیا اور ابن زیاد بن نہاد کے لشکر میں شامل ہونے والے افراد کی فہرستیں تیار کروائیں اور پھر ایک فوج یا پولیس کا دستہ صرف اس کام پر مامور کر دیا کہ وہ ان بد بختوں کو جن جن کر جہنم رسید کرے اور ان کے گھروں کو گرا کر زمین کے برابر کر دے۔ مختار نے قتالین حسین علیہ السلام کو سخت اذیتیں دلوائیں اور بعض کو آگ میں جلوا دیا۔

اولاد علی کا دشمن خنزیر:

منصور کہتے ہیں کہ میں نے شام میں خنزیر کے منہ والے ایک شخص سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ”میں مولیٰ علیؑ کی اولاد پر لعنت کرتا تھا۔ ایک رات حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور امام حسن مجتبیٰؑ نے میری شکایت فرمائی تو آقائے دو جہان نے مجھ پر لعنت

فرمانی اور میرے منہ پر تھوک دیا پس اس دن سے میرا چہرہ موز کا سا ہو گیا۔

شمر لعین کو قتل کرنے کے بعد اس کی لاش پر کتے چھوڑے گئے تھے اور کتوں نے اس منحوس کو کھالیا تھا۔ عمرو بن سعد مردود پکڑا گیا تو ایذا دے کر اس کو قتل کیا گیا۔ ابن زیاد بد نہاد بھی اسی طرح جہنم نگر پہنچا۔ جب اس بد بخت کا سر کاٹ کر اس کے ساتھیوں کے ساتھ رکھا گیا تو ایک سانپ آیا اور اس کے تنھے کے ذریعے سر میں گھس گیا۔ پھر نکل گیا، چلا گیا، پھر سر آ گیا۔ اسی طرح کئی دفعہ آیا اور اس کے سر میں گھس کر باہر نکلا۔ جب اس کا سر امام سجاد فرزند حسین سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے قدموں میں رکھا گیا تو امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی آنکھیں بند فرمائیں اور فرمایا اس مکروہ سر کو میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے۔ پھر سجدے میں گر گئے اور فرمایا ”خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے لئے میرے دشمنوں سے میرا انتقام لیا ہے۔“

انگریز مورخ جنرل سر جان گلبن نے اپنی کتاب ”عربوں کی سلطنت“ میں لکھا ہے کہ عربوں کا دستور ہے خون کا بدلہ خون، آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ اسی قانون کی روشنی میں امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو تقریباً اسی طرح قتل کیا گیا جس طرح انہوں نے شہدائے کربلا پر مظالم توڑے تھے۔ جنہوں نے شہدائے کربلا پر تیر چلائے تھے انہیں تیر مارے گئے۔ ایک شخص نے امام کو بھالامارا تھا۔ اس کو اسی طرح قتل کیا گیا۔ ایک نے امام کے کپڑے اتار لئے تھے اس کو بھی کپڑوں سے محروم کر کے نگ کر دیا گیا اور قتل کیا گیا۔

عاشورہ محرم کے بعد سات روز تک دنیا نے واویلا کیا۔ سورج کی روشنی سرخ ہو گئی۔ ستارے آپس میں ٹکراتے تھے۔ سورج گرہن ہو گیا تھا اور شہادت امام علیہ السلام کے چھ ماہ تک آسمان کے کنارے مکمل سرخ رہے۔ یزیدیوں کے کپڑے جل گئے، انہوں نے اونٹ ذبح کیا اس کا گوشت کڑوا ہو گیا۔

ایک شخص نے امام عالی مقام علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی تو آسمان سے ایک ستارہ چھوٹا اور اس سیاہ بخت کو اندھا کر دیا۔ (والعیاذ باللہ رب العالمین)

فلسفہ و پیغام شہادت امام حسین علیہ السلام:

امام عالی مقام علیہ السلام شہزادہ گلگون قباء سید الشہداء والی کربلا میرے مولا حسین علیہ السلام

کی بے مثال شہادت و قربانی نے اسلام کو بقا عطا فرمائی، امت کی اصلاح اور ملت کی فلاح کا ذریعہ بنی۔ لیکن آج ہمیں سوچنا ہے کہ اگر ہم مولا حسین علیہ السلام کے نام لیوا ہیں تو ہمارا کردار کیا ہے؟ اگر واقعی ہمارا دل عقیدت و محبت امام سے لبریز اور منور ہے تو کیا یزیدیت ختم ہو گئی؟ نظام مصطفیٰ علیہ السلام کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹیں کیا ہیں؟ اور یہ رکاوٹیں کھڑی کرنے والے کون ہیں؟ اور پھر خوب غور کرو کہ ایسے حالات میں حسینیوں کی ذمہ داری کیا ہے؟ سوچو، سوچو اور خوب سوچو۔ کیا آپ حسینی ہو؟ اور اگر واقعی آپ حسینی ہو تو حسینیت کو اپناؤ۔ حسینیت سے پیار کرو۔ کبھی سوچا حسینیت کیا ہے؟ آؤ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ حسینیت کیا ہے؟

حسینیت کیا ہے؟

حسینیت صبر و استقامت کا نام ہے۔ حسینیت حشرات و شجاعت کا نام ہے۔ حسینیت عزم و استقلال کا نام ہے۔ حسینیت جذبہ جہاد کا نام ہے۔ حسینیت ذوق عبادت کا نام ہے۔ حسینیت شوق شہادت کا نام ہے۔ حسینیت یزیدیت کے سامنے ڈٹ جانے کا نام ہے۔ حسینیت ہر برائی کے مقابلے کا نام ہے۔ حسینیت ظالموں سے مقابلے کا نام ہے۔ حسینیت خوف خدا کا نام ہے اور حسینیت عشق مصطفیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔

اسی لئے تو

پیغام دے رہی ہے شہادت حسینؑ کی
حق پر فدا ہو، طاعت ناسخ نہ کر قبول
چودھ جاتے کٹ کے سر تیرا تیرے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

ہاں ہاں۔ حسینیت عفت و طہارت کا نام ہے۔ حسینیت مظلوموں کی داد رہی کا نام ہے۔ حسینیت ظالموں کی گردن مروڑنے کا نام ہے۔ حسینیت مساجد کی آبادی کا نام ہے۔ حسینیت رزق حلال کے حصول کا نام ہے۔ حسینیت علم کی جستجو کا نام ہے۔ حسینیت اہل علم کی قدردانی کا نام ہے۔ حسینیت اخلاص و اخلاق کی ارزانی کا نام ہے۔ حسینیت امن و امان کا نام ہے۔ حسینیت رب کے عرفان کا نام ہے۔

حسینیت اللہ کے انعام کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت اخوت و بھائی چارے کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت جھوٹ سے نفرت کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت جھوٹوں سے بیزاری کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت بھول کی بیداری کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت اسلام کے لئے گردن کٹانے کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت خدا کے بندوں کی خدمت کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت بے محول، بے بسوں اور لاچاروں کی دشگیری کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت یتیموں کے سر پر دست شفقت رکھنے کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت یواؤں کی عفت و عصمت کے تحفظ کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت شعار اسلام کے تقدس کی بحالی کا نام ہے۔۔۔۔۔ بلکہ حسینیت اسلام کے مرکزی خیال کا نام ہے اور اسلام کے متعلق تو خالق کائنات نے خود فرمایا۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

(آل عمران: ۱۹)

اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ تو پھر آؤ مل کر نعرہ لگاؤ۔۔۔۔۔

حسینیت زندہ باد

بہدیت مردہ باد

اور یہ صرف نعروں سے کام نہیں چلے گا۔ کھوکھلے نعرے تو فضا میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ ہمیں حسینیت کے لئے کام کرنا ہو گا۔ ہمیں فلسطین، کشمیر، بوسنیا، اریٹریریا، فلپائن، الحبزائر، بھارت اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو کفر کے بیچہ استبداد سے نجات دلانا ہو گی۔ افغانستان کی مکمل تباہی کے بعد اس وقت عراق بھی لہو نخت ہے۔ امریکہ، امریکیوں، امریکہ نواز اور امریکہ کے حلیفوں سے نمٹنا ہو گا۔ ہمیں عالم اسلام کی مسلمانوں کو کفر کے بیچہ استبداد سے نجات دلانا ہو گی۔ ہمیں عالم اسلام کی وحدت کے لئے کام کرنا ہو گا۔ ہمیں اتحاد امت کا نقشہ پیش کرنا ہو گا۔ ہمیں انا پرستی، زر پرستی، ہوس پرستی اور شخصیت پرستی کے خلاف جہاد کرنا ہو گا۔ ہمیں خدا پرستی کا راج قائم کرنا ہو گا۔ ہمیں اسلامک بلاک بنانا ہو گا۔ ہمیں اسلامی فورس قائم کرنا ہو گی۔ ہمیں اسلامی بینک تشکیل دینا ہو گا۔ ہمیں عالم کفر کے مقابلے میں عالم اسلام کی نمائندگی کے قابل بننا ہو گا۔ ہمیں عالم اسلام کا وقار بلند کرنا ہو گا۔

آؤ مل کر صدق دل سے دعا کریں:

یارب مصطفیٰ ﷺ! ملت اسلامیہ کو ملت واحدہ بنا۔ آمین

اس کے ساتھ یہ بھی عہد کریں کہ آج کے بعد ہماری دوستی اور ہماری دشمنی کا معیار صرف اور صرف رضائے رب اور رضائے مصطفیٰ ﷺ ہو گا۔ اے اللہ! ہمیں اس عہد پر استقامت عطا فرما۔

استغاثہ:

آئیے! آخر میں راکب دوش رسول، سید الشہداء امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے حضور بصد ادب و احترام اور بصد عجز و انکسار استغاثہ عرض کریں کہ۔

قافلہ حجاز میں ایک حین بھی نہیں

گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

اس لئے ملت اسلامیہ کے تن مردہ میں پھر سے نئی روح پھونکی جائے۔ خدا پرستی اور

رسول ﷺ پیوستگی کا شعور بختا جائے۔

جی کے مسرنا تو ب کو آتا ہے

مرد کے جینا سکھا دیا تو نے

☆☆☆

شاہ حسینؑ زندہ باد

واہ حسینؑ زندہ باد

☆☆☆☆

السلام اے عظمت خون شہیداں السلام

السلام اے آیہ توقیر قرآن السلام

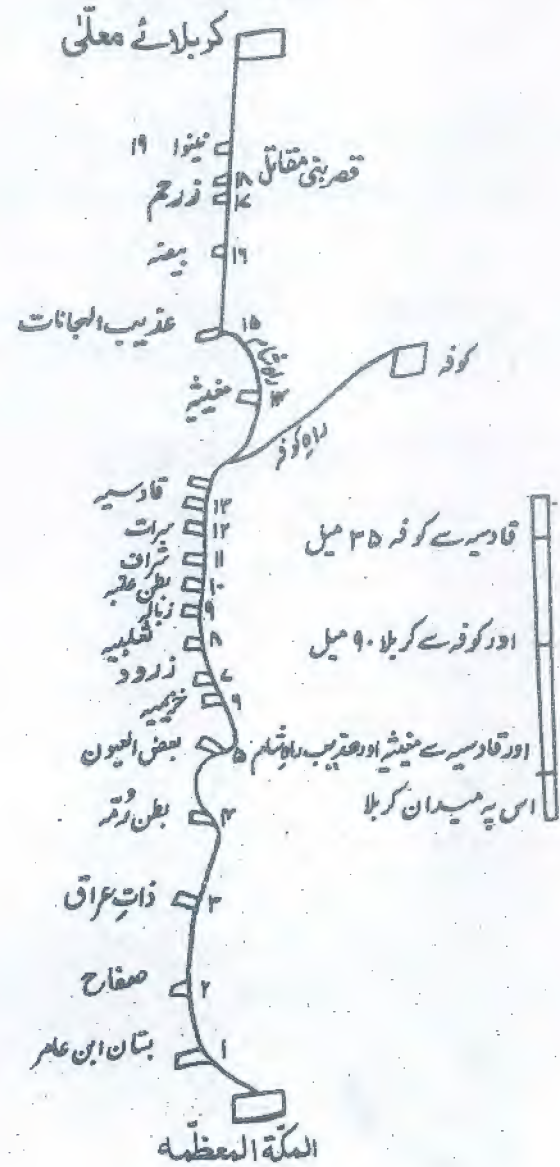
☆☆☆☆

جو گل ریاض رسول تھا وہ جو نور چشم بتول تھا

اس ایک شخص کے قتل سے مہری کتنی صدیاں اداس ہیں

☆☆☆

نقشہ راہ سفر

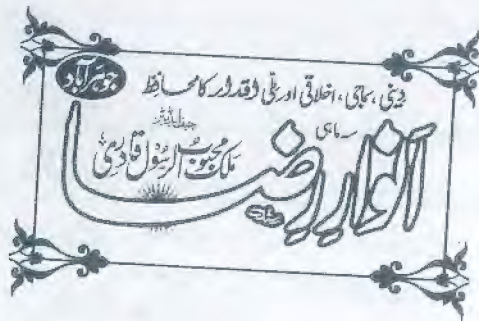


⑥

امام حسین علیہ السلام

خطبات کے تناظر میں

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسینؑ جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسینؑ
جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسینؑ جس نے سب کچھ کھو کے بھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسینؑ
جس نے اپنے خون کی کردی سخاوت وہ حسینؑ جس نے فس کے پی لیا جام شہادت وہ حسینؑ
(جگر مراد آبادی)



سید الشہداء
امام حسینؑ

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان
191	درس کر بلا کیا ہے؟ پشاور میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کا خطاب تالیف: علامہ سید محمد انور شاہ بخاری
196	مقام رضا پور قاضی ہستی سیدنا امام حسین علیہ السلام علامہ سعید احمد مجددی کا ایمان افروز خطاب املا: پروفیسر نوید اقبال مجددی
197	صبر حسین علیہ السلام قرآن کی تفسیر
198	اسباق کر بلا
199	تسلیم کا پہلا معنی
201	عالم نزع کی کیفیت
202	تسلیم کا دوسرا معنی
203	امام حسین علیہ السلام کا مقام تسلیم و رضا
204	رضا اور قضا
205	امام حسین علیہ السلام کا پیغام
206	صبر

درس کر بلا کیا ہے؟

قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب

علامہ سید محمد انور شاہ قادری ☆

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ و ملککتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً اللہم صلی علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد و علی صحبہ وسلم۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم ہو الحبيب الذی ترجی شفاعتہ لكل هول من الاحوال مقتحم صدر محترم گرامی قدر شیخ طریقت، بدر شریعت حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی زیدہ مجدد، محترم و مقتدر علماء کرام، میرے انتہائی واجب الاحترام بزرگوں اور بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

ماہ محرم کی آمد آمد ہے، یہ ماہ مبارک شروع ہو چکا ہے، اس مہینے میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب سیدنا امام عالی مقام حضرت امام حسین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر، ذکر مبارک اور شہادت کے واقعات کا بیان اہل سنت کا معمول ہے اور خلیفہ ثانی امیر المومنین سیدنا عمر فاروق صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بھی خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ خلفاء راشدین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر، اہل بیت اطہار کا ذکر، امام حسن صلی اللہ علیہ وسلم، امام حسین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ان ساعتوں میں ہوتا ہے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کرام صلی اللہ علیہ وسلم، امام حسن صلی اللہ علیہ وسلم اور امام حسین صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کے سب اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ بتول سلام اللہ علیہا تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ہر گوشہ کو اس قالب میں ڈھالا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قالب تھا، جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ تھا۔ انہوں نے اسی اسوۂ حسنہ کے نمونے دنیا کے سامنے پیش فرمائے۔

اہل بیت علیہم السلام کا ایک مقام ہے، اہل بیت کی ایک تاریخ ہے، جس نے اسلام کی اجتماعی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ اس تاریخ سے واقفیت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ بعض لوگ اس مہینے میں واقعہ کربلا کو ایک قصے کے طور پر ایک کہانی کے انداز میں بیان کرتے ہیں حالانکہ یہ کوئی قصہ کہانی نہیں بلکہ یہ ایک تاریخ ہے، یہ ایک تحریک ہے۔ یہ وہ تاریخ تھی جو آل رسول ﷺ نے اپنے خون سے لکھی اسی لئے قیامت تک یہ زندہ رہے گی۔ اصل چیز اس کا پیغام ہے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کربلا کا پیغام کیا ہے؟

امام علی رضی اللہ عنہ مقام مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اگر چاہتے تو یہ بھی کہتے میں محفوظ ہوں، مدینہ محفوظ ہے۔ لوگوں پر اگر قیامت آتی ہے، ان پر افتاد پڑتی ہے، وہ مصائب و آلام کا شکار ہوتے ہیں تو ہونے دیں، ہمیں پرانے پھڑے میں ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہمیں خدائی فوجدار بننے کی کیا ضرورت ہے؟ یزید اگر شراب پیتا ہے، دمشق میں شراب کے دور چل رہے ہیں، شام میں رقص و سرود اور فحاشی و بے حیائی کی تحفیں ہو رہی ہیں تو ہوتی رہیں، میں تو مدینہ میں سلامت ہوں، ان خرافات سے محفوظ ہوں، مدینہ بھی سلامت ہے۔۔۔۔۔ یہ ہو سکتا تھا! اگر یہ قرآن و سنت کے مطابق ہوتا تو امام عالی مقام بھی کہتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں فرمایا ایسا نہیں کیا۔۔۔۔۔ کیوں؟ آؤ دیکھتے ہیں کہ قرآن کیا کہتا ہے؟ سنت اس ضمن میں کیا رہنمائی کرتی ہے؟ قرآن کی دعوت کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے قرآن و سنت کی روشنی میں کیا فیصلہ فرمایا۔ رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: ۱۱۰)

یہ دامن رسول ﷺ سے وابستہ لوگوں کے لئے پیغام ہے انہیں بتایا جا رہا ہے کہ تم کون ہو؟ کیا تم پشاور ہو؟ نہیں، کیا تم امریکن ہو؟ نہیں، کیا تم افریکن ہو؟ نہیں، تم کیا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم بہترین امت ہو، کیوں بہترین امت ہو؟ اس لئے کہ تمہارے ہاتھوں میں ان کا دامن ہے جو بہترین رسول ﷺ ہیں۔ تم غلام مصطفیٰ ﷺ ہو، تم اکرم الرسل، اشرف الرسل، افضل الانبیاء والمرسلین، خیر الرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہو۔ تم مسلمان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو چن لیا تو ثابت ہوا کہ مسلمان پہلے مسلمان ہے، سب سے پہلے وہ مسلمان ہے۔ محمد بن قاسم

کے وقت سے مسلمان، یہاں ہندوستان میں بس رہے ہیں اور اسی وجہ سے ان مسلمانوں کے لئے الگ وطن پاکستان بنایا کیونکہ ان کی پہچان وطن کی بجائے اسلام ہے۔ وہ ہندوستانی نہیں مسلمان تھے اور مسلمان ہیں اور یہ کس نے کہا کیا۔۔۔ کسی پیر صاحب نے کہا کسی شاہ صاحب نے کہا یا کسی عالم نے کہا۔۔۔۔۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (حجہ: ۱۳)

پس میں جب مسلمان بنا تو خیر امت میں داخل ہو گیا، میں نے ایسے نبی کا کلمہ پڑھا کہ مسلمان بن گیا اور خیر امت بن گیا۔۔۔۔۔ اب کہتے ہیں افغانستان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، عراق سے کوئی واسطہ نہیں، ایران سے کوئی تعلق نہیں۔

بازو تیسرا تو حید ہے جو ہے لا الہ الا اللہ اور اسلام تیسرا دیس ہے تو مصطفوی ہے جو غلامی رسول ﷺ میں آ جائے، غلام رسول ﷺ بن جائے، دامن رسول ﷺ سے وابستہ ہو جائے یعنی ہو، جاپانی ہو، امریکی ہو جس جگہ کا بھی رہنے والا ہو وہ اسلام کے رشتے سے دوسرے مسلمانوں کا بھائی بن جاتا ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انما المؤمنون اخوة

ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہیں، ایمان والے ایک دوسرے کے لئے ایسے ہیں جیسے مکان کی بنیاد میں اور دیوار میں ایک اینٹ دوسری اینٹ سے وابستہ ہوتی ہے۔ اسی طرح روتے زمین کے تمام مسلمان غلامان رسول ﷺ ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور پھر ان کی شناخت کیا ہے، کیا علامت ہے ان کی ڈیوٹی کیا ہے ان کے فرائض میں تاامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر شامل ہے، مسلمانوں نے نیکیوں کو پھیلانا ہے اور برائیوں کو مٹانا ہے۔

امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس حکم خداوندی پر عمل فرمایا، دشت کربلا کی کوئی دھوپ میں بھوک پیاس میں مصیبتیں برداشت کیں، وطن کو چھوڑا، مدینہ منورہ سے نکلے، مکہ معظمہ کو خیر باد کہا۔ سب کچھ چھوڑ دیا لیکن ظلم کے سامنے کلمہ حق بلند کیا۔ حق و صداقت کی سر بلندی کے لئے نیکی کو پھیلانے اور برائی کو مٹانے کے لئے یزید کے سامنے، یزیدی قوت

کے سامنے ڈٹ گئے اور بے سرو سامانی کے عالم میں یزیدی شان شوکت کا مقابلہ کیا، نیکیوں کو پھیلایا اور برائیوں کی جڑیں کاٹیں۔ آپ نے سب کچھ راہ حق میں قربان کر دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی گردن کٹوا کر یہ پیغام دیا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک سکتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے سامنے نہیں جھک سکتا۔ تو قرآن کے پیغام پر امام عالی مقام نے لبیک کہتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ تم نے ہمیشہ حق کا ساتھ دینا ہے، باطل کا نہیں، نیکی کو عام کرنا ہے برائی کو مٹانا ہے۔

اور یہ سب کچھ کرتے ہوئے اگر تمہاری جان چلی جائے تو:

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آج پاکستان پر نگاہ ڈالیں، ہمارے ٹی وی پر ثقافت کے نام پر ثقافت پھیلانی جاری ہے اور ثقافت کے نام پر خباثت عام کی جا رہی ہے۔ تمدن کے نام پر فتنہ پروری، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دین سے بغاوت کو عام کیا جا رہا ہے۔ ہندوؤں کے پروگرام، ان کی فحاشی اور بے حیائی ہمارے معاشرے میں عام کی جا رہی ہے۔ امریکہ اور یہودی یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی قدروں کو ختم کروا دیا جائے، یہ دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ گستاخِ رسول کو سزا دو، قادیانیوں کی اقلیت کا قانون ختم کیا جائے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا مسلمان اسے برداشت کر سکتے ہیں؟

سنو! مکہ معظمہ فتح ہوا، ایک گستاخِ رسول بیت اللہ میں داخل ہو گیا اور بیت اللہ اس کی جگہ ہے یہاں قاتل کو بھی پناہ ہے اسے اس وقت تک قتل نہیں کیا جاسکتا جب تک اسے باہر نہ نکالا جائے۔ صاحب ”شفاء شریف“ لکھتے ہیں کہ رحمت للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا اس گستاخِ رسول کو قتل کر دو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! وہ تو کعبۃ اللہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں قتل کر دو، بارگاہِ الہی سے ایک خاص وقت تک کے لئے ان ساتھوں میں حضور نبی کریم ﷺ کے لئے بیت اللہ شریف کو حلال کر دیا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس گستاخِ رسول کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کیا اب کوئی مسلمان اس قانون کو بدلنے کے بارے میں سوچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، گستاخِ رسول ناقابلِ معافی ہے اس کی ذرہ برابر گستاخی بھی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ناقابلِ برداشت ہے۔

بقول شخصے اونٹ بدو کے خیمہ میں داخل ہو گیا ہے، اب ہر مسلمان کو اپنی ذمہ

داری پوری کرنا چاہئے، غفلت سے بیدار ہونا چاہئے۔ آپ کی دینی جماعت ”جمعیت علماء پاکستان“ اس ملک میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے کوشاں ہے، اس کے نفاذ کی جدوجہد میں آپ بھی شامل ہو جائیں۔

یزیدی قوتوں کے خلاف، سیکولر اور لادینی جماعتوں کے خلاف اور قادیانیوں کے خلاف آپ کا تعاون دینی و مذہبی فریضہ ہے۔ آج ملک نازک موڑ پر کھڑا ہے، ہم بڑے اہم اور نازک مقام پر کھڑے ہیں لیکن مایوس ہونے کی بات نہیں! ناامیدی مومن کی شان کے خلاف ہے، لوگ کہتے ہیں افغانستان کے ساتھ کیا کیا گیا؟ ہم کہتے ہیں دیکھو کیا ہوا؟

اسلام کی تاریخ چودہ سو سال سے ہمارے سامنے ہے کہ بلا کے میدان میں امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور بظاہر یزید فاتح دکھائی دیا لیکن دیکھو تاریخ پر نگاہ ڈالو، یزید کا کوئی نام لینے والا ہے؟ ہر طرف سے حسین رضی اللہ عنہ کی آواز آ رہی ہے، یزید ختم ہو گیا، اس کا نام و نشان بھی مٹ گیا لیکن امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام قیامت تک زندہ رہے گا۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہسر کر بلا کے بعد

سادات کی تعظیم کے لئے قیام

خواجہ احرار قدس سرہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز امام اعظم سراج امت سیدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ درس کی مجلس میں بھی بار اٹھے کسی کو اس کا سبب معلوم نہ ہوا۔ آخر کار حضرت امام کے ایک شاگرد نے دریافت کیا۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا: سادات کرام کا ایک صاحبزادہ لڑکوں کے ساتھ مدرسہ کے صحن میں کھیل رہے ہیں۔ وہ صاحبزادہ جب اس درس کے قسریب آتا ہے اور اس پر میری نظر پڑتی ہے تو میں اس کی تعظیم کے لئے اٹھتا ہوں۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

مقام رضا پر فائز ہستی۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام

علامہ سعید احمد مجددی کا ایمان افروز خطاب

املا: پروفیسر نوید اقبال مجددی ☆

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ - أَتَابَعُدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ - وَيَشِيرُ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

حضرات محترم!۔۔۔۔۔ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں صبر والوں کو بشارت سنائی ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو وہ یوں کہا کریں **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**۔ اس سے ان کا صبر بکثرت ہوتا ہے۔۔۔۔۔ ان کے دلوں کو اطمینان ملتا ہے اور اللہ ان کے صبر کا دنیا اور آخرت میں انہیں اجر دیتا ہے۔

وَيَشِيرُ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ اے محبوب ﷺ آپ صبر کرنے والوں کو خوش خبری اور بشارت سنا دیں کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچے تو کیا کریں؟

یوں کہیں:

إِنَّا لِلّٰهِ

بے شک تحقیق ہم اللہ کیلئے ہیں۔

یہاں لام ملکیت کا ہے۔۔۔۔۔ **إِنَّا لِلّٰهِ** کا معنی یہ ہے کہ ہمارا مالک اللہ ہے۔۔۔۔۔ ہماری جان کا مالک اللہ ہے۔ کیا صبر سکھایا جا رہا ہے کہ تمہاری جان پر مصیبت آجائے تو گھبرانا نہ بلکہ کہنا۔۔۔۔۔ آجائے۔۔۔۔۔ یہ جان ہماری کب ہے؟۔۔۔۔۔ جس نے یہ مصیبت نازل کی ہے یہ جان بھی تو اسی نے بنائی ہے۔۔۔۔۔ اس کا مالک وہی ہے۔۔۔۔۔ تو مالک اپنی ملک میں جو چاہے کرے، کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔۔۔۔۔ ہم کون ہیں کہ پوچھیں تو ہمارے ساتھ کیا کر رہا ہے؟۔۔۔۔۔ اور ہم اگر کچھ ہیں تو اسی کا ہیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ۔۔۔۔۔ میں یہ سبق دیا گیا کہ جب مصیبت آئے تو ایمان والو! تم صبر کر کے یوں کہا کرو کہ ہمارا مالک اللہ ہے۔۔۔۔۔ **وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** اللہ نے ہمیں دنیا میں چند روز کے لیے بھیجا تھا پھر واپس بلانے والا بھی وہی ہے پھر اسی کے پاس طے جائیں گے۔۔۔۔۔ صبر والوں کیلئے یہ بہت بڑا پیغام اور بشارت ہے۔

حضرات گرامی!

صبر انبیاء کی سنت ہے۔۔۔۔۔ صبر صحابہ کی سنت ہے
صبر شہیدوں کی سنت ہے۔۔۔۔۔ صبر ولیوں کی سنت ہے
صبر والے اجر پاتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ اللہ صبر والوں کا ساتھی ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو۔
یعنی صبر اور نماز اللہ کی بارگاہ میں تمہاری مددگار ہیں۔۔۔۔۔ مصیبت آئے تو صبر کرو اور نماز پڑھو۔۔۔۔۔ پھر کیا ملے گا؟۔۔۔۔۔ **إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ**
پھر اللہ تمہارے ساتھ۔۔۔۔۔ تم اللہ کے ساتھ۔۔۔۔۔ اللہ تمہارا ساتھی۔۔۔۔۔ تم اللہ کے ساتھی۔۔۔۔۔ یہ معیت الہی، صبر کا صلہ ہے۔

صبر حسین علیہ السلام۔۔۔۔۔ قرآن کی تفسیر:

حضرات گرامی!۔۔۔۔۔ جب ہم واقعہ کربلا کا جائزہ لیتے ہیں اور یہ داستان صبر و غم۔۔۔۔۔ داستان تسلیم و رضا سنتے ہیں تو ہمیں میدان کربلا میں خانوادہ نبوت کی ہر ادا۔۔۔۔۔ امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی ہر ادا قرآن کی تفسیر نظر آتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں۔ کربلا میں خاندان نبوت نے جو کچھ کیا۔۔۔۔۔ وہ کیا تھا؟ بقول علامہ اقبال: خون او تفسیر این اسرار کرد ملت خوابیدہ را بیدار کرد امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں قرآن کی تفسیر لکھی۔۔۔۔۔ اس امت میں بے شمار مفسرین گزرے ہیں جو سیاحی اور قلم سے تفسیریں لکھ گئے۔۔۔۔۔ مگر واہ امام حسین علیہ السلام! آپ نے اپنے خون سے قرآن کی تفسیر لکھی۔ قرآن اور بھی پڑھ گئے۔۔۔۔۔ مگر واہ امام حسین علیہ السلام!

آپ نے نیزے کی نوک پر قرآن پڑھا۔

لوگ گھروں میں۔۔۔۔۔ قرآن پڑھ گئے

لوگ مسجدوں میں۔۔۔۔۔ قرآن پڑھ گئے

لوگ مدرسوں میں۔۔۔۔۔ قرآن پڑھ گئے

لوگ منبروں پر۔۔۔۔۔ قرآن پڑھ گئے

لیکن تیرے جیسا قاری نہ دیکھا۔۔۔۔۔ نہ سنا۔۔۔۔۔ کہ دھڑک بلا کی ریت پہ ہے۔۔۔۔۔ اور سر نیزے کی نوک پر۔۔۔۔۔ کوفے کے بازاروں میں۔۔۔۔۔ قرآن پڑھ رہا ہے۔

نماز لوگوں نے بھی پڑھی ہے۔۔۔۔۔ بڑے بڑے نمازی گزرے۔۔۔۔۔ بڑے بڑے شب زعمہ دار گزرے۔۔۔۔۔ بڑے بڑے تہجد گزار گزرے۔۔۔۔۔ اور آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔۔۔۔۔ مگر جیسی نماز امام حسین علیہ السلام نے پڑھی ہے ایسی کوئی نہ پڑھ سکا۔

صابر ہو تو ایسا۔۔۔۔۔ عابد ہو تو ایسا

قاری ہو تو ایسا۔۔۔۔۔ شہید ہو تو ایسا

(سبحان اللہ)

اسباق کر بلا:

فائدہ ان نبوت نے میدان کر بلا میں امت کے سامنے چار اسباق پیش کیے:

(۱) تسلیم (۲) رضا (۳) صبر (۴) دُعا

میدان کر بلا کے یہ اسباق جو ہمیں امام حسین علیہ السلام نے دیئے ان پر غور کرنا چاہیے۔ ذکر کر بلا کا مقصد فقط یہ نہیں۔۔۔۔۔ کہ غم و اندوہ میں چند آنسو بہا لیں۔۔۔۔۔ اور اپنے دل کو بہا لیں۔۔۔۔۔ کہ ہمارے دل میں بھی غم حسین علیہ السلام ہے۔۔۔۔۔ ہم نے ذکر کر بلا میں کر چند آنسو بہائے۔

سنو!۔۔۔۔۔ امام حسین علیہ السلام نے کر بلا میں اس لیے قربانیاں دیں تھیں کہ نانے کی امت میری مصیبتوں کا ذکر کر کے رویا کرے؟۔۔۔۔۔ کیا یہ مقصد تھا؟ ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ محبت میں

رونا جائز تو ہے لیکن رونا مشن نہیں۔۔۔۔۔ رونا نصب العین نہیں۔۔۔۔۔ رونا مقصود نہیں۔۔۔۔۔

صرف رونے کیلئے ذکر کر بلا کرنے کو علماء نے منع کیا ہے۔۔۔۔۔ لیکن اگر ذکر کرتے کرتے رونا آجائے تو جائز ہے۔

کون کہتا ہے کہ دل کے حق میں غم اچھا نہیں

لیکن پھر بھی شغلِ گریہ نصب العین بن سکتا نہیں

جو لوگ سمجھتے ہیں کہ سال میں دس دن غم حسین علیہ السلام میں رولو۔۔۔۔۔ سارے گناہ بخشے

جاتے ہیں۔۔۔۔۔ یہ غلط ہے۔۔۔۔۔ یہ دھوکا ہے۔۔۔۔۔ یہ قریب ہے۔۔۔۔۔ دیکھنا!۔۔۔۔۔ امام حسین

علیہ السلام کی شہادت کے رنگین خون کو اپنے آنسوؤں سے دھو کر محو کرنے کی کوشش نہ کرنا:

خوف ہے قربانی اعظم نظر سے گرنے جائے ابن حیدر کے لہو پر دیکھ پانی پھر نہ جائے

جو لوگ ابن حیدر کے خون پر آنسوؤں کا پانی بہا کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے حق ادا

کر دیا۔۔۔۔۔ وہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا مذاق اڑاتے ہیں۔۔۔۔۔ یہ مقصد نہیں ہے۔

حضرات گرامی!۔۔۔۔۔ مقصد سمجھو کیا ہے؟ میدان کر بلا میں امام حسین علیہ السلام نے امت کو

یوں توبے حد سبق سکھائے لیکن میں آج چار پہلوؤں پر آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گا۔

(۲) رضا

(۱) تسلیم

(۴) دُعا

(۳) صبر

تسلیم کا پہلا معنی:

قرآن پاک میں تین جگہ لفظ تسلیم آیا ہے۔ لفظ تسلیم کے دو معانی ہیں۔

تسلیم کا ایک معنی ہے سلام کرو، جیسا کہ قرآن میں حکم ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ

وَالْوَصَلُوةُ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

بھی بھیجو۔۔۔۔۔ سلام بھی بھیجو۔۔۔۔۔ نبی پاک کو

سلام کرو۔۔۔۔۔ یہ حکم قرآن ہے۔۔۔۔۔ یہ میرا

موضوع نہیں ہے صرف اشارہ کر رہا ہوں۔

قرآن پاک میں سلام کی متعدد آیات ہیں:

☆ سَلِّمُوا عَلَى إِبْرَاهِيمَ

☆ سَلِّمُوا عَلَى نُوحٍ فِي الْعُلَمِينَ

☆ سَلِّمُوا عَلَى مُوسَى وَهَارُونَ

- ☆ سَلَّمَ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۹
- ☆ سَلَّمَ عَلَى آلِ يَاسِينَ ۱۰
- ☆ سَلَّمَ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى ۱۱
- ☆ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ مِمَّا صَبَرْتُمْ ۱۲

رسولوں کو سلام۔۔۔۔۔ غیوں کو سلام۔۔۔۔۔ ولیوں کو سلام۔۔۔۔۔ صبر کرنے والوں کو سلام۔۔۔۔۔ کیونکہ تسلیم کا معنی ہے سلام کرنا۔۔۔۔۔ میدان کر بلا میں امام حسین علیہ السلام نے تسلیم کا سبق دیا۔۔۔۔۔ کہ تم اللہ کے ہو جاؤ۔۔۔۔۔ ہر چیز تمہیں سلام کرے گی۔ امام حسین علیہ السلام نے کر بلا میں صبر کیا تو اس صبر کے صلے میں انہیں جنات نے سلام کیا۔۔۔۔۔ فرشتوں نے سلام کیا۔۔۔۔۔ دنیا نے سلام کیا:

اے حسین ابن علی تم پر سلام نازش آل نبی تم پر سلام سلام پیش کرنا یہ کر بلا کا سبق ہے۔۔۔۔۔ وہ بھی کوئی مسلمان ہے جو حسین علیہ السلام کو سلام نہ کہے؟۔۔۔۔۔ سلام کرنا ہمارا فرض ہے۔۔۔۔۔ اللہ رب العزت قرآن پاک میں فرماتا ہے جو صبر کرے اسے سلام کرو۔

سَلَّمَ عَلَيْكُمْ مِمَّا صَبَرْتُمْ ۱۳
صبر والو تمہیں ہمارا سلام ہو۔
کر بلا میں:

جنات آئے۔۔۔۔۔ میرے حسین علیہ السلام کو سلام کیا
فرشتے آئے۔۔۔۔۔ میرے امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا
موت آئی۔۔۔۔۔ میرے امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا
امام فاطمہؑ آئیں۔۔۔۔۔ آئیں حسین علیہ السلام کو سلام کرنے
نانا مصطفیٰؐ مدینے سے آئے حسین علیہ السلام کو سلام کرنے
پھر بات یہاں ختم نہ ہوئی۔۔۔۔۔ بلکہ میدان کر بلا میں جب حسین پاک علیہ السلام نے سرسجدہ میں رکھا تو خدا نے بھی کہا:

اے حسین علیہ السلام ابن علیؑ تم پر سلام
سَلِّمُوا وَسَلِّمًا۔۔۔۔۔ ہے دنیا میں کوئی ایسا شہید جس پر اتنے سلام نازل ہوئے ہوں؟۔۔۔۔۔ یہ حسین علیہ السلام ابن علیؑ کی شان ہے۔

عالم نزع کی کیفیت:

حضرات محترم!۔۔۔۔۔ امام حسین علیہ السلام نے میدان کر بلا میں قرآن کی تفسیر کر کے دکھا دی۔۔۔۔۔ کہ جو صبر کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ان پر یوں سلام آتے ہیں۔۔۔۔۔ ایک حدیث مبارکہ ہے کہ:

موت کے فسرشتے جب عام آدمی کے پاس آتے ہیں تو ڈراؤنی شکل میں آتے ہیں، اس لئے نزع کے وقت میت کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں اور میت گھبرائی ہوئی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ فرشتے ڈراؤنی شکل میں آتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ اسے سلام نہیں کہتے بلکہ زبردستی اس کی روح کھینچ کر لے جاتے ہیں۔

لیکن اگر کوئی مرد مومن ہو۔۔۔۔۔ اگر کوئی دلی اللہ ہو۔۔۔۔۔ اگر کوئی کملی والے کا عاشق ہو۔۔۔۔۔ اگر کوئی اولیاء اللہ کا نیاز مند ہو۔۔۔۔۔ اگر کوئی صحیح العقیدہ ہو۔۔۔۔۔ تو فرشتے مسکراتے ہوئے۔۔۔۔۔ خوبصورت شکلوں میں آتے ہیں۔۔۔۔۔ اور آ کر خوشی خوشی کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اے بندے۔۔۔۔۔ ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔۔۔۔۔ تو مومن مسکرا کر کہتا ہے کہ ہر لے چلو گے؟۔۔۔۔۔ تو فرشتے کہتے ہیں تجھے تیرے رسول کے پاس لے چلتے ہیں۔۔۔۔۔ چلو گے؟۔۔۔۔۔ تو وہ مسکرا کے چل دیتا ہے۔۔۔۔۔ یہ ہے مومن کی موت۔

(شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور)

نشان مسرد مومن با تو گویم چوں سرگ آید تبسم بر لب او ست
حضرات گرامی!۔۔۔۔۔ جب سے ہم نے سنا ہے کہ مومن کی موت یوں آتی ہے، خدا کی قسم تب سے اس دنیا میں رہنے کو جی نہیں چاہتا۔
لگتا نہیں ہے دل اس اجڑے دیار میں کس کی بنی ہے اس دارناپا سیدار میں
عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں
ہمیں موت کا انتظار ہے۔۔۔۔۔ کہ کب آئے گی۔۔۔۔۔ کب موت کے فسرشتے آئیں گے۔۔۔۔۔ اور ہمیں تاجدار مدینہؑ کی بارگاہ میں لے کر جائیں گے۔ اسی لیے کسی عاشق نے کیا خوب کہا:

ملک الموت کدھے جدول حبان مسیری میری روح مدینے وچ گئی ہووے
حضرات گرامی!۔۔۔۔۔ چاروں طرف شہادت کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ صبر
حسین علیہ السلام کی گلیاں ہر طرف مسکرا رہی ہیں۔۔۔۔۔ حسین علیہ السلام نے تسلیم و رضا کا جو سبق
نانے کی امت کو دیا ہے وہ ہمارے لیے روح حیات ہے۔۔۔۔۔ وہ ہمارے لئے ضابطہ حیات
ہے۔۔۔۔۔ وہ ہمارے لئے دستور حیات ہے۔

میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے تسلیم کا سبق دیا۔۔۔۔۔ اور تسلیم کا ایک معنی ہے
سلام کرنا۔۔۔۔۔ امام حسین علیہ السلام صبر کے اس درجے پر پہنچے۔۔۔۔۔ کہ ہر مخلوق نے آپ کو
سلام کیا۔۔۔۔۔ آج چودہ صدیاں بیتے کے باوجود ہر مسلمان امام حسین علیہ السلام کو سلام کہتا ہے
۔۔۔۔۔ یہ تسلیم ہے۔

تسلیم کا دوسرا معنی

تسلیم کا اک معنی ہے مان لینا۔۔۔۔۔ تسلیم سے اسلام ہے۔۔۔۔۔ اسلام سے مسلمان
ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے تسلیم کا سبق دے کر بتایا کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں۔۔۔۔۔ مسلمان وہ
ہوتا ہے؟۔۔۔۔۔ جو مان لے کیونکہ اسلام کا معنی ہے مان لینا۔۔۔۔۔ تسلیم کا معنی ہے مان
لینا۔۔۔۔۔ کس طرح ماننا؟۔۔۔۔۔ اس کے دو طریقے ہیں

زبان سے مان لینا۔۔۔۔۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر کوئی دل سے بھی مانے۔۔۔۔۔
لیکن تسلیم ایسا ماننا ہے جس کے معنی میں پردگی کا مفہوم ہے۔۔۔۔۔ اپنا آپ کسی کے حوالے کر دینا
یوں ماننا کہ اپنا آپ اس کے سپرد کر دینا۔۔۔۔۔ پردگی یہ تسلیم ہے اس کا ذکر قرآن میں
یوں آیا ہے:

فَلَا وَرَيْكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُخَرِّجُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا
فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝۱۳

اللہ نے فرمایا: اے میرے نبی! سچا مومن وہ ہے کہ جب تو کوئی حکم دے، فیصلہ کرے
تو وہ اپنے دل میں تیرے فیصلے کے متعلق کوئی گلی گھس نہ کرے۔۔۔۔۔ وہ سر جھکا کر کہہ دے نہ
سر تسلیم خم ہے جو سزا ج یاں میں آئے
معلوم ہوا!۔۔۔۔۔ مومنوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ نبی پاک ﷺ جب کوئی فیصلہ کریں

تو اس میں جیل و جت کریں۔ مومنوں کو چاہیے کہ اپنا آپ نبی ﷺ کے سپرد کر دیں۔۔۔۔۔ یہ
تعلیم قرآن نے دی ہے کہ اپنا آپ اپنے نبی کے سپرد کر دینا۔۔۔۔۔ یہ ہے تسلیم۔
امام حسین علیہ السلام کا مقام تسلیم و رضا:

میرے آقا امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں سب کچھ نانے کے سپرد کیا ہوا تھا۔ اللہ
قرآن میں فرماتا ہے کہ اپنا آپ نبی پاک کے حوالے کر دو۔۔۔۔۔ اور یوں کہو:
کیا پیش کروں تم کو کیا چیز ہماری ہے یہ دل بھی تمہارا ہے یہ جاں بھی تمہاری ہے
ماتے میں تمہارے ہیں قسمت یہ ہماری ہے قربان دل و جام کیا شان تمہاری ہے
اللہ کہتا ہے میرے نبی کے سامنے تسلیم ہو جاؤ۔۔۔۔۔ میرا نبی جو کہہ دے اس میں شک

نہ کرنا:

وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

تسلیم ہو جاؤ۔

امام حسین علیہ السلام اپنے نانا مصطفیٰ ﷺ کے حکم پر تسلیم ہو کر کربلا میں پہنچے تھے۔ بے
ادبوں، گستاخوں کو کیا معلوم کہ حسین تو تسلیم ہو چکا تھا۔ اس کو سیاسی غلطی کہنا یہ عقل، علم اور دین کا
اندھا بین ہے۔ حسین پاک ﷺ نے سیاسی غلطی نہیں کی۔۔۔۔۔ کوئی غلطی نہیں کی۔۔۔۔۔ وہ
کربلا میں کیوں گئے تھے؟۔۔۔۔۔ اگر آپ تاریخ اسلام کی اس روایت پر غور کریں تو بات واضح
ہو جائے گی کہ جب سیدنا امام حسین علیہ السلام مکہ مکرمہ سے عازم کوفہ ہوئے تو ایک رات قبل حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے امام حسین علیہ السلام کو روکا کہ آپ کو فدی کی جانب نہ جائیں۔ کیا آپ
جانتے نہیں کہ اہل کوفہ نے آپ کے والد مولانا شیر خدا علیہ السلام کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟
لہذا آپ نہ جائیں۔ باقی لوگ بھی روکتے رہے مگر امام حسین علیہ السلام نے کوئی بدواہ نہ کی۔
جب حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر انسان نے روکا تو امام حسین علیہ السلام
فرمانے لگے:

وَأَيْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْمَقَامِ أَمْرِي أَمْرًا
مجھے رات کو خواب میں نانا پاک ﷺ کی
زیارت ہوئی ہے، میں اپنی مرضی سے نہیں
جار ہا، بلکہ آپ نے حکم دیا ہے اور میں آپ
کے حکم کی تعمیل میں جا رہا ہوں۔

معلوم ہوا۔۔۔ امام حسین علیہ السلام تسلیم ہو چکے تھے۔۔۔ آپ علیہ السلام نے اپنا آپ نبی پاک ﷺ کے سپرد کیا ہوا تھا۔۔۔ وہاں سے جو حکم آتا تھا، اس کی تعمیل کر رہے تھے۔

حضرات توجہ فرمائیں!۔۔۔ روکنے والوں نے جب دیکھا کہ کوئی بہانہ۔۔۔ کوئی عذر نہیں سنتے۔۔۔ تو پھر روکنے کے انداز مختلف ہو گئے۔۔۔ پھر روکنے والوں نے کہا: حسین (علیہ السلام)! اگر آپ ضرور جاتے ہیں تو اس طرح کریں ان خدوات نبوت کو ساتھ نہ لے جائیں۔۔۔ انہیں چھوڑ جائیں۔۔۔ تو امام حسین علیہ السلام نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا:

شَاءَ اللهُ اَنْ يَّهْتُمَّ اَسَدِي

جب اللہ کی رضامندی ہے تو میں اللہ کی رضا پر راضی ہوں۔۔۔ وہ جو کرنا چاہتا ہے، مجھے قبول ہے۔۔۔ اللہ ہی چاہتا ہے۔۔۔ اس کا نام ہے رضا۔۔۔ یہ رضا بالقضا ہے۔۔۔ پتہ تھا کہ قضا آنے والی ہے۔۔۔ اور مومن وہ ہے جو قضا پر راضی ہو جائے۔

رضا اور قضا:

سینے حضرات گرامی!۔۔۔ امام حسین علیہ السلام مقام رضا پر فائز تھے۔۔۔ رضا کیا ہے؟

مسکراتے ہوئے مصائب کا استقبال کرنا رضا ہے۔۔۔ قضا کی تلخی میں دل کا سرور رضا ہے۔۔۔ رضا اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینے کا نام ہے۔ اس سے عارف اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جہاں کائنات کی ہر شے اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔

میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی نگاہ اللہ کی رضا پر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میدان کربلا میں جب قضا نے آنکھیں دکھائیں کہ میں قضا ہوں۔۔۔ حسین علیہ السلام نے مسکرا کر کہا۔۔۔ میں رضا ہوں۔۔۔ تیرا کام اپنا ہے۔۔۔ میرا کام اپنا ہے۔۔۔ تو اپنا کام کر۔۔۔ میں اپنا کام کروں۔

حضرات گرامی!

یہ رضا تھی جو میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے پیش کی۔

قضا نے کہا۔۔۔ حسین علیہ السلام بچے شہید ہو جائیں گے۔۔۔ کہا۔۔۔ میں راضی ہوں۔ قضا نے کہا۔۔۔ بیٹیاں قیدی ہو جائیں گی۔۔۔ کہا۔۔۔ میں راضی ہوں۔ قضا نے کہا۔۔۔ بیمار زین العابدین علیہ السلام کو قیدی بنالیا جائے گا۔۔۔ فرمایا۔۔۔ میں راضی ہوں۔

قضا نے کہا۔۔۔ ہم شہید مصطفیٰ علی اکبر شہید ہو جائے گا۔۔۔ فرمایا۔۔۔ میں راضی ہوں۔ قضا نے کہا۔۔۔ لاشوں پہ گھوڑے دوڑ جائیں گے۔۔۔ فرمایا۔۔۔ میں راضی ہوں۔ قضا نے کہا۔۔۔ خیموں کو آگ لگ جائے گی۔۔۔ حسین علیہ السلام نے کہا۔۔۔ میں راضی ہوں۔

قضا نے کہا۔۔۔ سب کچھ برباد ہو جائے گا۔۔۔ حسین علیہ السلام نے کہا۔۔۔ میں راضی ہوں۔ حضرات محترم!

یہ تھی وہ رضا جو میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھی۔۔۔ وہ رضا کے پدورہ تھے۔۔۔ وہ مقام رضا پر فائز تھے۔۔۔ وہ میدان کربلا میں صبر و رضا کا سبق دینے آئے تھے۔۔۔ ان کی مال صبر و رضا کی بیکر تھیں۔۔۔ امام حسین علیہ السلام کو ان کی مال نے صبر و رضا کا سبق دیا تھا۔۔۔ پھر حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں امت کو صبر و رضا کا سبق دیا۔

امام حسین علیہ السلام کا پیغام:

حضرات محترم!۔۔۔ امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں رضا کا پیغام یوں دیا کہ جب سب کچھ قربان ہو گیا تو پھر امام حسین علیہ السلام کی اپنی باری آئی۔۔۔ جسم نازنین میں سینکڑوں تیر لگے۔۔۔ جسم چھانی ہو گیا۔۔۔ خون کربلا کی ریت پر بہہ گیا۔۔۔ گھوڑے کی زین سے فرش زمین پر آئے۔۔۔ گرے۔۔۔ اور اٹھے۔۔۔ اور سر سجدے میں رکھا۔۔۔ تاریخ میں یہ لفظ محفوظ ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے آخری سجدے میں اللہ کی بارگاہ میں جو مناجات پیش کیں وہ یہ تھیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى بَلَدِكَ رَضًا بِقَضَائِكَ اے اللہ! حسین علیہ السلام تیری بلا پر صابر ہوا
وَتَسْلِيْمًا لَا مَرِكَ تیری قضا پر راضی ہوا۔۔۔۔۔ اور
تیرے حکم پر تسلیم ہو گیا۔

گو یا حسین علیہ السلام!۔۔۔۔۔

آخری سجدے میں عرض کرتے ہیں کہ:

اے بے نیاز خدایا! میرے ساتھ تو نے جو بھی کیا تیری قسم میں راضی ہوں۔۔۔۔۔ ذرا تو
بنا! جو کچھ تیری خاطر میں نے کیا تو بھی راضی ہوا یا نہیں؟۔۔۔۔۔ یہ ہے مقام رضا۔

صبر:

حضرات گرامی!۔۔۔۔۔ ذرا اپنا ماحول دیکھو۔۔۔۔۔ اپنی کسزوریاں دیکھو۔۔۔۔۔ کسی
کے گھر میں ماتم ہو جاتے تو۔۔۔۔۔ بین کھٹے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ کپڑے پھاڑے جاتے ہیں
سینے پیٹے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ اور یہ رونے والی ہماری بیٹیاں۔۔۔۔۔ ہماری مائیں بہنیں
اللہ کو مخاطب کر کے کہتی ہیں تجھے اور کوئی نہیں ملا تھا؟۔۔۔۔۔ میرا بیٹا ہی تجھے موت پہلنے نظر
آیا تھا؟۔۔۔۔۔ خدا سے لڑتی ہیں۔۔۔۔۔ یہ کفر یہ لفظ ہیں حالانکہ صبر کرنا چاہیے۔۔۔۔۔ لیکن غم میں
آکر صبر ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ قوم کی بیٹیاں بے صبری کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

حضرات!

اپنے گھر کے یہ بین بھی دیکھو اور نبی کے گھرانے کے صبر کو بھی دیکھو۔۔۔۔۔ کسی گھر سے
ایک جنازہ نکلے تو سارے محلے کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ لوگ دکانیں بند کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔
کاروبار روک لیتے ہیں۔۔۔۔۔ پوری گلی، محلے میں صفت ماتم بچھ جاتی ہے۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں تمہارے گھر سے ایک جنازہ نکلے تو پورا محلہ بلکہ کئی بار پورا شہر
سوگوار ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ مگر امام حسین علیہ السلام کے گھر سے ایک دن میں بہتر جنازے نکلے
تھے۔۔۔۔۔ پھر ان کے صبر کو سلام کیوں نہ کریں؟۔۔۔۔۔ کہ بہتر جنازے ایک دن میں اٹھے ہیں۔

نبی ﷺ کے۔۔۔۔۔ گھرانے کے

علی علیہ السلام کے۔۔۔۔۔ کاٹانے کے

فاطمہ سلام اللہ علیہا کے۔۔۔۔۔ آٹانے کے

اور وہ جنازے عام نہ تھے بلکہ وہ شہیدوں کے جنازے تھے:

وہ اصغر علیہ السلام جیسے۔۔۔۔۔ معصوم تھے

وہ عباس علیہ السلام جیسے۔۔۔۔۔ جوان تھے

وہ علی اکبر علیہ السلام جیسے۔۔۔۔۔ شہزادے تھے

وہ عون علیہ السلام و محمد علیہ السلام جیسے۔۔۔۔۔ صاحبزادے تھے

لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ شہیدوں سے آواز بھی اونچی نکلی ہو؟۔۔۔۔۔ کسی نے بین کیا
ہو؟۔۔۔۔۔ کسی بی بی نے شور کیا ہو؟۔۔۔۔۔ کسی نے آہ و فغاں کی ہو؟۔۔۔۔۔ حالانکہ گھسارہ اجڑا
ہے۔۔۔۔۔ فائدان اجڑا ہے کسی کا گھرا جو جائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے، اللہ ب کے گھر آباد
رکھے مگر جس کا گھرا جو جائے اس سے پوچھو۔ آپ نے دیکھا ہو گا کبھی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ چپڑیا کا
گھونڈہ بچوں نے چھید دیا اور چڑیا کا گھرا جو گیا۔۔۔۔۔ تو سینکڑوں چڑیاں اٹھی ہو کر بین کرتی ہیں کسی
چڑیا کا گھرا جو جائے تو وہ ماتم کرتی ہیں۔۔۔۔۔ لیکن:

جب حسین علیہ السلام کا گھر اجڑا ہو گا

جب نبی ﷺ کا گھسارہ اجڑا ہو گا

جب کربلا میں فاطمہ سلام اللہ علیہا کی کسانٹی لٹی ہوگی

جب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی کھتی جہل کر بھسم ہوگئی ہوگی

تو اس وقت کربلا میں زینب سلام اللہ علیہا کے صبر کو سلام کہو۔۔۔۔۔ سکینہ سلام اللہ علیہا کے صبر کو سلام کہو
بیمار عابد کے صبر کو سلام کرو۔۔۔۔۔ انہوں نے قسہ آن کی تفسیر کر دی۔۔۔۔۔ انہوں نے
ہمیں اسلام کی روح بتادی۔۔۔۔۔ کہ صبر کرنے والے ایسے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ صبر کی حد ہوگئی۔۔۔۔۔
صبر کا مثال قائم کر دی۔ پھر ان کی بہادری اور دلیری کو داد دو۔۔۔۔۔ ان کے عزم و استقلال کو
داد دو۔۔۔۔۔

حضرات گرامی!۔۔۔۔۔ میدان کربلا ہے۔۔۔۔۔ اعوان و انصار شہید ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔
امام حسین علیہ السلام اکیلے رہ گئے ہیں۔۔۔۔۔ ۵۵ برس ۶ ماہ آپ کی عمر ہے اور خود اپنے کندھوں
پر بہتر شہداء کے جسموں کے ٹکڑے اٹھاتے ہیں۔۔۔۔۔ کہیں اک جنازہ ہو جائے تو لوگوں کی کمریڑھی
ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ ہمیں جواب دے جاتی ہیں۔۔۔۔۔ بوتلیں لٹکانا شروع ہو جاتی ہیں۔۔۔۔۔ لوگ
بے ہوش ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ کئی لوگ اسی وقت مر جاتے ہیں۔۔۔۔۔ مگر واہ حسین علیہ السلام!

صبر کا یہ عالم ہے کہ:

ما تھے پر کوئی شکن نہیں عقابی نگاہوں کی تیزی میں فسق نہیں
کسر ہمت جھکی نہیں بازوؤں کے کس بل میں کوئی فرق نہیں آیا
قدموں میں کوئی لرزش نہیں آئی عزم میں کوئی لغزش نہیں آئی
اے حسین ابن علی تم پر سلام نازش آل نبی تم پر سلام
واقعہ کہ بلا صرف اس نیت سے نہ بنا کر وہ غم کی باتیں سن کر بس افسوس کا اظہار
کر دیں اور چند آنسو بہائیں۔۔۔۔۔ بلکہ سبق لیا کرو۔۔۔۔۔ کہ حسین علیہ السلام نے کتنا صبر کیا ہے۔

اگر تمہارا بھی کوئی مر جائے۔۔۔۔۔ بچے فوت ہو جائیں۔۔۔۔۔ باپ کا سایہ سر سے اٹھ جائے
۔۔۔۔۔ مال دنیا سے چلی جائے۔۔۔۔۔ بہنوں کے ویر موت کی آغوش میں چلے جائیں۔۔۔۔۔ تو پھر
تم سیکندہ علیہ السلام کے ویر کی شہادت یاد کرو۔۔۔۔۔ علی اصغر علیہ السلام کی شہادت یاد کرو۔۔۔۔۔ علی اکبر
علیہ السلام کی جوانی یاد کر کے تم بھی صبر کیا کرو۔۔۔۔۔ کیونکہ:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔

حضرات محترم!۔۔۔۔۔ امام حسین علیہ السلام کے صبر کی انتہا ہوگی کہ سب کچھ ٹٹا کر۔۔۔۔۔
سب کچھ ٹٹا کر۔۔۔۔۔ سب کچھ اللہ کے حوالے کر کے آخر میں جب اپنی باری آئی تو آپ کا جسم
مبارک تیروں اور نیزوں سے چھلنی کر بلا کی ریت پر ہے۔۔۔۔۔ مگر امام حسین علیہ السلام کا صبر
دیکھو۔۔۔۔۔ ان کا عمل دیکھو۔

امام حسین علیہ السلام گھوڑے کی زین سے جب فرش زمین پر گرے۔۔۔۔۔ گر کر پھر
اٹھتے ہیں۔۔۔۔۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔۔۔ کھڑا نہیں ہوا جاتا۔۔۔۔۔ پھر گر
پڑتے ہیں۔۔۔۔۔ کبھی رکوع تک آتے ہیں۔۔۔۔۔ پھر گر پڑتے ہیں۔۔۔۔۔ تیسری بار پھر اٹھے
۔۔۔۔۔ اللہ اکبر کہہ کر بلا کی بیتی ہوئی ریت پر نماز کی نیت باندھ لی۔۔۔۔۔ ذرا منظر تو تصور میں لاؤ
۔۔۔۔۔ امام پاک علیہ السلام کا حال کیا تھا!

سارا بدن حسین سخی و اتسیراں نال پر دتا فیر بھی سید ریت بیتی تے نیت نماز کھسوتا
دیکھو! حسین پیلے نے اس دین نبی دے تلے نے وچ کر بل فرض گزارے نے کھولا اللہ الا اللہ
خواجہ عزیز نواز اجیری رحمہ اللہ یوں ہی نہیں فرما گئے:

شاہ است حسین پادشاہ است حسین دین است حسین دیں پناہ است حسین

سر داد نہ داد دست در دست یزد حق کہ بنائے لاله است حسین
منوخواجہ کے فرمان کا مطلب۔۔۔۔۔ آپ فرماتے ہیں لوگو:

شاہ بھی حسین علیہ السلام ہے اور بادشاہ بھی حسین علیہ السلام ہے۔۔۔۔۔ دین بھی حسین
علیہ السلام ہے اور دیں پناہ بھی حسین علیہ السلام ہے۔۔۔۔۔ لوگ بڑے دین دار بنے پھرتے ہیں مگر میں
تو حسین علیہ السلام کو سراپا دین سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔ جب نانے کے دین کو کہیں پناہ نہ ملی تو دین، کر بلا میں
حسین علیہ السلام کے دامن میں آکر چھپ گیا۔ دین نے حسین علیہ السلام کے دامن میں پناہ لی۔ حسین
علیہ السلام وہ ہے جس نے سر تو ٹٹا دیا۔۔۔۔۔ مگر یزد کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ تم اس کو معمولی واقعہ
سمجھتے ہو۔۔۔۔۔ مگر میرا ایساں تو یہ ہے امام حسین علیہ السلام نے میدان کر بلا میں لکے کی بنیاد
استوار کی ہے۔

حضرات گرامی!۔۔۔۔۔ میرے آقا حسین علیہ السلام نے جب کر بلا کی بیتی ریت پر
سر سجدے میں رکھا۔۔۔۔۔ تو اس وقت حالت یہ تھی۔۔۔۔۔ کہ آپ کے ماتھے سے خون بہہ رہا
تھا۔۔۔۔۔ گردن میں تیر پیوست تھا۔۔۔۔۔ گردن مسڑی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ آپ نے پورا زور لگا کر
گردن کو موڑا۔۔۔۔۔ اور کر بلا کی بیتی ریت پر سر سجدے میں رکھا۔۔۔۔۔ اور عرض کیا:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى..... سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى..... سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى

حضرات!۔۔۔۔۔ حسین علیہ السلام کے سجدے نے کائنات میں کہرام مچا دیا۔۔۔۔۔ فرشتے
حیران ہو گئے۔۔۔۔۔ حوریں انگشت بدنداں ہو گئیں۔۔۔۔۔ کرو بیان تصویر حیرت بن گئے۔۔۔۔۔ جب
امام حسین علیہ السلام نے اللہ کے حضور میدان کر بلا میں اس کیفیت میں آخری سجدہ کیا۔۔۔۔۔ تو
حافظ غیب سے ندا آئی:

اس پیارے پر علی شیر خدا کو ناز ہے اس نواسے پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناز ہے
لاکھوں نے سجدے کیے اس کا عجب انداز ہے اس نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے
وما علينا الا البلاغ المبين

حوالہ جات:

- ۱۔ البقرہ: ۱۵۹، ۱۵۵، ۱۵۳۔ ۲۔ البقرہ: ۱۵۳۔ ۳۔ ایضاً۔ ۴۔ الاحزاب: ۳۳۔ ۵۔ صلوٰۃ و سلام
- کے موضوع پر حضرت ابوالیمان علیہ الرحمہ کی تقریر البیان دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۶۔ الصافات: ۱۰۹۔
- ۷۔ الصافات: ۱۷۹۔ ۸۔ الصافات: ۱۲۰۔ ۹۔ الصافات: ۱۸۱۔ ۱۰۔ الصافات: ۱۳۰۔
- ۱۱۔ النمل: ۵۹۔ ۱۲۔ الرعد: ۱۳۔ ۱۳۔ الرعد: ۱۳۔ ۱۴۔ النساء: ۶۵۔

شہیدِ کربلا

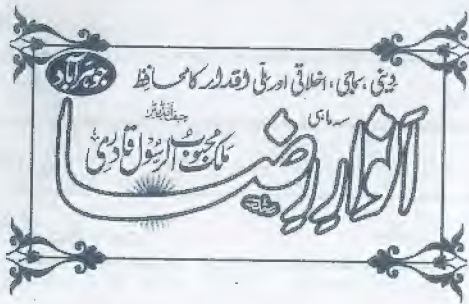
شہیدِ کربلا کو عشق کی تحریروں کہتے ہیں
 جنہیں آلِ نبی کی عزت و توقیر کہتے ہیں
 چلی کیا گردنِ شبیر پر شمر لعین کی تیغ
 ذرا منہ تو دکھائیں وہ قحطِ القلبِ ظالم
 دباںِ اصغرِ معصوم میں ظالم نے کیا پھینکا
 خیال آیا نہ اہل بیت کا بے رحم کے دل میں
 انہیں حسن و زوالِ لہو کی تصویر کہتے ہیں
 انہیں کو دوسرے لفظوں میں تم شبیر کہتے ہیں
 اسی کو اہل تسلیم و رضا تقدیر کہتے ہیں
 قلیل بے گنہ کو موردِ قصیر کہتے ہیں
 اس اندازِ جفا کو آہِ شادِ تیر کہتے ہیں
 سبھی شمر لعین اس لئے بے پیر کہتے ہیں

افواظہم
 افواظہم
 فدا قربانیِ شبیر بھی اک ز فطرت ہے
 جسے خوابِ بلا بھی کی تم تعبیر کہتے ہیں

④

سلام بحضور اہل بیت اطہار

مٹی میں مل گئے ارادے یزید کے
 لہزار ہا ہے آج بھی پرچمِ حسین علیہ السلام کا



امام حسینؑ
 علیہ السلام

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان
	اہل بیت اطہار پر مستقلاً سلام کا جواز
213	امام اہلسنت غزالی زماں رازی دوران حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی
218	ایک شبہ کا ازالہ
221	حرف آخر
	اہل بیت نبوت پر لاکھوں سلام
223	از تبرکات: قطب الاقطاب حضور سائیں پیر سید قطب علی شاہ محلوٰی بخاری قدس سرہ
224	ارکان محبت و اہل بیت
227	رد ردائش
227	رد و خارج
228	حقیقی محبت اہل بیت

عَلَيْهِ السَّلَام

یہ طغہ ہم نے اہتمام سے بنوایا اور مقصود یہ تھا کہ پیش نظر اپنے رسالہ ”انوار رضا“ کے اشاعت خاص ”سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلامؑ“ میں حسب ضرورت استعمال کریں گے جہاں کہیں احباب اس کی ضرورت محسوس فرمائیں اپنا ای میل بھیج کر طلب کر سکتے ہیں۔ (ادارہ)

اہل بیت اطہار پر مستقلاً سلام کا جواز

امام اہل سنت غزالی زماں رازی دوران حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ السلامؑ

انبیاء کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام، نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اصحاب کبار کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امیر الغالب علی المرتضیٰ کے لئے کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ، حضرت سیدنا امام حسین اور دیگر ائمہ بیت کے لئے علیہ السلام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں تحریر کئے جاتے ہیں۔ اصحاب کبار کے لئے بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عوام الناس، مشائخ، علماء، صوفیاء کے لئے رحمۃ اللہ علیہ۔ علیہ الرحمۃ لکھا اور بولا جاتا ہے۔ زیر نظر مضمون بیت اطہار پر مستقلاً سلام کا جواز حضرت علامہ سید سعید کاظمی ملت ان ربیبہ کا ہے جو حصول برکت اور عوام و خواص کی راہنمائی کے لئے پیش خدمت ہے۔ اس حوالے سے کچھ لوگ ابہام کا شکار رہتے ہیں حالانکہ اس طرح کی لفظی جنگ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ ہم علیہ السلام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دونوں کو درست سمجھتے ہیں اسی لئے ہمارے مضمون و مقالہ نگاروں نے ان میں سے جس کا بھی انتخاب کیا ہم نے اسے کشادہ دلی سے اسی طرح شامل اشاعت کر دیا ہے۔ درمنداں گذارش ہے کہ یہ محبت کی باتیں ہیں ان کو نزاع نہ بنایا جائے۔ (ادارہ)

غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے جواز کو اگرچہ قاضی عیاض علیہ السلام نے عامہ اہل علم سے نقل کیا ہے۔

كَمَا فِي تَفْسِيرِ رُوحِ الْمَعَانِي (پارہ ۲۲ ص ۸۶) وَأَمَّا الصَّلَاةُ عَلَى غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْبَلَايَةِ قَدْ اِضْطَرَّتْ فِيهَا أَقْوَالُ الْعُلَمَاءِ فَفِيْلَ تَجَوُّزُ مُطْلَقًا قَالَ الْقَاضِي عِيَاضُ وَعَلَيْهِ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ (النتهى)

لیکن جمہور کے مطابق ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم بالتبع جواز بلا کراہت کے قائل ہیں اور بالاستقلال مکروہ سمجھتے ہیں۔ البتہ صلوٰۃ کے بغیر سرف سلام علی غیر الانبیاء و الملائکہ علیہم السلام ہمارے نزدیک بالاستقلال اور بالتبع بلا کراہت جائز ہے۔ فقہاء کرام کے ایک گروہ نے اس مسئلے میں عدم

جواز یا کراہت کا جو قول کیا ہے وہ تنہا سلام سے متعلق نہیں بلکہ مجموعہ صلوٰۃ و سلام کے بارے میں ہے جو ہم پر حجت نہیں۔ جو حضرات سلام مذکور کو ناجائز مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کہتے ہیں ان کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے کہ کسی کتاب میں کوئی ایسی عبادت موجود نہیں جس سے بغیر اختلاف کے علماء اہلسنت یا کم از کم علمائے احناف کے نزدیک سلام مذکور ناجائز، مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ثابت ہوتا ہو۔ نہ یہ جمہور کا مذہب ہے۔ وَمَنْ اَدْعٰی فَعَلَيْهِ الْبَيَان۔

یقیناً بعض نے عدم جواز اور بعض نے کراہت تنزیہی یا خلاف اولیٰ کا قول کیا ہے مگر ان کے بالمقابل دوسرے علماء کرام نے اس قول کا انکار بھی فرمایا ہے جس کی روشن دلیل ان کے کلام میں سلام مذکور کا ورود ہے۔ گنہگار سیاقی

مانعین حضرات کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) علمائے اہلسنت نے غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے علیہ السلام لکھنے کو بالاتفاق ممنوع قرار دیا ہے۔

(۲) لفظ ”سلام“ ”صلوٰۃ“ کے معنی میں ہے۔ لہذا صلوٰۃ کی طرح تنہا سلام بھی ناجائز اور مکروہ ہوگا۔

(۳) رسل و انبیاء علیہم السلام کے لئے صلوٰۃ و سلام کے الفاظ تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں اگر ان کے غیر کے لئے بھی مستقلاً استعمال کئے جائیں تو غیر نبی کی تعظیم، تعظیم نبی کی مش ہو جائے گی۔

(۴) غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے صلوٰۃ و سلام یا تنہا ”سلام“ کے الفاظ استعمال کرنا روافض اور اہل بدعت کا شعار ہے۔ اس لئے یہ استعمال ناجائز ہوگا۔

علی الترتیب چاروں کا جواب حسب ذیل ہے:-

(۱) بالاتفاق اور علی الاطلاق غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے بالاستقلال تنہا سلام کو آج تک کسی نے ممنوع نہیں کہا اور اگر کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہے تو اس کا تعاقب کیا گیا ہے۔

اس سلام کو ممنوع، ناجائز یا خلاف اولیٰ کہنے والے بعض علماء ہیں جس کو ان کی تحقیق پر اعتماد ہو وہ اس پر عمل کرے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن مجوزین بلا کراہت سے الجھٹان کے لئے درست نہیں کیونکہ بالمقابل محققین اہلسنت کا ایک ایسا گروہ بھی موجود ہے جو غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے بالاستقلال لفظ سلام استعمال کرتا ہے پھر یہ کہ مانعین کی مراد سلام عسلی

الاطلاق نہیں بلکہ سلام مقید ہے جس کا فی مآخض فیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ گنہگار سیاقی

اللہ تعالیٰ۔ لہذا بعض علماء اہلسنت کی وہ عبارات مانعین حضرات کے لئے مفید نہیں۔

(۲) لفظ ”سلام“ کا ”صلوٰۃ“ کے معنی میں ہونا بدہمتہ باطل ہے۔ اس لئے کہ دونوں کا مادۂ ترکیب، اشتقاق، وضع و ہیئت اور استعمال بالکل الگ ہے پھر ایک معنی میں ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

البتہ امام حلیمی رحمہ اللہ نے صلوٰۃ کو بمعنی سلام کہا اور اسی قول کے پیش نظر امام الحسین جوینی نے سلام کو بمعنی صلوٰۃ قرار دیا۔ لیکن مخفی نہ رہے کہ یہ دونوں بزرگ شافعی ہیں۔ لہذا یہ قول شوافع کا ہوا جسے بعض احناف نے بھی ذکر کر دیا۔ نیز یہ کہ امام حلیمی رحمہ اللہ اور امام جوینی رحمہ اللہ نے صلوٰۃ کو بمعنی سلام اور بالعکس مطلقاً نہیں کہا بلکہ اس امر میں کہ صلوٰۃ و سلام دونوں ہماری دعا اور منزل من اللہ ہونے میں ایک دوسرے کے ہم معنی اور مشعر تعظیم ہیں۔

اگرچہ اس معنی کو امام جوینی رحمہ اللہ نے غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے حق میں مستقلاً لفظ سلام بولنے کے لئے علت منع قرار دیا ہے لیکن اہلسنت و فقہائے احناف کے دیگر محققین نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

اس بیان سے اہل علم حضرات پر یہ امر بھی بخوبی واضح ہو گیا ہوگا کہ امام حلیمی رحمہ اللہ اور امام جوینی رحمہ اللہ نے جس سلام کو بمعنی صلوٰۃ قرار دے کر اس کا استعمال غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے ممنوع قرار دیا ہے وہ ”سلام من اللہ“ ہے اور جو سلام تحیۃ من العباد ہو وہ ان کے نزدیک بمعنی صلوٰۃ نہیں۔ نہ وہ اسے ممنوع قرار دیتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ امام جوینی کے قول ”فَلَا يَقَالُ عَلٰی صَلَٰتِهِ السَّلَامُ“ جسے روح البیان، روح المعانی، جوہر التوحید اور شامی وغیرہ نے نقل کیا ہے، سے مراد مطلقاً سلام من اللہ ہے، سلام تحیۃ نہیں۔ دیکھئے روح المعانی پارہ ۲۲ صفحہ ۸۶۔ لہذا اگر بطور تحیۃ علی علیہ السلام یا حسین علیہ السلام کہا جائے تو امام جوینی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین کے قول پر بھی ممنوع نہ ہوگا۔

یہ صحیح ہے کہ بعض متاخرین کی تصانیف میں سلام مذکور کا ترک متعارف ہے لیکن نقص کے بعد مقدمین کا مسلک یہی ثابت ہوا کہ وہ بالخصوص اہل بیت اطہار کے حق میں بالاستقلال تنہا لفظ سلام بولتے اور لکھتے رہے۔ چنانچہ اشعۃ المعانی میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ

ارقام فرماتے ہیں۔

(۱) ومتعارف ورمثقه من تسلیم بود بر اہل بیت رسول از ذریت و ازواج مطہرات و در کتب قدیمہ از مشائخ اہل سنت و جماعت کتابت آں یافتہ میشود۔ و در متاخرین ترک آں متعارف شدہ است۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۳۰۵)

باوجودیکہ شیخ محقق قدس سرہ العزیز تصانیف متاخرین میں سلام مذکور کا ترک متعارف فرماتے ہیں مگر بذات خود اپنی تصانیف میں آں پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر بالاستقلال "علیہ السلام" لکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) جذب القلوب صفحہ ۷۸

"درسہ سابعہ غرودہ فیہر بود کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام چوں سپر از دست مبارک او اوقاد دروازہ اورا..... بر کند و سپر ساخت۔"

نیز اسی صفحہ پر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:-

(۳) وطلوع کردن آفتاب بعد از غروب بجہت فوت نماز عصر از امیر المؤمنین علی سلام اللہ علیہ اسی جذب القلوب کے صفحہ ۹۳ پر ہے:-

(۴) وادرا استوان علی ابن طالب سلام اللہ علیہ نیز گویند

اسی صفحہ پر اس کے بعد فرماتے ہیں:-

(۵) درخانہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

پھر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں:-

(۶) بعلی و فاطمہ و حسن و حسین سلام اللہ علیہم خطاب میکرد

علاوہ ازیں تفسیر عرائس البیان صفحہ ۵۱۰ پر ہے:-

(۷) وَعَنْ عَلِيٍّ ابْنِ مَوْسَى الرَّضَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

امام فخر الدین رازی علیہ السلام تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۷۰ پر فرماتے ہیں:-

(۸) هَذِهِ الْآيَةُ دَالَةٌ عَلَى أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ كَانَا ابْنَيْ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پھر تفسیر کبیر کی تیسری جلد ۷۲ پر لکھتے ہیں:-

(۹) لَا يَجُوزُ اسْتِزَادَةُ اَبِي عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اسی صفحہ پر تیسری سطر میں ہے۔

(۱۰) وَهُوَ أَنَّ الْأَيْقِ بِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یہی امام رازی علیہ السلام تفسیر کبیر کی جلد ہشتم صفحہ ۳۲۲ پر فرماتے ہیں۔

(۱۱) هَذِهِ الْآيَاتُ تَزَكَّتْ فِي حَقِّ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۲) اَيْضاً سطر سوم فی کتاب البیضا: اِنَّهَا تَزَكَّتْ فِي حَقِّ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۳) اَيْضاً سطر چہارم: إِنَّ الْحُسَيْنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مَرْضَا

(۱۴) اَيْضاً سطر ۲۲: أَخَذَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِيَدِ الْحُسَيْنِ وَالْحُسَيْنِ

(۱۵) اَيْضاً سطر ۲۳: وَلَا يُفَكِّرُ دُخُولُ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيهِ

(۱۶) اَيْضاً سطر ۲۹، ۲۸: الَّذِينَ يَقُولُونَ هَذِهِ الْآيَةُ مُحْتَضَةٌ بِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷) تفسیر مظہری جلد ہفتم صفحہ ۴۱۲ سطر ۶ پر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ السلام فرماتے

ہیں: رَوَاهُ أَحْمَدُ عَنِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

(۱۸) اَيْضاً سطر ۷: وَرَوَى الطَّبْرَاذَانِي بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

(۱۹) تحفہ اخلاعی

(۲۰) فتاویٰ عزیزی

(۲۱) تفسیر فتح العزیز: تینوں کتابوں میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ السلام نے اہل

بیت اطہار کے لئے بکثرت "علیہ السلام" استعمال فرمایا ہے۔

(۲۲) اصول الثاشی صفحہ ۲: وَالسَّلَامُ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ وَأَخْبَابِهِ

مشتے نمونہ از خردارے چند حوالے نقل کئے گئے۔ جنہیں پڑھ کر ناظرین کرام بخوبی سمجھ

سکتے ہیں کہ جلیل القدر علماء متقدمین و متاخرین اور اکابر اہل سنت و فقہائے احناف میں ایسے محققین

بکثرت ہوتے جن کے نزدیک اہل بیت اطہار و ائمہ کبار کے لئے مستقل "علیہ السلام" بولنا بلا کراہت

جائز ہے۔ بالخصوص اصول ثاشی کی عبارت وَالسَّلَامُ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ وَأَخْبَابِهِ جو چھ سو سال

سے دنیائے اسلام کے حقیقی مدارس میں پڑھائی جاری ہے۔ مسلک مجوزین کی حقانیت کی ایسی روشن دلیل ہے جس سے انصاف پسند حضرات کے لئے تردد کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ایک شبہ کا ازالہ:

عبارات منقولہ کو کتابت کی غلطی یا تحریف پر محمول کرنا بالکل ایسا ہوگا جیسے فی زمانہ بعض علماء اہل سنت کی عبارات میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے اسم گرامی کے ساتھ ”رضی اللہ عنہ“ کے جملے کو غلطی یا تحریف پر محمول کر دیا جائے۔

یاد رکھئے! کتابت کی غلطی یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی لفظ بدل جائے یا کبھی تقدیم و تاخیر ہو جائے یا کتابت میں اختصار سے کام لیا جائے جیسے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے آج کل علامت ”ؐ“ یا صلعم لکھ دیتے ہیں۔ یہ بات کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہو سکتی کہ ایک صحیح اور درست عبارت کو بلا وجہ کتابت کی غلطی یا تحریف قرار دے دیا جائے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ کتب معتبرہ کی عبارات سے اعتماد بالکل اٹھ جائے گا ہر شخص اپنے مدعا کے خلاف جو عبارت پائے گا اسی کو غلطی یا تحریف کہہ دے گا۔

الحمد للہ! ہم نے وضاحت کے ساتھ علمائے معتبرین کے کلام میں اہل بیت الطہار وائمہ کبار کے لئے مستقلاً علیہ السلام کہنے کا ثبوت پیش کر دیا۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ السَّامِيَّةُ

(۳) مانعین حضرات کا یہ فرمانا کہ صلوٰۃ و سلام کے الفاظ مستقلاً انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس لئے ان ہی کے ساتھ خاص رہیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو لفظ بھی تعظیم انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال کیا جائے وہ ان کے ساتھ خاص ہو۔ دیکھئے ”سیدنا“ و ”مولانا“ انبیاء علیہم السلام کے لئے تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں۔ صحابہ کرام، تابعین و دیگر بزرگان دین کے لئے بھی سیدنا و مولانا بکثرت بولا جاتا ہے۔

ہاں! یہ صحیح ہے کہ عام استعمالات میں بعض الفاظ ایسے بھی ہونے ضروری ہیں جو صرف انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے استعمال کئے جائیں تاکہ ان کی خصوصی عظمت ظاہر ہو تو لفظ ”صلوٰۃ“ اور مجموعہ ”صلوٰۃ و سلام“ کے الفاظ موجود ہیں۔ جو حضرات انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہیں۔ جن کا خاص ہونا ان کی خصوصیت شان کا مظہر ہے۔

(۴) روافض کا شعار صرف ”علیہ السلام“ نہیں بلکہ ”علیہ الصلوٰۃ و السلام“ ہے کیونکہ علیہ السلام کے

ثبوت میں جلیل القدر علماء اہل سنت کی عبارات کثیرہ ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ کہ اہل بدعت کا شعار اہل سنت کے لئے اسی وقت مکروہ و ممنوع قرار پائے گا جبکہ وہ کسی امر مذموم میں ہو۔ جیسے نوحہ گری اور سیدہ کو بی وغیرہ۔ یا ان کے ساتھ تشبہ کا قصد کیا جائے۔ الحمد للہ! یہاں دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں پائی جاتی۔ علیہ السلام کہنا نہ مذموم ہے نہ کہنے والا تشبہ کا قصد کرتا ہے۔ لہذا علت منع نہ پائی گئی۔ جب علت ہی نہیں تو حکم کراہت و منع کا مدار کس چیز پر ہوگا؟ دیکھئے علامہ شامی رحمہ اللہ اسی بحث میں قاضی عیاض و دیگر علماء سے یہی اعتراض یعنی علت منع نقل کر کے اس کا جواب بعینہ وہی دیتے ہیں جو ہم نے دیا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: وَائْتِمَا أَخَذَتْهُ الرَّافِضَةُ فِي بَعْضِ الْأَمْتَةِ وَالتَّشْبِيهِ بِأَهْلِ الْيَدِّعَ مِنْهُوَ فَتَجِبُ مُحَالَفَتُهُمْ آه. أَقُولُ كَرَاهَةُ التَّشْبِيهِ بِأَهْلِ الْيَدِّعَ مَقَرَّةٌ عِنْدَنَا أَيْضًا لَكِنْ لَا مُطْلَقًا بَلْ فِي الْمَذْمُومِ وَفِي مَا يُقْصَدُ بِهِ التَّشْبِيهِ بِهِ (طای بدہ صفحہ ۶۵۸)

بالکل یہی عبارت تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ صفحہ ۷۹ پر بھی مرقوم ہے دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مانعین حضرات حکم کراہت و منع کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض ائمہ کے لئے (مستقلاً) صلوٰۃ و سلام کہنے کی بدعت روافض نے جاری کی ہے اور اہل بدعت کے ساتھ تشبہ ممنوع ہے۔ لہذا ان کی مخالفت واجب ہے! میں کہوں گا کہ تشبہ باہل البدۃ کا مکروہ ہونا ہمارے نزدیک بھی ثابت ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ امر مذموم میں یا اس وقت جبکہ تشبہ کا قصد کیا جائے۔

شامی اور روح المعانی کی اسی عبارت کا خلاصہ ہم نے اپنے جواب میں عرض کیا تھا جس کی تصدیق ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمائی۔

اگر یہاں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ بلا قصد تشبہ مجموعہ صلوٰۃ و سلام کا بھی جواز بلا کراہت ثابت ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے مجموعہ صلوٰۃ و سلام کا مستقلاً استعمال مسلک جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص بغیر قصد تشبہ بھی استعمال کرے گا تب بھی ناجائز و مکروہ قرار پائے گا۔ بخلاف تنہا ”سلام“ کے کہ اسے کثیر محققین اہل سنت نے استعمال کیا ہے جیسا کہ عبارات سابقہ سے معلوم ہوا۔ فافہم و تدبر!

پھر یہ حضرات مانعین کرام کو چاہئے کہ اسی تشبہ کی وجہ سے عشرہ محرم میں ذکر شہادت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما، ان کے لئے ایصالِ ثواب وغیرہ امور مستحرمہ کو بھی ناجائز و ممنوع قرار دیں۔

اس لئے کہ یہ سب کام بقول مانعین روافض کا شعار ہیں اور ان کا تشیع ممنوع ہے۔ نیز حضرات حنین رضی اللہ عنہما کے مبارک ناموں کے ساتھ لفظ امام لکھنے کو بھی ناجائز کہیں۔ کیونکہ روافض کے مذہب میں امامت کا عقیدہ بھی ضروریات دین سے ہے جب وہ اہل بیت اطہار میں سے کسی کے لئے لفظ امام بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد امامت کہے وہی معنی ہوتے ہیں جو اہل سنت کے نزدیک نبوت کے معنی ہیں اور غالباً اسی لئے اسلاف متقدمین کی تصانیف میں حنین رضی اللہ عنہما یا اہل بیت اطہار میں سے کسی کے لئے امام کا لفظ نہیں پایا جاتا۔ لہذا مانعین کرام کو چاہئے کہ وہ علت تشیع کی بناء پر جس طرح حنین علیہما السلام کہنے کو مکروہ جانتے ہیں اسی طرح لفظ امام حن اور امام حسین بولنے کو بھی ناجائز اور مکروہ سمجھیں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت قدس سرہ العزیز کے دیوان شریف حدائق بخش حصہ دوم کی طرف آئیے جس میں بکثرت اشعار ایسے ہیں جن میں اہل بیت اطہار و دیگر بزرگان دین رضی اللہ عنہم پر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے بالاستقلال سلام بھیجا ہے۔ نمونے کے طور پر صرف گیارہ شعر ہدیہ ناظرین ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

اس بول جگر پارہ مصطفیٰ	حجہ آراءے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مسہ و مسرنے	اس ردائے خواہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ	حسان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
حن مجتبیٰ سید الاحیاء	راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام
اس شہید بلا شاہ لگوں قبا	بیسکس دشت غریبیت پہ لاکھوں سلام
ہنت صلیق آرام حبان نبی	اس حریم برأت پہ لاکھوں سلام
شافعی، مالک، احمد، امام حنیف	چار باغ امامت پہ لاکھوں سلام
جس کی ممبر ہوئی گردن اولیاء	اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام
شاہ برکات و برکات پیشینیاں	نو بہار طریقت پہ لاکھوں سلام
بے عذاب و عتاب و حباب و کتاب	تاابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام
میرے استاد مال باپ بھائی بہن	اہل دود و عشرت پہ لاکھوں سلام
اس مقام پر یہ کہنا انتہائی مضحکہ خیز ہوگا کہ یہ اسلام بالتبع ہے بالاستقلال نہیں کیونکہ	

بالتبع سلام وہ ہوتا ہے جو تابعین کے لئے مستقلاً نہ لایا جائے بلکہ مسلم علیہ متبوع پر تابعین کا عطف کر دیا جائے جیسے سلام اللہ علی نبینا و آلہ اجمعین کہ یہاں حضور کی آل پر بالتبع سلام ہے اور اگر تابع کے لئے بھی لفظ سلام ذکر کر دیا جائے تو وہ سلام بالتبع نہ رہے گا اگرچہ ماقبل پر مابعد کا عطف بھی کر دیا جائے جیسے سلام اللہ علی نبینا و سلام اللہ علی آلہ کہ یہاں مابعد کا عطف ماقبل پر ہے لیکن چونکہ آل کے لئے لفظ سلام علیحدہ ذکر کر دیا گیا اس لئے اس اسلام کو بالتبع نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ اسلام بالاستقلال ہے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے تمام اشعار منقولہ بالا میں اہل بیت و دیگر بزرگان دین کے لئے مستقلاً لفظ سلام بار بار ذکر کیا گیا ہے لہذا یہ سلام قطعاً بالاستقلال ہے۔ اس کو بالتبع کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

حرف آخر:

اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں علیہ السلام کو خلاف اولیٰ قسار دینے والے حضرات کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے کہ اگر آپ حضرات بعض علماء کے قول پر اعتماد کرنے کی وجہ سے اہل بیت اطہار کے لئے مستقلاً "علیہ السلام" کہہ کر خلاف اولیٰ کا ارتکاب اپنی پرہیزگاری اور پاک دامنی کے منافی سمجھتے ہیں تو ازراہ کرم غیر صحابہ علیہم الرضوان کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہہ کر بھی ترک متحب کے دھبہ سے اپنے دامن تقاء کو داغدار نہ کیجئے۔ اس لئے کہ فقہائے احناف کے نزدیک استحباب رضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولنے کا متحب ہونا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص ہے۔ درمختار میں ہے:

(وَيُسْتَحَبُّ التَّزْوِجُ لِلصَّحَابَةِ) اس کے بعد فرمایا: (وَالتَّزْوِجُ لِلتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْعُبَّادِ وَسَائِرِ الْأَخْيَارِ وَكَذَا يَجُوزُ عَكْسُهُ) وَهُوَ التَّزْوِجُ لِلصَّحَابَةِ وَالتَّزْوِجُ لِلتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ (عَلَى الرَّاحِ) ذِكْرُهُ الْقُرْمَانِي وَقَالَ الزَّيْلَعِيُّ الْأَوَّلَى أَنْ يَدْعَوْا لِلصَّحَابَةِ بِالتَّزْوِجِ وَالتَّابِعِينَ بِالرَّحْمَةِ وَلَيَنْ

"رضی اللہ عنہ صحابہ کے لئے کہنا متحب ہے آگے چل کر فرمایا کہ تابعین اور ان کے بعد والے علماء و بزرگان دین کے لئے رحمۃ اللہ علیہ کہنا متحب ہے ایسے ہی بقول راجح اس کا عکس بھی جائز ہے یعنی صحابہ کے لئے رحم، اور بعد والوں کے لئے ترضی، یہ قرمانی نے ذکر کیا اور زیلعی نے فرمایا کہ اولیٰ یہ ہے کہ صحابہ کے حق میں دعا کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ

بَعْدَهُمْ بِالْمَغْفِرَةِ وَالْتَّجَاوُزِ اَنْتَهٰی
 عنہ اور تابعین کے لئے ”رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“
 (درمختار حاشیہ شامی جلد ۵ صفحہ ۶۵۹) اور ان کے بعد والوں کے لئے مغفرت اور
 تجاوز کے الفاظ بولے۔

ممکن ہے کہ اس مقام پر جملہ ”وَكَلَّا يَجُوزُ عَكْسُهُ“ کسی خوش فہمی کا موجب ہو جائے
 لہذا یہ گزارش بے محل نہ ہوگی کہ یہاں ”يَجُوزُ“ ہے ”يُسْتَعَبَثُ“ نہیں جس سے غیر صحابی کے
 لئے ”اِسْتِخْبَابِ تَرْجُوْنِ“ ثابت ہو جائے اور اگر ”يَجُوزُ“ ہی کا سہارا لے کر غیر صحابہ کے لئے
 رضی اللہ عنہ کہا جائے تو اسی سہارے کو تمام کر کھچی ”ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“ اور ”عمر علیہ الرحمۃ“،
 ”عثمان و علی علیہما الرحمۃ“ بھی کہا ہوتا۔ جب اس کی ہمت نہ ہوئی تو اس کی جسارت کیسے ہوگئی؟
 فَلَا تَعْقِلْ

اس کے بعد علامہ شامی کا فیصلہ بھی سن لیجئے۔ درمختار کی منقولہ عبارت کے تحت فرماتے
 ہیں: (والمستحب الرضی الصحابۃ)

لَا تَلْهَمُ كَانُوا يَبَالِغُونَ فِي طَلَبِ الرِّضَى
 مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَيَجْتَهِدُونَ فِي فِعْلِ مَا
 يُرِضِيهِ وَيَرْضَوْنَ بِمَا يَلْحَقُهُمْ مِنَ
 الرِّبَايَا وَمِنْ جَهْتِهِ أَشَدَّ الرِّضَى فَهُوَ لَاءِ
 أَحَقُّ بِالرِّضَى وَغَيْرُهُمْ لَا يَلْحَقُ أَذْنَاهُمْ
 وَلَوْ أَنْفَقَ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا زَيْلِجِ
 صحابہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب
 ہے اس لئے کہ وہ رضاء الہی طلب کرنے میں
 بہت کوشش کرتے ہیں اور وہ ایسے کاموں
 سے راضی ہوتے تھے جن کے باعث انہیں
 ابتداء ہی سے بہترین رضا حاصل ہو جائے۔
 لہذا ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کہنے کے وہی زیادہ
 حقدار ہیں۔ ان کا غیر اگر پہاڑ بھرسونا بھی
 خرچ کر دے پھر بھی ان کے ادنیٰ ترین فرد
 سے نہیں مل سکتا۔ (انتہی)

فقہاء احناف کی ان روشن تصریحات کے باوجود بھی اگر غیر صحابہ کے لئے ”رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ“ کہنے سے آپ کا دامن اتقاء ترک مستحب اور غلاف اولیٰ کے ارتکاب سے پاک ہے تو یقیناً
 رکھنے کہ اہل بیت رسول ﷺ کے حق میں ”علیہم السلام“ کہنے سے بھی آپ کا پایہ کبیرہ دامن معصیت
 سے داغدار نہ ہوگا۔

اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

از تبرکات: قطب الاقطاب حضور سائیں پیر سید قطب علی شاہ محلوٰی بخاری قدس سرہ

نوٹ: ملفوظات طہیات کو اسی طرح پیش کیا جا رہا ہے جیسے دستیاب ہوئے ہیں لہذا اس کو نگہگوئی کے انداز
 میں پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ (ادارہ)

محبت اہل بیت ﷺ محمد مصطفیٰ ﷺ ہم پر واجب الادا ہے۔ اس واسطے کہ خدا تعالیٰ کی
 طرف سے یہ خاندان ہمارا رہنما ہے۔ اس لئے اپنی اہل بیت ﷺ کی محبت و پیار کے واسطے سید
 ابرار احمد مختار ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے۔ روایت کی ہے ترمذی میں کہ ایک روز حضرت محمد
 ﷺ نے حسین علیہ السلام کو اٹھالیا۔ اور یہ فرمایا:

فَقَالَ فَقَدْ أَحْبَبْتَنِي أَحَبَّ هَذَيْنِ وَأَبَاهُمَا
 وَأَمَّهُمَا كَانَ مَعِيَ فِي ذَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ
 یعنی حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ کو
 دوست رکھے گا ان دونوں کو دوست رکھے گا
 اور ان کے مال، باپ کو دوست رکھے گا تو وہ
 شخص میرے ساتھ ہوگا روز قیامت میں۔

اور روایت عبد اللہ بن مسعود بن عباس سے ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا:
 مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا
 فَقَدْ أَبْغَضَنِي
 یعنی جس نے محبت کھی حسین علیہ السلام سے تو
 اس نے محبت کھی مجھ سے اور جس نے
 عداوت کی ان سے بے شک اس نے دشمنی
 کھی مجھ سے۔

حدیث:

مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَيْفِيْنَةِ نُوحَ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ مَنْ رَكَّبَ فِيْهَا فَقَدْ نَحَا وَمَنْ
 حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مثال میری اہل
 بیت ﷺ کی مانند کشتی نوح علیہ السلام کی ہے۔

تَخْلَفُ عَنْهَا فَقَدْ غَرِقَ

پس جو کوئی سوار ہوتا ہے اس میں غلامی پاتا ہے اور جو اس پر سوار نہ ہوا۔ تحقیق وہ غرق ہوا کہ کشتی سے مراد اہل بیت کی محبت یعنی پیروی کرنا ہے اور اہل بیت کا معنی سب اہل خانہ ہیں۔

لیکن حدیث شریف میں اکثر ان کی تعریف ہے۔ چنانچہ حدیث:

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ أَلَّهُمَّ هُوَلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي عَلِيًّا وَفَاطِمَةُ وَالحَسَنُ وَالحُسَيْنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

یعنی مسلم میں سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ الہی یہ میرے اہل بیت ہیں۔ یعنی علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ الزہرا اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم۔

پس اس تمام کلام سے یقین ہوا کہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی خاص محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور محبت مصطفیٰ بعینہ محبت ذات کبریا ہے۔ اور اسی طرح دشمن اہل بیت رضی اللہ عنہم کا بھی دشمن خدا کا ہے۔ اس واسطے محبت اہل بیت رضی اللہ عنہم کی ہم پر فرض ہوئی لیکن یہ محبت ان چار ارکان سے روا ہے۔ ورنہ بدعت و خطا ہے۔

ارکان محبت اہل بیت:

رکن اول اہل بیت اطہر کو فضیلت میں سے اعلیٰ تر جانے۔ کیونکہ اپنے دوست جیسا کوئی کسی کو نہیں جانتا۔ رکن دوم اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و خصال میں بندہ ہر وقت مبتلا رہے کیونکہ ہر شریف ہمیشہ اپنے دوست کی تعریف میں رہتا ہے۔ رکن سوم دوست کی فرمانبرداری اور اس کی راہ پر چلنا یعنی ان کے ہر قول اور فعل کا پیرو و مرتکب ہونا۔ تب سچا صاحب دار ہے۔ ورنہ جھوٹوں میں شمار ہے۔

سو خود اہل بیت رضی اللہ عنہم کا فعل یہ تھا کہ ہر وقت سجد الہی میں اپنا تمام وجود اس قدر مستغرق کیا کہ سوائے محبت پروردگار کے لئے کوئی اور اذکار نہ تھا۔ نقل ہے کہ جب حسین علیہ السلام کے تھے تو ایک روز کھلتے ہوئے اپنے باپ جناب امیر علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ علیہ السلام بیدار کرنے لگے۔ تو عرض کیا کہ قبلہ کچھ آپ کی محبت ہمارے ساتھ بھی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم فرزند

رسول صلی اللہ علیہ وسلم و جگر گوشہ بتول سلام اللہ علیہا اور میرے دلہند ہو۔ تم سے اور کون سی چیز عزیز ہے۔ تو پھر امام علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ قبلہ کچھ آپ کی محبت خدا کے ساتھ بھی ہے۔ جناب امیر نے فرمایا الحمد للہ تمام اہل اسلام پر خدا تعالیٰ کی محبت ہر فرض سے مقدم تر ہے۔ یہ کیا بات ہے جو مجھ سے پوچھتے ہو؟ تو پھر امام علی رضی اللہ عنہ متکلم ہوئے کہ حضرت میں متعجب ہوں کہ دل آپ کا ایک ہے سوا ایک وجود میں دو محبتوں کا وجود ناممکن نہیں۔ مگر مجھ کو یقین ہے کہ جو دل کی محبت ہے وہ تو آپ کی خدائی ذات پر مخصوص ہے۔ باقی ہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری شفقت بدستور ہے۔ امام علی رضی اللہ عنہ نے یہ کلام حیرت انجام سن کر فرمایا۔ سبحان اللہ یہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر ہے جو عمر صغیر میں اس قدر تقریر وحدت پذیر ہے۔

عرض اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں تک تو کوئی فعل سوا محبت خدا کے نہ تھا۔ اور اقوال کا یہ حال تھا کہ ہر کس کو دین کا پیرو کرنا و محبت الہی میں تلقین فرمانا۔ پس اس طرح جو اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ہر قول و فعل کا عامل ہے۔ وہ ان کی محبت میں کامل ہے۔ نہیں تو نام کا محب ہو کہ بدعت و ریا کی بلا میں شامل ہے۔ رکن چہارم محبت کا یہ ہے کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی مصیبت کے سبب غم و درد سے دل سرو نہ ہو۔ کیونکہ دوست کا غم و رنج ضرور دوست کو پہنچتا ہے۔ اس واسطے ہمیشہ گریہ و زاری میں چشم جاری رہے کہ وہ حسین فرزند رسول دلہند بتول طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کر محفل دین کی ناظر راہ خدا میں بے گناہ مقتول ہوئے کہ جس غم و الم میں خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مال ملول سے اس طرح روئے کہ جن کی گفتار سے قلم کو عار ہے۔ چنانچہ سر الشہادۃ تین وغیرہ سے منقول ہے۔

یعنی روایت کی احمد اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ دیکھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ایک دن دوپہر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بال مبارک خاک آلود دیں اور ہاتھ میں شیشی ہے جس میں خون بھرا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ خون ہے میرے فرزند حسین علیہ السلام اور اس کے یاروں کا کہ میں اٹھاتا پھرتا ہوں اسی خون کو آج صبح سے۔

خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب و پیغمبر ﷺ اور امام الاولیاء کو وسیلہ فرمایا ہے اور حضرت ﷺ نے بھی فرمایا کہ میں خدا کی راہ پر دو نشانیاں عمدہ اپنی امت میں چھوڑ چکا ہوں۔ ایک خدا کا کلام۔ دوسرا اپنی اہل بیت علیہم السلام یعنی جو ان کے ہر فعل و فرمان کی متابعت و پیروی کرے گا۔ وہی نجات پائے گا تو خود اہل بیت کا قول و فعل تو صرف خدا کی محبت و عبادت تھی، دیکھو انہوں نے عبادت کا کام بھی ایسا اختتام کیا کہ آخر عہدہ میں سر دیا۔ پھر فرمایا کہ الہی تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہوا اور اسی طرح مخلوق کو بھی ہمیشہ احکام الہی سناتے۔ اور منبروں پر بھی وعظ و نصیحت فرماتے تھے نہ کہ معاذ اللہ لعن و تبر او غیرہ کرتے تھے۔

پس جو ان کے قول و فعل کا پیرو ہے وہ ان کا دوست ہے پھر ان کا دوست خدا کا دوست ہے اور ان کے قول و فعل کے برعکس اپنی خواہش نفسی کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر ان کی محبت کا دم بھرتے ہیں تو وہ جھوٹے ان کی محبت سے جدا، محض بدعت و شرک میں مبتلا ہیں۔

حقیقی محبت اہل بیت:

غرض اہل بیت کی محبت اس واسطے فرض ہے کہ اس خاندان کو اپنا دار ہمنما جان۔ ان کے ہر فعل و فرمان پر عامل ہو کر محبت الہی میں کامل ہو۔ یہ نہیں کہ احکام خدا کا بے فرمان ہو۔ اور اہل بیت کے قول و فعل سے روگردان ہو۔ محض مرثیہ و تبرہ اصول دین جان کر وای تبسای بکنے سے آپ کو مومن و محب اہل بیت علیہم السلام کہلاتے ہیں اگر انصاف ہے تو یہ محبت محض اہل بیت کے برخلاف ہے۔

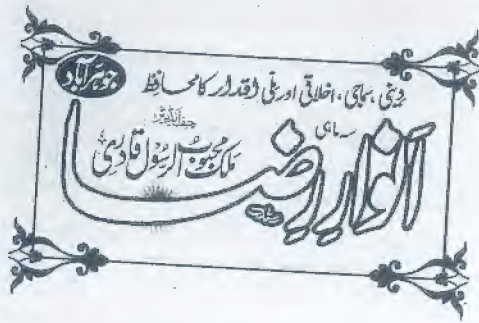
لیکن دوستی اہل بیت علیہم السلام سے یہ مراد ہے کہ ان کے ہر اعمال کی استعمال سے محبت الہی کمال ہو۔ اس واسطے محبت اہل بیت علیہم السلام کی شرط ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت مشروط ہے۔ اگر بندہ شرط کا مرتکب ہوا۔ اور مشروط کے حقوق ادا نہ کرے، تو وہ مشرک ہے اور اگر شرط کو ترک کر کے مشروط پر عامل ہو۔ تو وہ بھی کامل نہ ہو گا چنانچہ وضو شرط ہے اور نماز مشروط ہے۔ اگر وضو کرے اور نماز نہ پڑھے تو وہ ظاہر مشرک ہے گویا وضو یا کیا نہ کہ خدا کا اور اگر بغیر وضو نماز پڑھے تو وہ مجہول ہے۔

مقبول نہیں۔ لیکن وہ بندہ عامل و کامل ہے جو ہر دو شرط و مشروط میں شامل ہے۔ رباعی محبت فرض جانو پنجستن کی کہ ہے یہ دافع رنج و محن کی مگر یہ دوستی بھی تب روا ہے جب اس میں ہو محبت ذوالمن کی

۸

کردار حسینی کی سر بلندی

چلے حسین علیہ السلام جو طیبہ سے کربلا کی طرف
جہاں پہنچتے تھے کرتا تھا وہ مقام سلام



سید الشہداء
امام حسین نمبر
علیہ السلام

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان
231	سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام
233	حسینی اقدام کی افادیت اور اہمیت
237	نواسہ رسول ﷺ نے اپنا گلا کٹوا کر یزیدیت کو فنا کر دیا۔ علامہ سید مناظر احسن گیلانی
241	سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام
241	فرزدق سے ملاقات
242	ابن رسول اللہ ﷺ کی مجاہدانہ تقریر
243	کربلا میں ورود
245	ماشورہ محرم کی خونیں صبح
247	جنگ کا آغاز
247	جملہ عروسی سے شہستان فردوس تک
248	عام حملہ
249	حضرت علی اکبر علیہ السلام کی شہادت
249	حضرت قاسم علیہ السلام بن امام حسین علیہ السلام کی شہادت
250	نومولود کی شہادت
250	حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کا سانحہ شہادت
251	آخری تنبیہ

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام

سید حبیب اللہ شاہ حنفی ☆

اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے حق کا بول بالا کرنے کے لئے ہمیشہ اپنی جان اور مال کی بے دریغ قربانیاں دی ہیں اور یہ سبق انبیاء علیہم السلام سے لیکھا گیا ہے۔ حق کی راہ میں نبی ﷺ نے بڑے بڑے مصائب برداشت کئے ہیں۔ یہاں تک کہ بے شمار انبیاء کرام کو بنی اسرائیل کی بدبخت قوم نے قتل کر دیا ہے۔ جس کی شہادت قرآن کریم **وَقَتْلُوا النَّبِيْنَ يَغْيِرُ الْحَقَّ** کے الفاظ میں دیتا ہے حالانکہ بنی اسرائیل کو حق تعالیٰ نے **فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ** کہہ کر تمام عالم پر فضیلت بخشی تھی مگر اس قوم نے کفران نعمت کا ارتکاب کیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی اسی سنت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلام نے اپنے پیروکاروں کو ایثار قربانی کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ** اور ہر مسلمان انبیاء و بزرگاران ماسلف کی پیروی کرنے کے لئے دن میں پانچ مرتبہ بارگاہ رب العزت میں یہ درخواست پیش کرتا ہے کہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ
چلا، ان لوگوں کی راہ پر جن کے اوپر آپ کا
انعام و اکرام ہوا ہے۔

اس سے مراد انبیاء کرام ہی ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے اطاعت گزاروں کے انجام کے بارے میں فرمایا۔

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَ
الشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ
أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۖ

کہ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے اور وہ انعام یافتہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں جو یہ سب کے سب نہایت اچھے رفیق ثابت ہوں گے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام انہی تعلیمات کا مجسم پیکر تھے۔ امام مہدی علیہ السلام آغوشِ مرتضیٰ میں پرورش پانے والے اور درس گاہِ مصطفیٰ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ وہ ان اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰیہُمْ کے اصولوں کو اپناتے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے یزید کو دیکھا کہ وہ فتنہ و فجور میں مبتلا رہنے کے باوجود انقیاء اور عامتہ المسلمین سے جبریہ بیعتِ خلافت چاہتا ہے اور قرآنی اصولوں کو پامال کرنے پر آمادہ ہے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے شریعت کی بقا اور اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی جان و مال اولاد اور عزیزوں کی قربانی بخوش گوارا فرمائی اور جامِ شہادت نوش کر کے ابدی زندگی حاصل کر لی۔

تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہرایا کرتی ہے۔ قرآن کریم سے بھی اس کی سند ملتی ہے۔ وَلَئِكَ الْاٰیٰتُ لِنُذٰوْلِهَآ بَیِّنَ النَّاسِ اِیْ طَرَحَ ہر دور میں یہ یزیدیت مختلف انداز، اور طریقوں سے اسلام کی روح کو فنا کرنے کی سعی لاماہل کرتی رہتی ہے اور حسینیت اس کے خطرناک اور مکرہ ارادوں کو بے نقاب کر کے اسلام اور شریعتِ مطہرہ کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جاتی ہے۔ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا اسروز۔ سپر اسخِ مصطفوی ﷺ سے شہر آشوبی امام حسین علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ اپنے خون سے شجرِ اسلام کی آبیاری کی، بلکہ رہتی دنیا تک کے لئے حق و باطل کے درمیان ایک خط امتیاز کھینچ دیا۔ خدا نخواستہ اگر امام مظلوم علیہ السلام لالچ یا خوف سے یزید کے آگے جھک جاتے تو آج ایمان فروشی کے مناظر عام ہو جاتے اور شرعی اصول خود نو اسہ رسول ﷺ کے ہاتھوں محسوس ہو جانے سے اپنی اہمیت کھو بیٹھتے۔ ان حقائق کے باوجود افسوس کہ بعض لوگ اپنی کج فہمی اور خوں بدگمانی کے باعث معسر کہ کرب و بلا کو اقتدار کی جنگ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس طرح اہل بیعت رسول ﷺ کو بدنام کرنے کی سازش کرتے ہیں۔ اگر یہ حقیقت ہوتی تو حضرت علی علیہ السلام خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر کبھی بیعت نہ کرتے اور نہ ہی حضرت امام حسن علیہ السلام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کرتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات اہل بیعت کو اقتدار نہیں بلکہ دستور قرآن عزیز تھا۔ جس کی بقا پر ان کی موت اور زندگی کا دار و مدار تھا۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اسوۂ شیری علیہ السلام کو عملاً اختیار کر کے دین و دنیا میں سرخ روئی حاصل کریں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں سبطِ نبی ﷺ کی محبت کو جلوہ گر فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حسینی اقدام کی افادیت اور اہمیت

علامہ اختر علی تھری

سرور کائنات ﷺ کے پارہ جگر امام حسین علیہ السلام نے ۱۰ھ میں جس اولوالعزم جانبازی کے ساتھ حق و صداقت کی حمایت پیش نظر رکھتے ہوئے نخوت و پسندار کے پروں سے اڑنے والی عربی شہنشاہیت کی قبرمانی فوجوں کو دعوتِ جنگ دی اور جس صابرانہ استقلال کے ساتھ اس راستہ میں اپنی تمام عزیز کائنات لٹا دی تھی وہ انسانی تاریخ کی عجیب و غریب چیز ہے۔ واقعہ انسانی دنیا کے دامن پر معصوم خون کی چھینٹیں نہیں کہیں ضرور نظر آتی ہے لیکن امام حسین علیہ السلام کے خونچکاں اقدام کا تاریخی ورق بہتر بے گناہوں کے لہو سے جس طرح رنگین ہو رہا ہے اس کی نظیر دنیا میں ناپید ہے انسانی نفسیات کو چونکا دینے والے دلیرانہ ایثار کے واقعہ نے جو ملکوتی خصوصیتیں اپنے میں جذب کر لی ہیں۔ انہوں نے ظلم و جور کے ہاتھوں لرزتے ہوئے مظلوموں کے دلوں کے لئے قوت و طمانیت کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ یزیدیت کا یہ قیامت خیز طوفان قلم و مہم کی بجلیاں اپنے دامن میں لئے ہوئے جن تیوروں سے آیا تھا وہ انسانی دنیا کا بڑا ہی حشر سامان حادثہ تھا انسانی فوز و فلاح کے جس نظام کی اساس پیغمبر اسلام نے رکھی تھی وہ اس ہولناک طوفان کی آسمان سے باتیں کرنے والی موجوں کے تھپڑوں سے برباد ہو جانے والی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی آغوش میں پرورش پانے والے حسین علیہ السلام غیور ہی کا یہ سرفروشانہ اقدام تھا جس نے اس بلاریز و بلا فیض طوفان کی بیتِ ناک میل روک دی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے عزیز ترین رفیقوں اور عزیزوں کے ساتھ کربلا کے میدان میں غیر معمولی پر جگری کا مظاہرہ کرتے ہوئے خوئیں غسل فرمایا۔ اپنے اہل و عیال کو شاہی سطوتوں کی دراز دہنیوں کے مقابلے کیلئے بے یار و مددگار چھوڑ گئے مگر واقعات کی رفتار حیرت خیز طریقہ سے بدل دی۔ کچھ ہے۔

مسرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

عرب کی سرزمین سے ابھرتی ہوئی ملکیت کے شیطانی ولولوں کا پنجہ موڑ دیا۔

سرور دو جہاں علیہ السلام کے تمدنی ہدایات و ارشادات کا نورانی باب پھر ایک مرتبہ ہنگامی ہوئی دنیا کی نگاہوں کے سامنے لے آئے اور ثروت و اقتدار کے نشے میں مدہوش افراد کو اس کا موقع دے دیا کہ وہ آنکھیں کھول لیں اور حقیقی اخلاقی و تمدنی قدروں کو گمراہ کن اخلاقی و معاشرتی قدروں میں غلط ملط نہ ہونے دیں اور انسانیت کے گوہر خوش آب کی ضیاء ضلالتوں کی گرد سے چھیکی نہ پڑنے دیں، جن لوگوں نے انصاف کی نگاہوں سے اسلامی تاریخ کے اس اتار چڑھاؤ کا آثار و نتائج کے پس منظر میں دیکھا ہے وہ ان دعووں کو ایک خطیب کی خطابت کا جوش نہیں قرار دے سکتے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد سے عربی سیاست جس برق رفتاری کے ساتھ اور جس واضح عنوان پر انسانیت دشمن رجحانات میں تبدیل ہو رہی تھی اور اسلام کا خلیفہ جس تیزی کے ساتھ سلطان جابر اور ”ملک عضوض“ کے چولے میں نمودار ہو رہا تھا اس سے مذہبی دیانتوں کی دنیا تاریک ہو رہی تھی اور اس سے صاف طور پر یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ سردار عالمیوں کے تمام انسانی نظام سیاست کے بھیں میں دوسرا استبدادی نظام رائج ہونے والا اور انسانیت کی عدمت کے فلسفے کے بجائے فاضل لذتیت کا نظریہ اسلامی تعلیم قرار پانے والا ہے۔ اس برباد کن سیلاب کے روکنے کی اگر کوئی صورت اس وقت کے حالات کے لحاظ سے ہو سکتی تھی تو یہی کہ کسی ذمہ دار دیانت دار ہستی کی طرف سے کوئی ایسا موثر قدم اٹھایا جائے جو عام انسانی نفسیات کی دنیا میں زلزلہ برپا کر دے اور بنی آدم کے دل و دماغ کو پوری قوت کے ساتھ اس طرح جھنجھوڑا لے کہ وہ ان جگہوں سے حالات کے بھنور سے نکلنے کے لئے ہاتھ پیر مارنے لگے۔ اس زبردست عملی قدم اٹھانے کے لئے ایسے بے لوث ایثار کی ضرورت تھی جس میں حکیمانہ دوراندیشی کا جو ہر موجود ہوا ایسے بے لوث ایثار کا جذبہ عام طور سے نہیں پایا جاتا۔ دنیا سے اسلام کی یہ خوش نصیبی تھی کہ اس وقت ایک ایسی برگزیدہ ہستی محمد مصطفیٰ عربی کے نواسے کی شکل میں موجود تھی جس نے معصوم گودیوں میں پرورش پا کر ایثار و قربانی، ہمت، تدبیر، عزم و استقلال کے اعلیٰ اخلاقی اوصاف اپنے نفس میں مکمل طور سے پیدا کئے تھے۔ ان کی دور بین نگاہوں کے سامنے اس وقت کی جاہ پند اور اقتدار دوست سیاست کے یہ سارے تباہ کن پہلو تھے اور اس کی فطری و موروئی دانش مندی نے اسے یہ اچھی طرح محسوس کر دیا تھا کہ اس طوفانی آگ کو بے گناہوں کے خون کی پھینٹوں ہی سے فرد کیا جاسکتا ہے اس احساس نے رسول اللہ ﷺ کی آغوش کے پروردہ حسین علیہ السلام کو اس پر آمادہ کر دیا کہ وہ اس غصیر دیانتدارانہ جہانداری کی طاغوتی قوتوں کو برسر میدان شرعی آئین کی حدود ملحوظ رکھتے ہوئے دلیری

سے ٹوک دیں اور اس کے نتیجے میں جو قیامتیں بھی سر پہ نازل ہوں انہیں صبر و رضا کے ساتھ برداشت کر کے دنیا کو ڈرامائی عنوان سے اس خطرناک سیاست کے ان پہلوؤں کی طرف متوجہ کر دیں جس سے انسانی رجحانات یکسر تہہ وبالا ہو رہے ہیں اور آئندہ جن کی کروٹیں اور بھی خطرناک ہونے والی ہیں چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام اٹھے اور پورے عزم و ثبات کے ساتھ اٹھے اور اپنے اقدام کا نازک راستہ ان خطوں پر عین کرتے ہوئے اٹھے جو اس مقصد کی طرف کامیابی کے ساتھ رہنمائی کر سکیں۔

بیعت یزید سے دلیرانہ انکار، مدینہ سے مکہ روانگی اور پھر حج کو عمرہ سے بدل کر کو فیوں کے ہدایت طلبی کی خواہشوں سے بھرے ہوئے خطوط کی بنا پر کوفہ کا قصد کر بلا میں ورود ہر منزل پر مختلف دل پذیر عنوانوں سے اتمام حجت کا مظاہرہ آخر میں اپنے جاں نثار سرفروش رفقاء و عواء کے ساتھ دشمنوں کی تلواروں و نیزوں کے سامنے گلوں اور رینوں کو پیش کر دینا حبان دینے والوں کی فہرست میں ششماہی بچہ تک کا شامل کر لینا اہل بیت کو قید و بند کی تکلیفیں اٹھانے اور شہر بہ شہر انہیں طوق و زنجیر پہنے ہوئے پھروائے جانے کے لئے چھوڑ جانا یہ سب باتیں اس مقصد کی تکمیل کے عناصر تھے جس کے لئے امام حسین نے اپنے آپ کو وقت کر دیا تھا۔ ظاہر میں یزیدی سطوت کا میاب ہوئی۔

امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے مگر نتیجہ نکلا۔۔۔۔۔ ان دل بلا دینے والے واقعات کے بعد ہی عام دلوں میں زلزلے پیدا ہوئے۔ دماغوں میں بھونچال آیا۔ توابین اپنی سیرت کے دامن سے مجسمانہ قعود کا داغ دور کرنے کے لئے اٹھے اور یزیدی فوجوں کی تلواروں سے شہید ہوئے۔ مختار ثقفی کا خروج ہوا۔ بڑے بڑے معرکے رہے جن میں قاتلان حسین علیہ السلام کا خاتمہ ہوا اور آخر میں اس کشمکش کا یہ نتیجہ نکلا کہ اموی تخت بالکل ہی الٹ گیا۔ قاتلان حسین علیہ السلام سے نفرت عام ہو گئی۔ سب سے بڑی بات اور اہم بات یہ ہوئی کہ صحیح اسلامی اصولوں کی تلقین کرنے والی ایک مستحکم اسلامی جماعت ہمیشہ کے لئے وجود میں آ گئی جس نے حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کو اپنے ایمان کا اصلی جزو قرار دے لیا اور ان کے مقصد کی اشاعت کو اپنا قوی شعار بنالیا۔

شہادت امام حسین علیہ السلام کی یہی وہ خاص خصوصیتیں ہیں جنہوں نے اسے دنیا کے اس قسم کے تمام واقعات سے ممتاز کر دیا ہے اور غیر معمولی اہمیت و عظمت کا مالک بنا دیا ہے۔ شہادت حسین علیہ السلام اور اس کے تذکروں میں جو عام مرکزیت پیدا ہو گئی ہے اور اس کی طرف جو بے اختیاروں کھینچتے ہیں اس کا اصلی سبب یہی ہے کہ اخلاقی و تمدنی و سیاسی افادیت کا خزانہ ہے

اور اس واقعہ کی تہوں میں جو انقلابی سبق چھپے ہوئے ہیں ان پر غور کرنے اور عمل پیرا ہونے سے نہ صرف افراد کی سیرتوں کی انسانی بنیادوں پر تعمیر ہو سکتی ہے بلکہ قوموں کا اجتماعی کردار انسانیت کے مانچوں میں ڈھل سکتا ہے۔

ایسی اہم افادی چیز کی حیثیت سبک کرنے کے لئے جب اس کے مقابلہ میں وہ واقعات رکھے جاتے ہیں جو اپنی جگہ پر اہم سہی لیکن اعلیٰ خصوصیتیں نہیں رکھتے تو حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی۔

ائمہ اہل بیت کے بعد غوث اعظم

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب شریف میں تحریر فرماتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے): اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے کے دو راستے ہیں۔ پہلا راستہ ”قرب نبوت“ سے تعلق رکھتا ہے اور یہی اصل الاصل ہے اور اس راستے کے واصلان انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے اصحاب اور تمام امتوں میں سے جن کو بھی وہ اس ذریعہ دولت سے نوازنا چاہیں ان میں شامل ہیں۔

دوسرا راستہ ”قرب ولایت“ کا ہے جس کے ذریعے اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء و عام اولیاء واصل باللہ ہوتے ہیں۔ راہ سلوک اسی کو کہتے ہیں۔ اس راستے کے واصلین کے پیشوا اور ان کے فیض کا منبع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ و حضرات حسین رضی اللہ عنہما اس مقام میں ان کے ساتھ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبل از ظہور وجود عنصری بھی اس مقام پر فائز تھے اور اس راہ کے واصلین آپ ہی کی روحانیت کے توسل و واسطہ سے منزل و مقصود تک پہنچتے رہے۔ آپ کے بعد یہ منصب عالی علی الاستریتب حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ہی تھا اور پھر یکے بعد دیگرے ائمہ اہل بیت کرام اس مقام پر فائز ہوئے۔ ان کے ماسوا جن کو بھی مذکور مقامات عطا ہوئے ان ہی حضرات علیہم السلام کے واسطے سے ہوئے حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا دور آنے پر یہ منصب عظیم یعنی ”قلیبت کسبری“ آپ کی ذات سے مختص کر دیا گیا۔ اب جس کو بھی اس راستے کے فیوض و برکات حاصل ہوتی ہیں سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے ہی ہوتی ہیں۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر سوم ۳۴۔ مترجم حاجی عالم الدین مجددی۔ ناشر: اللہ والے کی قومی دکان لاہور)

نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا گلا کٹوا کر

یزیدیت کو فنا کر دیا

علامہ سید مناظر احسن گیلانی

جو فرات کے ساحل پر آیا، اپنے کو لے آیا، اپنی قوتوں کو لے آیا، اپنے بال بچوں سمیت آیا، اپنی عورت و آبرو اور اپنے ناموس کو لیکر آیا، اپنی شاہزادگی کی طاقت اور سیرزادگی کے اعتماد کو لے آیا، اپنی بنی زادگی کے حبلال کو لے کر آیا، زبردستی نہیں بلکہ خوشی سے آیا، روکنے والوں نے روکا لیکن وہ بے تحاشا اوائل امانت کے لئے امتحان کے میدان میں آیا، کیا وہ شامیوں کے غزاتی تخت کے لئے آیا بنی امیہ کے پاس سٹی کی بالائی سطح کا جو چھلکا تھا کیا وہ اس کے لئے آیا، کیا واقعی اس کے سامنے ابن زیاد تھا؟ یا یزید کا سپہ سالار تھا؟ لوگ کچھ ہی سمجھیں لیکن عارفوں نے دیکھا تھا اور عیسا کہ تاریخوں میں بھی ہے کہ وہ صفت جنگ میں لا الہ الا اللہ سبحان اللہ و بحمدہ کا نعرہ لگا رہا تھا، پس کون جان سکتا ہے کہ وہ کس لئے آیا تھا؟ اس پر پانی بند کیا گیا اس کے خشک ہونٹ اور کھجی زبان اس کی کب تھی جو پرواہ کرتا؟ اس سے اغسار کی گروئیں مانگی گئیں اس نے واپس کر دیں، اس سے ننھے ننھے بچوں کا خون طلب کیا گیا اس نے حاضر کر دیا، اس پر تیروں کی بارش ہوئی اس نے قبول کیا، اس کا جسم چھیدا گیا وہ دم بخود کھڑا رہا، اس کے جسم پر تلوار کی دھار مار دی گئی، اس کے جسم سے گردن الگ کی گئی اور اس خدا کے سامنے الگ کی گئی جو اس کے ساتھ تھا، پھر کیا اس نے انکار کیا؟ اس کے گھسرانے کا دنی خادم مغول ملائکہ تھا، حضرت فہیمہ بن مالک کی لاش کو حکومت والوں نے چھپا لیا لیکن اس گھر کا جو سردار تھا اس کی نعش مبارک پر گھوڑوں نے ناپ ماری، اس کی ہڈیوں کو کچلا اور آسانی کے ساتھ یہ مراحل طے ہو گئے، آخر میں اس کی عورت و ناموس پر بھی حملہ کیا گیا، اس کے گھر کی خواتین

کو جو خاتون جنت سلام اللہ علیہا کی لخت جگر تھیں ان کو رسیوں میں باندھا گیا، زمین پر گھینسا گیا اور یوں اس کو کچھ دیا گیا تھا جتنے ہوئے چہرہ اور مسکراتے ہوئے لبوں کے ساتھ اس نے سب کو واپس کر دیا اور اس کی ایک ابدی نقیر جریہ عالم پر اسی کی بدولت ثبت ہوئی، نہ اتنا کسی کو ملا اور نہ اتنا کسی نے دیا، اس شخص کی عظمتوں کا کون اندازہ کرے جو خالق کے محبوب کا محبوب تھا؟ وہ اس کا پیارا تھا، اس کے کاندھے پر کھیلنے والا تھا، اس کی پشت مبارک کا سوار تھا، اس کے لبہائے اقدس کا وہ بوسہ گاہ تھا کیا آفتاب اس کے حکم کا منظر نہ تھا؟ زمین اس کے آگے جھکی ہوئی تھی؟ جبریل امین علیہ السلام اس کے فرمان سے سرتابی کر سکتے تھے؟ فرات اس کا دھوا تو پھر کس کا تھا؟ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے میدان کربلا میں تلوار چلائی، نیزہ کو جھنڈ دی، حالانکہ کیا کسی مستند تاریخ سے اس کو ثابت کر سکتے ہیں؟ اس کی تلوار کی باڑھ کون نبھال سکتا تھا جب اس کے الفاظ کی برداشت کی صلاحیت کسی میں نہ تھی، قاسم علیہ السلام نے جب ”یاعلم“ کہہ کر پکارا اور ضبط نہ ہو سکا تو کس نے نہیں دیکھا کہ قاتل کا گھوڑا اپنے سوار کو بیٹھ سے گرا کر گھسیتا جاتا تھا اور چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر اس کی لاش پارہ پارہ ہو گئی تھی۔

بہر حال فرات کے کنارے خائن سے امانت چھینی گئی، پھر نہ اس پر آسمان رویا اور نہ زمین روئی اور فرات کے ساحل پر امین صادق نے امانت واپس کی، پھر دیکھو اس پر دنیا روئی، قوموں نے ماتم کیا۔۔۔۔۔ نسوں نے آنکھوں سے آنسو بہائے، صدیوں نے اس کے نوہ کو سنا، قرونوں سے اس کا گریہ ڈیکا گونج رہا ہے، افغانستان سے کراہ کی آواز آرہی ہے، تیونس والوں کا دل پانی ہو رہا ہے ہندوستان کے اکثر شہر اور اس کی نسبتوں میں نالے بلند ہو رہے ہیں۔

ایران کا کلیجہ پھٹ رہا ہے، عرب کی آنکھوں میں بھی آنسو بھرے ہوئے ہیں۔ مصر بھی بے چین ہے، الغرض جس نے امانتوں میں خیانت کی تھی اس پر، مال و دولت پر نہ آسمان رویا، زمین روئی، اور جس نے امانت کو پوری قوت کے ساتھ نہایت صفائی کے ساتھ بغیر کسی آلودگی کے واپس کیا اس پر عرب و عجم سب کے سب مصروف گریہ و بکا ہیں، صدیوں سے ہیں، قرونوں سے ہیں اور اب تو اس پر سواتیرہ سو برس گزر چکے ہیں، یہ رونا ختم نہ ہوگا، یہ ماتم ختم نہ ہوگا۔

کون ہے؟ نسل انسانی میں کون ہے جس پر آسمان و زمین تو خیر، آسمان و زمین جس کے لئے ہیں، یعنی نبی نوع انسانی نے اس پر غم کا اظہار اس طرح کیا ہوا؟ کیا ہندو کسی پر

اس طرح روئے؟ کیا عیسائی اپنے کسی شہید پر اس درجہ غم زدہ ہوئے؟ کیا بودھ کے پیروں میں اس کی کوئی نظیر ہے؟ کیا یہودیوں کا کوئی شہید اتنا مشہور اور اتنا بلند ہے؟ کیا پارسیوں کی محدود جماعت کی کوئی قربانی اس احترام کی مستحق پائی؟ پرانی تاریخوں میں بلاشبہ ایسے قلیل نظر آتے ہیں جن کے خون کو دیکھ کر انسانی فطرت بہت مضطرب ہوئی ہے اور کچھ دن کے لئے کسی مخصوص ملک کے کسی خاص علاقے میں اس اضطراب نے آنسوؤں کی شکل اختیار کی، لیکن سوا ل یہ ہے کہ اتنی وسعت زمانی و مکانی، اتنی گہری اور عمیق غمنا کی نظیر تاریخ میں کون دکھا سکتا ہے؟ اور یہی مراد ہے ”سراشہداتیں“ میں حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ السلام کی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت جہری شہادت تھی اور اسی وجہ سے اس نے شہرت میں اتنا بلند رتبہ حاصل کیا ہے۔

”خائن“ کے متعلق جب قرآن مجید کی نص قطعی وارد ہے اور عمل طعن و ملامت میں واقع ہے تو کیا جس شخص پر آسمان و زمین سے بھی زیادہ گراں ہستیاں رویں اس سے اس کی تعریف و تقدیس نہیں نکلتی؟ یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ”جس شخص نے مردہ کے ماتم میں سرمنڈایا اور زور زور سے چیخا اور پکڑے پھاڑے میں اس سے بری ہوں۔“ (مفہوم) اور بلاشبہ حدیث میں ہے ”جو شخص رخساروں پر طمانچہ مارتا ہے یا گریہ بیان پھاڑتا ہے یا حبائیت والوں کی طرح بین کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ (مفہوم)

سرور کائنات ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کی عبادت کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ”کیا تم لوگ نہیں سنتے ہو کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسو یا دل کی گراہ پر سزا نہیں دیتا بلکہ اس کی سزا اس پر ہے۔“ اور آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا:

دل کی رقت، طبیعت کے پہچان، آنسوؤں کے سیلان کو کون روک سکتا ہے؟ بلکہ روکنے والے کو ذرا سنبھل کر سوچنا چاہیے کہ وہ کہیں ابو القاسم رضی اللہ عنہ کے طریقہ کو تو نہیں چھوڑ رہے ہیں، بخاری میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم بن رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا انت یا رسول اللہ (آپ یا رسول اللہ رضی اللہ عنہ روتے ہیں) آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا انہا رحمتہ (یہ رحم و شفقت ہے) اتنا فرمایا تھا کہ پھر آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو گیا حضور ﷺ روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے

علیہ السلام کو اعلانہ شہید کر دیا ہے اور کسی نے کوئی احتجاج نہیں کیا ہے۔ آپ نے بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس وقت بھی آپ سے یہی درخواست کی گئی کہ خدا کا واسطہ دے کہ ہم آپ کی اور اہل بیت کرام کی جان و ناموس کی حفاظت آپ سے چاہتے ہیں۔ کوفہ کا مقصد ہلاکت و بربادی ہے۔ لہذا آپ ہمیں سے واپس تشریف لے چلے۔ فوراً حضرت مسلم علیہ السلام کے اعوہ جوش میں آگئے۔ واللہ ہم گز واپس نہیں جائیں گے ہم مسلم علیہ السلام کا انتقام لیں گے یا انہیں کی طرح شہید ہو جائیں گے۔ آپ نے غم و حسرت سے ان کو دیکھا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

قادسیہ سے آگے بڑھنے پر کوئی سردار حر بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ آپ علیہ السلام کے سامنے آیا اور آپ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چلے گئے۔ اس کی ڈیوٹی ہی صرف یہ تھی کہ وہ آپ علیہ السلام کا تعاقب کرتا رہے۔ نماز ظہر کا وقت آیا تو آپ علیہ السلام نے حر کی فوج کے سامنے ایک خطبہ دیا۔ تقدیر اتنی موثر اور مدلل تھی کہ کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔ پھر نماز ہوئی تو آپ علیہ السلام کے ہمراہیوں کے ساتھ ہی حر کی فوج نے بھی آپ علیہ السلام کی امامت میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آپ علیہ السلام نے پھر ایک پدائز آفریں تقریر کی۔ مقام بیضہ میں آپ علیہ السلام نے ایک جگہ قیام کیا اور ایک تقریر فرمائی اور حر کی فوجوں سے آپ علیہ السلام نے خطاب کیا۔

ابن رسول اللہ ﷺ کی مجاہدانہ تقریر:

”لوگو! جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظالم ہے، خدا کے قانون کو توڑتا ہے۔ سنت نبوی ﷺ کی مخالفت کرتا ہے۔ خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے اور وہ دیکھنے والا اپنے عملی زبان سے اس کی مخالفت نہیں کرتا تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ دیکھو اس کی حکومت میں شیطان کی اطاعت ہے، رجن سے سرکشی و بغاوت ہے۔ خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنایا گیا ہے۔ دین محمدی ﷺ کا سب سے زیادہ مجھ سے مطالبہ ہے کہ میں اس ظلم کو عدل سے بدل دوں، اس ظالم حکومت کا تخت الٹ دوں، تم نے اپنے شہر کوفہ سے بے شمار خطوط، قاصد اور وفد میرے پاس بھیجے اور میری بیعت کی اگر تم اس بیعت پر قائم ہو تو یہ راہ ہدایت ہے میں فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا بنت رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ہوں لیکن اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم نہ رہو تو سمجھ لو کہ اس میں تمہارا ہی نقصان ہے۔ میرا اجر تو خدا کے پاس ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ مومن راہ حق میں شہادت کی تمنا کرے۔ میں شہادت کی موت چاہتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بھائے خود جرم ہے۔“

حر بن یزید آپ کے ساتھ چل ہی رہا تھا کہ ایک مرتبہ اس نے آپ سے کہا ”آپ اس معاملہ میں خدا کو یاد کیجئے۔ اگر آپ جنگ کریں گے تو یقیناً قتل ہو جائیں گے آپ علیہ السلام نے سنا تو غضب ناک ہو کر فرمایا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے میں تجھے اس کا وہی جواب دینا چاہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دھمکی سن کر اسے جواب دیا تھا۔

سأمضي وما الموت عار على الفتى اذا
ماتوا حقاً وجاهد مسلماً
میں رواد ہوتا ہوں، موت مسرد کے لئے
ذلت نہیں ہے جبکہ اس کی نیت نیک ہو اور
اسلام کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے
جار رہا ہوں۔

آپ علیہ السلام آگے بڑھے تو کوفہ سے آنے والے چار سوار آپ کی خدمت میں پہنچے، انہوں نے بتلایا، شہر کے عمائدین کو دولت و عزیت کا لالچ دے کر خاموش کر دیا گیا ہے۔ اور اب عوام کا یہ حال ہے کہ کل آپ کے خلاف ان کی تلواریں میدان کارزار میں چمکیں گی، ان ہی لوگوں سے اپنے مقاصد حضرت قیس بن مسهر کی شہادت کی اطلاع ملی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے بھجک گئیں اور بے اختیار آپ کی زبان پر قرآن مجید کی یہ آیت جاری ہو گئی۔
بعض ان میں سے شہید ہو چکے ہیں اور بعض
منهم من قطي، نحبهم منهم من ينتظر
ان میں سے اپنی موت کا انتظار کر رہے ہیں،
ومابذلوا تبديلاً
مگر حق پر ثابت قدم ہیں اور اس میں کوئی
تبدیلی نہیں کی ہے۔

آیت پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا: خدا یا ہمارے اور ان کے لئے جنت کی راہ کھول دے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اس وقت بے حد غمگین و افسردہ تھے۔

کربلا میں ورود:

کوفہ سے ایک سوار آیا اور حر بن یزید کا خط پیش کیا جسے ح نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ پیش کر دیا۔ امام حسین علیہ السلام کو کہیں رکنے نہ دو، کہیں ٹھہریں تو کسی محفوظ یا

شاداب مقام میں قیام نہ کر سکیں۔ بالآخر آپ ایک ویران و وحشت ناک کھلے میدان میں اتر پڑے۔ اس کا نام معلوم کیا گیا تو بتلایا گیا ”کربلا“۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”یہ کرب اور بلا ہے۔“ یہ میدان پانی سے دور تھا اور دریا اور اس میدان میں ایک پہاڑی حامل تھی۔

۳ محرم الحرام ۶۱ھ کو عمر بن سعد کی قیادت میں کوفیوں کی چار ہزار فوج حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے کربلا میں آپ کی عمر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے معلوم کیا، آپ یہاں کیوں آئے ہیں، آپ نے وہی جواب دیا جو حر بن یزید کو دے چکے تھے۔ کوفہ کے ان ہی لوگوں نے مجھے بلایا تھا جن میں سے بہت سے اس وقت مجھے تمہاری فوج میں نظر آ رہے ہیں، اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں واپس جانے کے لئے تیار ہوں، عمر نے ابن زیاد کو اس جواب سے مطلع کیا تو اس نے عمر کو لکھا۔ امام حسین علیہ السلام اپنے رفقاء کے ساتھ پہلے یزید کی بیعت کریں پھر ہم ان کے متعلق غور کریں گے لیکن جب تک وہ بیعت نہ کریں۔ امام حسین علیہ السلام ان کے اہل بیت اور رفقاء پانی تک نہ پہنچنے پائے۔ وہ پانی سے اس طرح محروم رہیں جس طرح عثمان بن عفان بن پیاہ شہید ہوئے تھے۔ اس حکم کی تعمیل میں عمر بن سعد نے پانچ سو سپاہی گھاٹ کی حفاظت کے لئے متعین کئے۔ حسینی قافلہ کو پانی نہ ملا تو آپ نے حضرت عباس بن علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ تیس سوار اور بیس پیدل سپاہی لے کر پانی لے آئیں، فرات پر پہنچے تو محافظ دستہ نے روکا لیکن ۳۰ سوار اور ۲۰ پیدل پانچ سو کے دستہ سے لڑ کر پانی کی بیس منگیں لے ہی آئے۔

شام کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر کو پیغام بھیجا کہ آج رات کو مجھ سے ملاقات کرو۔ چنانچہ دونوں میں سوار لے کر نکلے اور ایک جگہ تخلیہ میں دیر تک گفتگو ہوئی، اس کے بعد بھی تین چار مرتبہ ملاقاتیں ہوئیں جس کی اطلاع شمر بن ذی الجوشن کو ہوئی تو اس نے ابن زیاد سے کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور عمر راتوں کو ملتے ہیں، سرگوشیاں کرتے ہیں، امام حسین علیہ السلام کو زیادہ مہلت نہ دو۔ ابن زیاد نے یہ رائے پسند کی اور عمر کو ایک تہدید آمیز خط لکھ کر شمر کے حوالہ کیا۔ دیکھو! میرا حکم صاف ہے، اگر امام حسین علیہ السلام خود شمر کے حوالہ کر دیں تو انہیں میرے پاس بھیج دو اور اگر انکار کریں تو بے تامل حملہ کرو اور قتل کرو۔ قتل کے بعد امام حسین علیہ السلام کی لاش کو گھوڑوں سے روند ڈالنا کیونکہ وہ باغی ہیں اور میں نے عہد کیا ہے کہ اگر قتل کا حکم دوں گا تو یہ ضرور کروں گا، اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو انعام و اکرام پاؤ گے، نافرمانی کی تو معزول کئے جاؤ گے۔ ساتھ ہی شمر کو ہدایت کی اگر عمر میرے اس حکم کی پوری طرح تعمیل

کریں تو تم اس کی اطاعت کرنا ورنہ خود فوج کی کسانڈ اپنے ہاتھ میں لے کر امام حسین علیہ السلام کا سر کاٹ لینا۔

شمر نے عمر کو ابن زیاد کا خط پہنچا دیا اور وہ اقتدار دولت کی خاطر اس کی تعمیل کے لیے آمادہ بھی ہو گیا چنانچہ نماز عصر کے بعد عمر اپنے لشکر کو تیار کر کے آگے بڑھا تو شمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، عبد اللہ رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو میدان میں بلا کر کہا۔ میں نے تمہارے لئے ابن زیاد سے امان حاصل کر لی ہے، تم میرے عزیز ہو، میرے ساتھ آؤ اور صوبوں کی حکومتیں سنبھال لو۔ تو دیکھئے! کیا تیور میں ان ہاشمی شہزادوں کے! شمر کو برجستہ جواب دیا۔ افسوس اور لعنت ہے تم پر تم ہمیں تو امان دیتے ہو لیکن فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امان نہیں ہے، شمر خاموشی سے چلا گیا اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ لشکر کی پیش قدمی دیکھ کر بیس سواروں کے ساتھ میدان میں نکلے۔ عمر نے ابن زیاد کے آخری اور فیصلہ کن پیغام سے مطلع کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے واپس ہو کر امام عالی مقام علیہ السلام کو اس کی اطلاع کی تو حضرت نے فرمایا اگر ممکن ہو تو انہیں آج نال دو تاکہ اس رات کو ہم خدا کی عبادت اور کر لیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے امام عالی مقام علیہ السلام کا پیغام سنایا تو عمر نے اسرار نہیں کیا اور فوج اپنی قیام گاہ کی طرف لوٹ گئی اور آپ کے تمام ہمراہیوں نے وہ پوری رات تلاوت و عبادت میں گزاری۔ دشمن کے سوار رات بھر حسینی خیموں کے گرد چکر لگاتے رہے۔

عاشرہ محرم کی خونیں صبح:

پہلے سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اس میں آگ روشن کر دی تھی تاکہ دشمن عقب سے حملہ آؤ نہ ہو سکے۔ نماز فجر کے بعد عمر اپنی فوج لے کر میدان میں آیا۔ حضرت نے بھی اپنے اصحاب کی فوج کی ترتیب قائم کی جس میں ۳۲ سوار اور چالیس پیدل سپاہی تھے۔ سمنہ پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العقیل اور میسرہ پر حضرت جب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کو متعین کیا۔ علم حسینی حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن علی کے مبارک ہاتھوں میں تھا۔ صفیں آراستہ ہو گئیں تو شمر گھوڑا دوڑاتا ہوا آگے بڑھا اور خندق کی طرف اشارہ کر کے کہا: ”حسین علیہ السلام! کیا قیامت سے پہلے ہی آپ نے آگ قبول کر لی؟“ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے چرواہے کے لڑکے تجھے ہی اس دنیا میں عقوبت اور آخرت میں آگ ملے گی۔ حضرت مسلم بن عوجہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

مجھے اجازت دیجئے کہ اسے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں۔ حضرت امام علیہ السلام نے ان کو منع فرمایا۔ نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا۔ دشمن قریب آیا تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کا عمامہ مبارک سر پر رکھا جس کے بیچے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا خود تھا۔ امام حسن علیہ السلام کا پنگلہ زیب تن فرمایا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا ترش شانہ سے لٹکایا۔ حضرت علی علیہ السلام کی باطل شکن تلوار سے آراستہ ہو کر اونٹنی طلب فرمائی، قرآن پاک سامنے رکھا اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر ایک تقریر فرمائی تاکہ حجت تمام ہو جائے اور ظالموں کے لئے کوئی بہانہ باقی نہ رہے۔

لوگو! میری خاموش زندگی پر نظر کرو جو تمام تر عبادات الہی میں بسر ہوئی ہے، مسیری نسبت یاد کرو اور سوچو! میں کون ہوں پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو کہ کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت و قربت کا رشتہ توڑنا روا ہے، کیا میں تمہارے نبی ﷺ کی صابزدادی کا بیٹا نہیں ہوں کیا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے اور کیا میرے چچا ذوالجناحین حضرت جعفر طیارہ نہیں تھے کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ مشورہ قول میرے اور میرے بھائی کے حق میں نہیں سنا۔ "حسین و حسن علیہ السلام نو جوانان جنت کے سردار ہیں"۔ اگر میرا یہ قول سچ ہے اور یقیناً سب ہے کیونکہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے آج تک، واللہ کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے، تو پھر بتاؤ کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟

تم نیک لوگوں کا قتل اور ظالموں کی اطاعت کرتے ہو کیا یہ بات بھی تمہیں اپنے ظلم سے نہیں روک سکتی کہ اس وقت روئے زمین پر کسی نبی کی صابزدادی کا بیٹا موجود نہیں ہے۔ میں تمہارے نبی ﷺ کا بلا واسطہ نواسہ ہوں کیوں تم مجھ سے کس لئے جنگ کرنا چاہتے ہو۔ میں قیصر و کسری کے طریقہ کی پیروی کی بجائے سنت نبوی ﷺ کا اتباع کرنا چاہتا ہوں، بتلاؤ، تمہاری فوجیں یہاں میرے مقابلے پر کس لئے آئی ہیں کیا میں نے کسی کی جان لی ہے کسی کا مال چھینا ہے، بتلاؤ، جواب دو۔

آپ ﷺ نے کوئی لشکر کو بار بار چیلنج کیا لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سب کے ضمیر شرمندہ محبوب تھے لیکن سرداران فوج کو حرکت دینی شروع کی تو حرین یزید نے کہا "عمر! کیا تم حسین علیہ السلام سے واقعی جنگ کرو گے؟"

عمر نے ڈھٹائی سے جواب دیا یاں جنگ کریں گے اور ایسی جنگ جس میں کم سے کم

یہ ہوگا کہ ہاتھ ٹانوں سے اڑ جائیں گے اور سر جموں سے جدا کر دیے جائیں گے حضرت حرثی ایمانی غیرت جاگ اٹھی اور عمر سے فرمایا: "خدا تمہیں غارت کرے۔" اور فوراً گھوڑے کو اڑا لگا کر حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انتہائی ندامت و افسوس کے ساتھ ساتھ عرض کیا۔ ابن رسول اللہ! میں وہی بد بخت ہوں جس نے ابن زیاد کی تعمیل حکم سے راستہ بھر آپ کا تعاقب جاری رکھا یہاں تک کہ آپ کر بلا میں خیمے زن ہو گئے۔ لیکن خدا کی قسم! میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ محمد ﷺ کو رسول اللہ جاننے والے ان کو نواسہ کے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے اتنے شیع ہو جائیں گے اور قلم کی حمایت میں سنت نبوی سے اتنا استغناء و ابکار کریں گے؟ میں اپنے قصور پر نادم ہو کر اب آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں میں قتل ہونا چاہتا ہوں کیا آپ میرا قصور معاف فرمائیں گے؟ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے معاف کیا خدا تیری توبہ قبول فرمائے اور تجھے بخش دے۔" اور پھر حضرت امام علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا "تیری ماں نے تیرا نام حر (آزاد) رکھا ہے، ان شاء اللہ تو دنیا اور آخرت دونوں میں سر ہے۔" پھر حضرت حر رضی اللہ عنہ نے کوئی فوج سے خطاب کیا اور ان کی شقاوت ظلم پر ان کو ملامت کی، جس کے جواب میں انہوں نے تیر برہائے اور حضرت حر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

جنگ کا آغاز:

سالار فوج عمر نے اپنی کمان اٹھا کر حسینی جمعیت کی طرف پہلا تیر پھینکا اور کہا۔ "سپاہیو! گواہ رہو، سب سے پہلا تیر میں نے چلا کر جنگ کا آغاز کیا ہے۔" پھر تیر اندازی شروع ہو گئی تھوڑی دیر بعد کوئی فوج سے دو آدمیوں نے نکل کر مبارزت طلب کی حضرت عبداللہ بن عمیر بکلی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت لی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چند ہی لمحوں میں دونوں کو قتل کر ڈالا پھر کئی یزیدیوں کو واصل جہنم کر کے روح فاطمہ سلام اللہ علیہا کی دعاؤں کے سایہ میں خلد بریں پہنچ گئے۔ میدان کر بلا میں فرزند رسول ﷺ کے لئے جانثاری کا اولین شرف حضرت ابو وہب عبداللہ بن عمیر بکلی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔

جگہ عروسی سے شبستان فردوس تک:

پہنچنے میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو محض سترہ دن صرف ہوئے ان کی شادی کو صرف سترہ دن ہی ہوئے تھے کہ ناموس اسلام اور حق و صداقت کی پکار سنی دنیاوی لذتوں کو چھوڑ کر کوفہ سے

کر بلائی جیتی ہوئی زمین کے لئے سفر کیا اور فرزند ان بنت رسول کے قدموں میں آ بیٹھے۔ پیاری بیوی حضرت عبداللہ بن ابی طالبؓ کے اس سفر شہادت میں ان کے ہمراہ تھیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی طالبؓ کی جنگ کے وقت وہ ہاتھ میں لائی لئے کھڑی تھیں اور محبوب شوہر کو جنگ کے لئے ترغیب دیتی جاتی تھی وہ شہید ہو گئے تو یہ ان کے سر پہ ہاتھ پھیرتی جاتی تھیں کہ شمر نے آگے بڑھ کر تلوار سے ان کا سر بھی تن سے جدا کر دیا۔

عام حملہ:

مبارزت جاری رہی، دونوں فوجوں کے ایک ایک دودو جوان جنگ کرتے رہے لیکن ابن حجاج نے اس مبارزت میں حضرت امام علیؓ کی فتح مندی دیکھ کر عمر سے کہا۔ مبارزت کے سلسلہ کو جاری رکھنے سے پہلے یہ سوچ لو کہ تم کون سے لڑ رہے ہو۔ اس طرح تو تم سب ایک ایک کر کے قتل ہو جاؤ گے۔ عمر نے یہ دانتے پند کی اور مبارزت کے بجائے عام حملہ کا حکم دیا، چنانچہ کوئی فوج کا سمنہ آگے بڑھا پھر تیسرہ جس کا سالار شمر تھا۔ مگر حسینی جمعیت نے جس میں ۳۲ سوار اور ۲۰ پیدل سپاہی تھے، بہادری اور استقلال سے مقابلہ کیا۔ وہ شوق شہادت میں جس طرف گھس جاتے تھے یزیدی صفیں درہم برہم ہو جاتی تھیں۔

آخر ہزاروں سپاہیوں اور سرداروں نے محسوس کیا کہ حسینی جمعیت سے مقابلہ مشکل ہے چنانچہ فوجی امداد طلب کی گئی اور پانچ ہزار تیر اندازوں نے پہنچ کر اس طرح تیسرا انداز کی کہ حسینی فوج کے گھوڑے بیکار ہو گئے۔ سواروں کو بھی پیدل ہو جانا پڑا۔ اور حضرت زبیرؓ نے ایک سخت حملہ کیا اور یزیدی فوج کے قدم اکھاڑ دیے لیکن دو لاکھ فوج کے مقابلہ میں صرف ۲۷ نفوس کی کیا تعداد ہے، تھوڑی دیر کے بعد دشمن نے پھر سخت حملہ کیا اور اپنا پورا زور لگا دیا۔ دوپہر ہو گیا تھا اور اس وقت تک کوئی فریق غلبہ حاصل نہ کر سکا تھا لیکن اس حملہ میں حضرت حبیب بن مظاہرؓ کی شہادت سے حسینی جماعت کو بہت نقصان پہنچا، یہ حالت دیکھ کر حضرت ابو ثمامہؓ نے حضرت امام علیؓ سے عرض کیا۔ دشمن اب آپ کے بالکل قریب بھی نہیں آ سکتا جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر مٹوں جس کا وقت آ گیا ہے حضرت امام علیؓ نے فرمایا ٹھیک ہے نماز کا وقت آ گیا ہے، دشمنوں سے کہو، نماز کے لئے لڑائی ملتوی کر دیں، مگر ان کے سروں پر شیطان سوار تھا، عمر نے نماز کی بھی جہست نہ دی

اور جنگ جاری رکھی تو آپ نے صلوٰۃ الخوف ادا کی، اس وقت حضرت حرثؓ نے بہادری کے جوہر دکھائے کہ دشمن نے بھی ان کا لوبہ امانا۔ آخر زخموں سے چور ہو کر شہید ہو گئے۔ نماز کے وقت آدھے آدمیوں کو دیکھ کر دشمن نے اور زیادہ شدت سے حملہ کیا جسے حضرت زبیرؓ نے روکا اور دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ بالآخر منصب شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام کی شہادت:

اس طرح یکے بعد دیگرے حضرت امام علیؓ کے تمام ہمراہیوں نے شہادت کی عظمت حاصل کی اب خاندان نبوت کے سورما آگے بڑھنے والے تھے۔ زمین کانپ گئی، عرش ٹھرا اٹھا، حضرت امام کے صاحبزادہ علی اکبر علیہ السلام رجز پڑھتے ہوئے میدان کا رزار کی جانب بڑھے، میں علی بن حسین بن علی ہوں، رب کعبہ کی قسم! میں رسول اللہؐ کا سب سے زیادہ قریب ہوں، خدا کی قسم! ہم ایک گمراہ..... فاسق و ظالم (ابن زیاد) کی حکومت بھی تسلیم نہیں کریں گے! حضرت علی بن حسین علیہ السلام بڑی شجاعت سے لڑے، آپ کی تلوار سے دشمنوں کے سراڑتے ہوئے معلوم ہوتے تھے، تین دن کے بھوکے پیاسے تھے مگر پوتے اس کے تھے جس نے پانی سے نان جو میں کے ٹکڑے کھا کر غیر کا در اکھاڑا تھا۔ آخر قرۃ عابدی کی تلوار سے شہید ہوئے تو حضرت زینب بنت فاطمہ سلام اللہ علیہا خیمہ سے دیوانہ وار نکل کر لاش کی طرف دوڑ پڑیں۔ حضرت امام علیؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور خیمہ میں پہنچا کر حضرت علی اکبر علیہ السلام کی لاش اٹھائی اور خیمہ کے سامنے لا کر رکھ دی۔

حضرت قاسم بن امام حسن علیہ السلام کی شہادت:

حضرت علی بن حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ اور حضرت عقیلؓ بن ابی طالب کے تین صاحبزادے حضرت جعفرؓ، عبدالرحمنؓ، اور موسیٰؓ، حضرت عونؓ، محمدؓ، و محمدؓ یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے اور درجہ شہادت پر فائز ہو کر اپنے آباؤ اجداد سے ملاقاتی ہوتے رہے یہاں تک کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے کمن صاحبزادہ سیدنا قاسم علیہ السلام، چاند کی طرح جنگ کے مطلع پر نمودار ہوئے اور شیر کی طرح دشمنوں کی صفوں کو تہ و بالا کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے بہت سے

سرداروں کو قتل کیا جن میں ازرق بھی شامل ہے جو یزیدی فوج کا مشہور اور بہادر سپہ سالار تھا یہ بیحد قوی پہلوان تھا اور اس کو حکومت یزید سے دس ہزار دینار سالانہ تنخواہ ملتی تھی، حضرت قاسم علیہ السلام جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ عمر بن ازدی نے حضرت کے سر پر تلوار ماری اور حضرت "ہائے چچا" کہہ کر کلمہ اسلام پڑھتے ہوئے جوار رحمت میں جا پہنچے تھے، بھتیجے کی آواز سنتے ہی حضرت امام علیہ السلام غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے اور قاتل پر ایک وار کرتے ہوئے بھتیجے کی لاش پر جھک گئے قاتل نے اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ اٹھا دیا۔ مگر ہاتھ شانہ سے کٹ کر اڑ چکا تھا زخمی قاتل چلایا۔ فوج اسے بچانے کے لئے آئی، مگر گہرا ہٹ میں بچانے کے بجائے اس کے جسم کو روند ڈالا۔ فوج واپس ہوئی تو حضرت امام علیہ السلام نے حضرت قاسم علیہ السلام کے سر ہانے کھڑے ہو کر فرمایا: "وہ ہلاک ویرباد ہوں جنہوں نے تمہیں شہید کیا ہے، قیامت کے دن یہ تمہارے دادا کو کیا جواب دیں گے؟" پھر جوان بھتیجے کی لاش آپ نے اٹھائی اور خیمہ کے سامنے لا کر حضرت علی اکبر علیہ السلام کے پہلو میں رکھ دی۔ ان کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کے دو صاحبزادے حضرت ابو بکر علیہ السلام اور حضرت عبداللہ علیہ السلام نے دین حق کی خاطر میدان کارزار میں اپنی شمشیر کے جوہر دکھائے اور جام شہادت اپنے لبوں سے لگایا۔

نو مولود کی شہادت:

حضرت امام علیہ السلام پھر اپنے مقام سیادت پر کھڑے ہو گئے کہ اسی وقت آپ علیہ السلام کے ہاں ایک بچہ تولد ہوا، وہ آپ علیہ السلام کے پاس لایا گیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے گود میں لیا اور اس کے کان میں اذان دینے لگے کہ اچانک ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ بچہ کی روح اسی وقت پروانہ کر گئی، آپ علیہ السلام نے تیر اس کے حلق سے نکالا، خون سے چلو بھر اور اس کے سر پر ملتے ہوئے فرمایا: "یا اللہ! اگر تو نے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کر جس میں تیری رضا ہے اور میں تیری رضا پر راضی دشا کروں۔" اس طسرح بنو ہاشم اور اہمیت رسالت کے ۱۲ افراد نے دین حق کی عظمت کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں۔

حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کا سانحہ شہادت:

اب آپ علیہ السلام کی باری تھی چاروں طرف سے دشمنوں نے آپ علیہ السلام پر هجوم کیا، آپ علیہ السلام نے بھی تلوار چلائی شروع کی۔ پیدل ہی فوج پر حملہ کیا اور تنہا آپ علیہ السلام

کی ذات اقدس نے دشمنوں کے قدم اکھاڑ دیے۔ عبداللہ بن عمار جو کوئی فوج میں شامل تھا روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزہ سے حضرت حسین علیہ السلام پر حملہ کیا اور آپ علیہ السلام کے قریب پہنچ گیا۔ اگر چاہتا تو آپ کو قتل کر سکتا تھا مگر میں یہ سوچ کر پیچھے ہٹ گیا کہ یہ خون ناحق میں کیوں اپنے سروں، آپ علیہ السلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے مگر آپ علیہ السلام جس طرف بڑھ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے اور یہ دیکھ کر میں جنگ کرنے کی بجائے اس وقت یہ سوچنے لگا تھا کہ کیا حسین علیہ السلام کے علاوہ بھی اس دنیا میں کوئی ایسا شکتہ دل ہو سکتا ہے جس کا گھر کا گھر خود اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو گیا ہو، اور وہ اس طرح شجاعت اثبات قدمی اطمینان اور جرات و بہادری کے ساتھ دشمن پر حوصلہ شکن حملے کر سکتا ہو۔ حالت یہ تھی کہ آپ علیہ السلام کے تلوار چلانے کے وقت دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کو سخت پیاس لگی آپ علیہ السلام فرات کی جانب بڑھے کہ اچانک ایک تیر آیا اور آپ علیہ السلام کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے تیر کھینچ لیا اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے آپ علیہ السلام نے خون آسمان کی طرف اچھا لاد اور خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت زینب بنت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو یارائے ضبط نہ رہا، اور جوش محبت میں خیمہ سے باہر نکل آئیں اور فرمانے لگیں "کاش! آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے۔" یہ دیکھ کر حضرت امام علیہ السلام ان کو صبر و رضا کی تلقین کرنے کے لئے خیمہ کی طرف لوٹے تو شرمعلون اور اس کے ساتھیوں نے آپ سے تعرض کیا اور حضرت امام علیہ السلام نے یہ محسوس کیا کہ میرے خیمہ کے سلسلہ میں یہ برا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فوج کو تنبیہ کی، اگر تم میں دین نہیں ہے اور خدا کا خوف تم میں باقی نہیں رہا تو کم از کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو میرے خیمہ کو اپنے جابلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو۔ شمس اپنے اس نازیبا اقدام پر نادم ہوا اور کہا: "اچھا ایسا ہی کیا جائے گا۔"

آخری تنبیہ:

آپ علیہ السلام بہت دیر تک جنگ کرتے رہے دشمن کے سپاہی قسریب آتے تھے اور ہٹ جاتے تھے، کچھ تو آپ علیہ السلام کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے اور زیادہ تر اس لئے کہ ہر شخص اس محتاہ کو اپنے سر لینے سے گھبراتا تھا، شمر نے یہ حالت دیکھی تو چلایا، اب کیا سوچ رہے ہو،

کیوں نہیں قتل کر دیتے آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ”تم پر لعنت ہے، میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو، حالانکہ میرے بعد کسی انسان کے قتل پر بھی خدا اتنا ناراض نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر خدا تم سے ناراض ہوگا“ مگر اب وقت آچکا تھا، مردود و ملعون زرہ بن شریک تمبی نے آپ کے بائیں ہاتھ کو زخمی کر دیا، پھر شاہ تلوار ماری اور آپ لڑا کھرا گئے لوگ بیت سے پیچھے ہٹے مگر پھر آگے بڑھ کر بد بخت جہنمی و ملعون سنان بن اش نے نیزہ مارا آپ علیہ السلام زمین پر آ رہے، اس نے فوراً ایک پیدل سپاہی سے کہا، ”سر کاٹ لے۔“ وہ پکا مگر جرات نہ ہوئی تو بد بخت سنان نے کہا ”خدا تیرے ہاتھ شل کر دے۔“ پھر خود ہی جوش میں آ کر گھوڑے سے اترا، آپ کو ذبح کیا اور سرتن سے جدا کر لیا۔ تیروں کے زخموں کا تو کچھ شمار ہی نہ تھا، نسیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۳ گھاؤ تھے۔

شہادت کے بعد بد بخت رذیل و ذلیل کو فیوں نے حضرت امام علیہ السلام کے کپڑے تک بدن سے اتار لئے ابن زیاد کے حکم کے مطابق عمر نے اعلان کیا کہ حسین علیہ السلام کی لاش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالی جائے۔ چنانچہ دس آدمی جو دنیا کی بدترین مخلوق تھے گھوڑے دوڑاتے ہوئے آگے آئے اور جسم المہر کو روند ڈالا۔

خوشید امامت، شفق خون میں غروب ہو گیا بد بختوں نے اپنے ہاتھوں پختن پاک کی آخری نشانی خود مٹا دی، بنت رسول ﷺ کا بھرا گھر جو گیا، فائدان نبوت کے ایک ایک فرد کا جسم، خون شہادت سے لالہ زار ہو گیا اور اسی خون شہادت نے اسلام کے شنگ چمن کو میراب کیا سدا بہار بنایا اور قیامت تک کے لئے دنیا کو ایک پیغام دیا۔ ظالم کی اطاعت جرم ہے سر و سامان دنیوی سے بے نیاز ہو کر قلم کی مخالفت میں تلوار اٹھانی چاہیے یہاں تک کہ یا ظالم کی قوت فنا ہو جائے، قلم کی تار پکی کا فور ہو جائے اور حق و انصاف کے آفتاب کی کرنیں دنیا کے ہر گوشہ کو پر نور بنادیں یا حق کی حمایت میں خون شہادت سے لالہ زار ہو کر خدا کے سامنے حاضر ہوں کہ مجرموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے“ یہی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا خلاصہ ہے۔

شاہ است حسین علیہ السلام بادشاہ است حسین علیہ السلام

دین است حسین علیہ السلام دین پناہ است حسین علیہ السلام

سردارانہ واد دوست دوست یزید

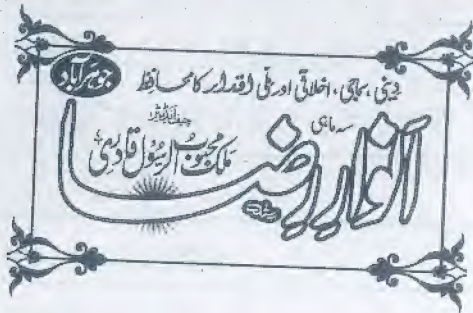
عقا کہ بنائے لا الہ است حسین علیہ السلام

۹

گفتار میں کردار میں

اللہ کی برہان

چلے حسین علیہ السلام جو طیبہ سے کربلا کی طرف
جہاں پہنچتے تھے کرتا تھا وہ مقام سلام



سید الشہداء
امام حسین نمبر
علاء اللہ علیہ السلام

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	موضوع
255	حب اہل بیت علیہم السلام..... مولانا محمد شفیع
263	فائدہ
265	امام عالی مقام علیہ السلام ریگوار کربلا میں..... محمد صادق ضیائی
265	حقاکہ بنائے لالہ است حسین علیہ السلام
275	کربلا کی معنوی تحقیق..... شہدائے کربلائے معلی..... علامہ عبدالحق عظیمی
279	عصر حاضر میں پیغام حسینی کی معنویت..... علامہ بنی علیسی
285	اقبال اور ذکر حسین علیہ السلام..... محمد شریف بقا
285	قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام قربانی حضرت امام حسین علیہ السلام
286	عزم، بہادری، بے خوفی
287	اسلامی تعلیمات، اسوۂ رسول ﷺ
289	حقیقی فرمانبردار
290	ایمان کی تازگی

سادات کا مخالف، منافق ہے

کتاب السیرہ میں بیان ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: ”ہم اہل بیت سے متقی مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کر سکتا اور بد بخت منافق کے سوا ہم سے کوئی بغض و عداوت نہیں رکھ سکتا۔“

حب اہل بیت علیہم السلام

مولانا محمد شفیع

شریعت مطہرہ نے ہر مسلمان پر حضور ﷺ پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی محبت اس کے تمام عزیز واقارب اور احباب سے زیادہ لازم کی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ ”میرے حبیب ﷺ فرما دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری عورتیں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہاری پسند کے مکان ان میں سے کوئی چیز بھی اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اتار دے۔ اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔“

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ ”مدینے والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جانیں پیاری سمجھیں۔“

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی محبت ماں باپ و اولاد، عزیز واقارب، دوست احباب، مال و دولت، مسکن وطن اور خود اپنی جان کی محبت سے زیادہ ضروری لازم ہے۔ اور اگر ماں باپ یا اولاد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ عقیدت و محبت نہ رکھتے ہوں تو ان سے دوستی رکھنا جائز نہیں۔ قرآن پاک میں اس مضمون کی متعدد آیتیں ہیں۔

جب معلوم ہو گیا کہ ایمان و نجات کا دار و مدار حضور سید عالم ﷺ کی محبت پر ہے تو جس مومن کے دل میں حضور ﷺ کی محبت ہوگی اس کے دل میں ہر اس چیز کی محبت ہوگی جس کا تعلق حضور رسول اکرم ﷺ سے ہوگا۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس سے محبت و تعلق رکھنے والی تمام چیزیں اس کو محبوب ہو جاتی ہیں۔ لہذا حضور سید عالم ﷺ سے محبت رکھنے والے آپ کی اولاد آپ کے اصحاب، آپ کے ارشادات و افعال، آپ کے وطن مبارک اور ہر

اس چیز کو جس کا روحانی یا جسمانی تعلق آپ سے ہے جان و دل سے محبوب رکھتے ہیں، کیونکہ ان کی محبت حضور ﷺ کی وجہ سے ہے تو گویا ان کی محبت عین رسول اللہ ﷺ کی محبت ہوئی اور جو بد محبت ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی بعض وعداوت رکھے یا ان کی توہین و بے ادبی کرے وہ ایمان سے محروم اور دشمن خدا و رسول ﷺ ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کی مجلسوں میں نہ جائیں بلکہ ان کے پاس تک بھی نہ بیٹھیں۔ آدمی اپنے اور اپنے ماں باپ کے دشمن کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور خوشی سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا تو دشمنان رسول ﷺ اور دشمنان اہلبیت و اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ بات چیت کیسے گوارا کر سکتا ہے۔

خوب یاد رکھو کہ اہل بیت کرام علیہم السلام و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت عین رسول پاک ﷺ کی محبت اور ان کی عداوت رسول پاک ﷺ کی عداوت ہے اس لئے مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے دل میں دونوں کی محبت رکھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اہل بیت علیہم السلام کے حق میں فرمایا کہ: "میرے اہل بیت علیہم السلام کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا، اس نے نجات پائی اور جو باہر رہا وہ غرق ہوا۔"

اسے غرقہ عتہا زطوفان غم مترس کشتی نوح عصمت آل محمد است اور صحابہ کرام علیہم السلام کی شان میں فرمایا: "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے راہ ہدایت پاؤ گے۔"

دیکھئے ایک حدیث میں اہل بیت کرام علیہم السلام کو کشتی کی مثل اور دوسری میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ستاروں کی مثل فرمایا، پس دریائے ایمان و عرفان بغیر رہنمائی نجوم طے نہیں ہو سکتا، کیونکہ شب تیرہ میں بغیر ہدایت انجم کشتی میں سوار ہونے والی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتے۔ پار وہی لگے ہیں جنہوں نے کشتی میں سوار ہونے کا شرف حاصل کیا اور ستاروں کو اپنا رہنما بنایا، یعنی دونوں کو حصول نجات کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا جنہوں نے صرف ستاروں کو رہنما بنایا اور کشتی میں سوار نہ ہوئے یا جو صرف کشتی میں سوار ہوئے اور ستاروں کی رہنمائی حاصل نہ کی ان میں سے کوئی بھی پار نہ لگا۔ یہی وجہ ہے نہ کوئی والی کامل خارجیوں میں ہوا اور نہ رافضیوں میں یہ شرف و کمال صرف اہل سنت و جماعت ہی کا حصہ ہے۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور نجم میں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ ﷺ کی کیونکہ اہل سنت کشتی محبت، اہل نبوت میں سوار ہو کر اور ستارہ محبت اصحاب نبوت سے روشنی حاصل کرتے ہوئے منزل مقصود کو پار ہے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا، اہل نبوت کی محبت بھی حضور ﷺ کی ہی محبت ہے اور حضور سید المرسلین ﷺ کی محبت مخلوق پر فرض ہے تو اہل بیت نبوت کی محبت بھی فرض ہوئی۔ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ اور حضور پر نور ﷺ اس پر ترغیب و تحریص فرمائیں تو معلوم ہوا کہ اہل بیت نبوت کی محبت سرمایہ ایمان اور رضائے خدا و حبیب خدا ﷺ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے محبوب! فرما دیجئے اے لوگو! میں تم سے اس (ہدایت و تبلیغ) کے بدلے کچھ اجرت وغیرہ نہیں مانگتا، ہوائے قرابت کی محبت کے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ کے قریبی لوگ کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے۔ فرمایا، علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ان کے دونوں صاحبزادے۔

(زرقاتی علی المصاب، درمنثور صواعق عرقہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! خدا تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ تمہارا رب ہے اور تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی وجہ سے اور میرے اہل بیت کو محبوب رکھو میری محبت کی وجہ سے۔ (ترمذی و مشکوٰۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور ان دونوں (حسین رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ) کے باپ (علی رضی اللہ عنہ) اور ان کی ماں (فاطمہ سلام اللہ علیہا) کو محبوب رکھا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھا۔ اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا۔ اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے

میں، حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام دونوں میرے بیٹے ہیں جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کیا اور جس نے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا، اللہ نے اس کو جہنم میں داخل کیا۔

(المصدر رک مام)

”ترمذی باب المناقب“ میں حضرت امام بن زید علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام دونوں کو لئے ہوئے فرما رہے تھے۔ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ میں ان کو محبوب رکھتا ہوں پس تو بھی ان کو محبوب رکھ اور اس کو بھی محبوب رکھ جو ان کو محبوب رکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کی گود میں دیکھا کہ وہ اپنی انگلیاں حضور ﷺ کی داڑھی مبارک میں ڈالتے تھے اور حضور ﷺ اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالتے اور فرماتے ”اے اللہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ۔“ (المصدر رک مام)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو دیکھا تو فرمایا: ”اے اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں پس تو بھی ان دونوں کو محبوب رکھ۔“

حضرت یحییٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں جس نے حسین علیہ السلام کو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا۔ مندرجہ بالا دونوں حدیثیں ”ترمذی شریف“ میں موجود ہیں۔

”شفا شریف“ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: معرفت آل محمد ﷺ دوزخ سے نجات کا باعث ہے اور محبت آل محمد ﷺ جہنم کا باعث ہے اور جنت آل محمد ﷺ جہنم کا باعث ہے اور دوزخ آل محمد ﷺ جہنم کا باعث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی محبت ممتنا ہوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز حضور ﷺ

کو دیکھا، آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصوپر سوار تھے اور فرما رہے تھے۔ ”اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ چیز اللہ کی کتاب اور میری عمرت اہل بیت ہے۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس کسی نے بھی ہمارے اہل بیت سے بغض رکھا، اللہ نے اس کو جہنم میں داخل کیا۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ اہل بیت نبوت کی سچی عقیدت و محبت سرمایہ ایمان اور ذریعہ نجات ہے اور ان سے بغض و عداوت بے ایمانی اور سبب ہلاکت ہے۔

عمر اسرار نبوت، افضل البشر بعد الانبیاء یا تحقیق امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں یوں نقل فرمایا ہے۔ خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھ کو اپنے اقربا سے حضور ﷺ کے اقربا محبوب تر ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام جو ابھی بچے ہی تھے تشریف لائے اور فرمایا، آؤ میرے نانا ﷺ کے منبر سے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ خدا کی قسم بلاشبہ یہ تمہارے جد امجد کا منبر ہے۔ پھر آپ نے ان کو پیار سے اٹھا کر گود میں بٹھالیا اور د پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، خدا کی قسم اس نے میرے کہنے سے یہ نہیں کہا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ سچے ہیں۔ مجھے آپ پر کوئی بدگمانی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب شہر مدائن فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ میں فرش چسپری بچھا کر اس پر مال غنیمت جمع کیا۔ سب سے پہلے حضرت حسن علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے امیر المؤمنین ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے ہمیں عطا کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یا لَبَّوْكَوْا وَالْكَرَامَةُ اور ایک ہزار درہم نذر کئے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے ان کو ہزار درہم دیے۔ پھر ان کے جانے کے فوراً بعد آپ رضی اللہ عنہ کے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو یا نوح سو درہم دیے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیر المؤمنین

ﷺ میں حضور سید عالم ﷺ کے عہد مبارک میں جوان تھا اور آپ کے حضور جہاد کرتا تھا اور حسین علیہ السلام اس وقت ابھی بچے تھے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے آپ نے ان کو ہزار ہزار اور مجھے پانچ سو درہم دیے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بیٹا پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسین علیہ السلام کو ہے۔ پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کے باپ علی مرتضیٰ علیہ السلام، ماں فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا، نانا رسول خدا ﷺ، نانی خدیجۃ الکبریٰ علیہا، چچا جعفر طیار علیہ السلام، چھوٹی ام بانی، ماموں ابراہیم بن رسول اللہ، خالہ رقیہ علیہا، ام کلثوم علیہا، دختران پیغمبر خدا ﷺ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ اس واقعہ کی خبر حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کو پہنچی، انہوں نے فرمایا، میں نے حضور سید عالم ﷺ سے سنا ہے کہ حضرت عمر علیہ السلام اہل جنت کے چراغ ہیں۔ ان کے اس فرمان کی خبر حضرت عمر علیہ السلام کو پہنچی تو آپ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کے دروازے پر تشریف لے گئے۔ حضرت علی علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ حضرت عمر علیہ السلام نے کہا۔ اے علی علیہ السلام تم نے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ کو چراغ اہل جنت فرمایا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا، ہاں میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے۔ حضرت عمر علیہ السلام نے کہا، اے علی علیہ السلام یہ حدیث آپ اپنے ہاتھوں سے لکھ کر مجھے دیجئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے بسم اللہ شریف کے بعد لکھا کہ:

هَذَا مَا حَقَّقَ عَلَيَّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ بِعَمْرٍو
الْخُطَابُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ عَنْ جَبْرِئِلَ عَنِ
اللَّهِ تَعَالَى أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سِرَاجُ
أَهْلِ الْجَنَّةِ
یعنی یہ وہ بات ہے جس کے ضامن ہوئے علی بن ابی طالب علیہ السلام واسطے عمر بن خطاب علیہ السلام کے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان سے جبریل علیہ السلام نے، ان سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کہ عمر بن خطاب علیہ السلام اہل جنت کے چراغ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کا لکھا ہوا فرمان حضرت عمر علیہ السلام نے لے لیا اور اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ جب میری وفات ہو تو بعد غسل و تکفین یہ کاغذ میرے کفن میں رکھ دینا۔ جب آپ علیہ السلام شہید ہوئے تو وہ کاغذ حب وصیت آپ کے کفن میں رکھ دیا گیا۔

(فصل الخطاب، الریاض النضرہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی مذمت کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "افسوس تجھ پر کیا تو حضرت علی علیہ السلام کو نہیں پہنچاتا کہ وہ حضور سید عالم ﷺ کے چچا کے بیٹے ہیں اور حضور ﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، خدا کی قسم تو نے حضرت علی علیہ السلام کی مذمت کر کے ان کو ایذا پہنچائی ہے جو اس قبر میں آرام فرمائی۔ ان روایات سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اہل بیت کی توقیر کرنا اور ان کا محب ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے دونوں پاؤں سے اپنے کپڑے کے کونے پر خاک جھاڑی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے ابو ہریرہ یہ کیا کرتے ہو؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ حضور مجھے معاف رکھیے۔ واللہ جتنے آپ کے مراتب ہیں میں جانتا ہوں اگر لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو وہ آپ کو کندھوں پر اٹھائے پھریں۔ (انہار السعادت)

مورخین لکھتے ہیں کہ جب ہشام بن عبدالملک حج کو گیا تو طواف کرتے ہوئے حجر اسود کو چومنے کی بہت خوشش کی مگر کثرت ہجوم کی وجہ سے حجر اسود کو چومنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک منبر اس کے لئے رکھا اور وہ اس کے اوپر بیٹھ کر لوگوں کے طواف کرنے اور حجر اسود کو چومنے کا نظارہ کرنے لگا۔ اس وقت اس کے ساتھ اہل شام کی ایک جماعت تھی۔ اسی اثناء میں اچانک حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لے آئے اور طواف کرنے لگے۔ جب آپ حجر اسود کی طرف چلے تو لوگ فوراً خود بخود ہٹ گئے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے یہ آسانی حجر اسود کو بوسہ دیا۔ یہ دیکھ کر ایک شامی نے کہا یہ کون ہے؟ جس سے اس قدر لوگ ہیبت میں آ گئے ہیں۔ ہشام نے کہا میں تو اسے نہیں پہچانتا اور یہ اس نے اس ڈر سے کہا کہ کہیں اہل شام آپ کے معتقد نہ ہو جائیں۔ اس وقت وہاں ابو فراس فرزدق شاعر بھی موجود تھا۔ کہنے لگا خدا کی قسم میں ان کو جانتا ہوں۔ شامیوں نے کہا، اے ابو فراس یہ کون ہیں، تو فرزدق نے ایک طویل قصیدہ آپ کی شان میں لکھا۔ اس مختصر مضمون میں چند اشعار کا اردو ترجمہ قارئین آئینہ کے لئے پیش ہے۔ فرزدق نے یہ کہا کہ وہ۔

۱۔ وہ یہ ہے جس کو سرزمین مکہ و طائف اور بیت اللہ کے حل و حرم اس کے علوم و تربیت کی وجہ سے خوب جانتے اور پہنچاتے ہیں۔

۲۔ یہ اس کا فرزند ہے جو اللہ کے تمام بندوں سے بہتر ہے یہ خدا ترس پاک و صاف

اور نہایت بردباد ہے۔

۳۔ یہ حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کا فرزند ہے اگر تو نہیں جانتا تو حبان لے اور اسی کے جد امجد خاتم النبیین ﷺ ہیں۔

۴۔ اللہ نے ازل سے ہی ان کو شرف و کمال بخشا، اور بزرگ بنایا ہے، اور اس بات میں ان کے لئے لوح محفوظ میں قلم جل چکا ہے۔

۵۔ یہ ان میں سے ایک ہیں، جن کا ساری مخلوق پر احسان عظیم ہے اور انہیں کے سبب سے رنج و علم، افلاس اور قلم دور ہوا ہے۔

۶۔ کوئی بڑے سے بڑا سچی بھی استطاعت نہیں رکھتا کہ ان کی سخاوت کی انتہا کو پہنچ سکے اور نہ کوئی قوم اگرچہ وہ کتنی ہی بخش کرنے والی ہو۔

۷۔ ان کے دونوں ہاتھ سخاوت کی بارش اور محتاج کے مددگار ہیں جن کا فیض عام ہے ہمیشہ رہتے رہتے ہیں اور نہ ہونا بھی ان کے پیش ہی نہیں آیا۔

۸۔ انہوں نے کبھی (نہیں) تو کہا ہی نہیں۔ بجز تشہد کے کہ نفی شریک باری تعالیٰ ہے۔ اور اگر تشہد میں نہ ہوتا تو ان کا وہ بھی (ہاں) ہی ہوتا۔

۹۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے عروج کیا ہے، عزت کی ایسی بلندیوں پر کہ وہاں تک پہنچنے سے تمام عرب و عجم کے لوگ قاصر ہیں۔

۱۰۔ یہ اس پاکیزہ گروہ کا ایک فرد ہے جن کی محبت دین، جن کا بغض کفر اور جن کا قرب نجات اور پناہ میں آنا ہے۔

۱۱۔ اللہ کے ذکر کے بعد ہر کلام کی ابتدا اور انتہا میں ان مقدس لوگوں کا ذکر مقدم ہے۔

۱۲۔ تو حیرانہ کہنا ہے کہ یہ کون ہیں؟ اس کو ضرر پہنچانے والا نہیں کیونکہ جس کا تو نے انکار کیا ہے۔ اس کو عرب بھی جانتے ہیں اور عجم بھی۔

۱۳۔ جو اللہ کو پہنچاتا ہے۔ وہ ان کی بزرگی بھی جانتا ہے۔ دین حق انہیں کے گھر سے تمام جہان کو نصیب ہوا۔

۱۴۔ مخلوقات میں سے کون لوگ ہیں جن کی گردن میں اس کے اور اس کے بزرگوں کے احسانات و انعامات کے پار نہ ہوں۔

جب ہشام نے یہ سب کچھ سنا تو اس نے غضب ناک ہو کر فرزدق کے قید کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عثمان (یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کنواں ہے) میں فرزدق کو قید کر دیا گیا۔ حضرت

امام زین العابدین علیہ السلام نے بہ شفقت و محبت بارہ ہزار درہم فرزدق کو بھیجے تو اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیے کہ میں نے آپ کی تعریف اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کو راضی کرنے اور اپنے

گناہوں کے کفارہ کے لئے کی ہے۔ نہ کہ یہ امید عطا و انعام، امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا۔ فرزدق کہ اگر تو ہم اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو دوست رکھتا ہے تو اس کو واپس نہ کر بلکہ رکھ لے کیونکہ ہم اہل بیت نبوت ﷺ، جب کسی کو کوئی چیز بخش دیتے ہیں تو ہرگز واپس نہیں لیتے۔ چنانچہ

فرزدق نے وہ درہم قبول کر لئے۔ (کشف المحجوب، طبعہ الادبیات البعثیہ صفحہ ۱۱۳۹، الصواعق المحرقة صفحہ ۱۹۰)

شیخ ابوسعید مادری نے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ آپ تعظیم و توقیر اور احترام سادات میں نہایت مبالغہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دن ایسی ہی مجلس

میں چند بار تعظیماً کھڑے ہوئے اور سب اس کا ظاہر نہ ہوا۔ اہل مجلس نے سبب پوچھا تو فرمایا، ان لوگوں میں ایک لڑکا سید ہے جب اس کو دیکھتا ہوں تعظیم کو اٹھتا ہوں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تحفہ اختصار میں فرماتے ہیں کہ جو محبت و تکریم اور علم و طریقہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو حضرات آئمہ اہل بیت امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور زید بن علی بن حسین علیہم السلام سے حاصل ہے وہ بیان سے مستغنی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے والد

حضرت ثابت اپنے باپ کے ساتھ بچپن میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی زیارت کو گئے تھے۔ تو حضرت نے ان کے حق میں دعائے برکت اولاد فرمائی تھی بموجب اس دعا کے حضرت

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

إِنْ كَانَ رَفُضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلْيُشْهِدِ الثَّقَلَانِ آتِي رَافِضٍ

یعنی اگر آل محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ بے شک میں رافضی ہوں۔ (سیرت اشعاف ص ۲۲)

فائدہ:

حُب آل محمد مصطفیٰ ﷺ رفض نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں۔ حُب آل محمد مصطفیٰ ﷺ تو عین ایمان ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تبرکاً کرنا رفض

وگزار ہی اور بے دینی ہے۔

شیخ اکبر محمد بن الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ اہلیت کے ساتھ تم کسی مخلوق کو برابر نہ کرو کیونکہ اہلیت ہی اہلیت اہل بیادیت ہیں ان کی دشمنی انسان کے لئے خسران اور ان کی محبت والفت عبادت ہے۔ (نور البصائر ص ۱۲۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تحفہ اعطاء عشریہ میں فرماتے ہیں کہ تمام سلسلے صوفیائے اہل سنت کے طریقت میں آخر اہلیت پر فتنی ہوتے ہیں۔ لہذا یہ حضرات اہل بیت جمع فرق اہل سنت کے پیرو مشر ہیں اور جانا چاہیے کہ اہل سنت کے نزدیک پیرو مشر کی عظمت و وقعت کس مرتبہ پر ہے اور وہ پیروں سے کسی عقیدت و محبت رکھتے ہیں کہ ان کے بغض و اہانت کو ارتداد و طریقت جانتے ہیں تو انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ اس علاقے سے اہل سنت کو اہلیت نبوت سے کس قدر عقیدت و محبت ہوگی۔ لہذا بغض اہلیت کی نسبت اہل سنت کی طرف کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے اور یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی نور ظلمت اور آفتاب کو تاریک کہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ گمان کیسے کیا جاتا ہے کہ اہل سنت کو اہل بیت سے محبت نہیں۔ جبکہ یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزو ایمان ہے اور فاتحہ کی سلامتی اس محبت کے راسخ ہونے پر موقوف ہے۔ اہلیت کی محبت تو اہل سنت کا سرمایہ ہے مگر مخالفین اس حقیقت سے غافل اور اہلیت کی محبت متوسط سے جا مل ہیں۔ انہوں نے جانب افراط کو اختیار کیا اور افراط کے ماسوا کو تفریط خیال کر کے خسروج کا حکم لگا دیا اور سب کو غاری سمجھ لیا۔ یہ نہیں جانتے کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک حد وسط ہے جو مسرکز حق اور موطن صدق ہے جو اہل سنت کو نصیب ہوا ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعة رحمہ

(مکتوبات فرید مکتوب صفحہ ۳۶)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مشابہت ہے۔ ان سے یہود نے بغض کیا یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ پر زنا کی تہمت لگائی اور نصاریٰ ان کی محبت میں ایسے حد سے گزرے کہ ان کی خدائی کے معترف ہو گئے۔ جو خیار میرے حق میں دو گروہ ہلاک ہوں گے ایک زیادہ محبت کرنے والا جو مجھے میرے مرتبہ سے بڑھائے اور دوسرے جہاد کرے۔ دوسرا بغض رکھنے والا جو عداوت میں مجھ پر بہتان باورے گا۔ (امروہ ص ۵۶۵)

امام عالی مقام علیہ السلام ریگزارِ کربلا میں

محمد صادق ضیائی

حقا کہ بنائے لالا است حسین علیہ السلام:

یہ دنیا صدیوں سے حادثات کی آماجگاہ بنی رہی ہے یہاں روزانہ ہزاروں حادثے رونما ہوتے ہیں۔ ان حادثوں کے نقوش زیادہ دیر قائم نہیں رہتے، مگر کربلا کا سانحہ ایک ایسا عظیم سانحہ ہے کہ چودہ سو سال کی طویل مدت بھی اس کے نقوش کو نہیں مٹا سکی۔ دنیا کے بڑے بڑے علما، فلسفی، محقق اور مجتہد اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ اس سانحہ عظیم کی یاد ہمیشہ اسلامی تاریخ کا زندہ جاوید کارنامہ بن کر قائم رہے گی اور جب تک نسل انسانی کا وجود اس کرہ ارض پر موجود ہے امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام کی قربانی کی یاد تازہ ہوتی رہے گی۔

یوں تو حق و باطل کی جنگ ہر دور میں لڑی گئی ہے لیکن مختلف زمانوں میں نیکی اور بدی کی قوتوں میں جتنے بھی ٹکراؤ ہوئے ان کی نوعیت معرکہ کربلا سے بالکل مختلف اور جدا ہے کیونکہ معرکہ کربلا خالصتاً ایک ایسا معرکہ تھا جس کا مقصد دنیا سے ظالم و جابر اقتدار کو ختم کر کے سچائی کو بہر طور زندہ رکھنا تھا۔

اگر واقعات کربلا کا ایک نظر عمیق سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نیکی، روشنی اور سچائی کی خاطر ریگزارِ کربلا میں سر مقدس ٹٹایا تاکہ دین اسلام کی عظمت قائم و دائم رہے اور پیغمبر اسلام رحمت اللعالمین ﷺ نے انسانیت کی جو شمع روشن کی تھی وہ بجھنے نہ پائے بلکہ ہمیشہ فروزاں رہے۔

بڑے اپنے باپ معاویہ کے بعد مدد خلافت پر بیٹھا اور اس نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق حسین بن علی علیہ السلام سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا، چونکہ کوفہ میں حضرت حسین علیہ السلام کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس لئے انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو متعدد خطوط لکھے، جن میں یہ یقین دلایا کہ وہ بہر صورت آپ ﷺ کے ساتھ ہیں اور ان کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ کوفہ والوں کی طرف سے بار بار کوفہ آنے کی دعوت پا کر آپ ﷺ نے اپنے

چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل علیہ السلام کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے روانہ کر دیا۔

کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کے ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے بیعت کر لی تو انہوں نے حضرت حسین علیہ السلام کو کوفہ آنے کے لئے لکھا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام مسلم بن عقیل علیہ السلام کے لکھنے کے مطابق سفر کوفہ کے لئے تیار ہو گئے۔

آپ علیہ السلام کے دوستوں اور رشتہ داروں کو جب آپ علیہ السلام کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔

”کیا آپ علیہ السلام ایسے لوگوں میں جانا پسند فرما رہے ہیں جو دھوکہ باز ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آپ علیہ السلام کو بلا کسی خطرے میں ڈال دیں۔“

عرض حضرت امام حسین علیہ السلام کے دوستوں نے بڑی کوشش کی کہ آپ علیہ السلام کوفہ نہ جائیں، مگر آپ علیہ السلام اپنے ارادے پر قائم رہے۔ جب آپ علیہ السلام روانہ ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پھر کہا۔

”اے ابن عم! عراق والے استہابی مکار اور دھوکے باز ہیں، خدا را آپ علیہ السلام ان کے پاس نہ جائیں بلکہ یہیں قیام رکھیں۔ اہل کوفہ پر اعتماد کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔“

ان کی بات سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ”اے ابن عم اب میں ارادہ کر چکا ہوں۔“

اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

”اگر آپ علیہ السلام جانا ہی چاہتے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو اپنے ہمراہ نہ لے جائیے۔“

عرض بہت سے لوگوں نے آپ علیہ السلام کو کوفہ جانے سے روکا، مگر آپ علیہ السلام اپنے ارادے پر قائم رہ کر مکہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے مقام ”اصفاہ“ پر آپ علیہ السلام کی ملاقات فرزدق نامی شاعر سے ہوئی۔

اس شاعر نے حضرت امام عالی مقام علیہ السلام سے کہا:

”حضور کوفہ والوں کے دل تو آپ علیہ السلام کے ساتھ ہیں، مگر تمہاری بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔“

یہ سن کر آپ علیہ السلام نے کہا:

”تم ٹھیک کہتے ہو، مگر اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔“

یہ کہہ کر آپ علیہ السلام آگے چلے اور جب ”زدرہ“ کے مقام پر پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا اور اہل کوفہ خاموشی سے دیکھتے رہے آپ علیہ السلام نے حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کے قتل کی خبر سنی تو آپ علیہ السلام کو بڑا دکھ پہنچا۔ آپ علیہ السلام کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ اب بھی وقت ہے کہ ہم واپس لوٹ چلیں اور اہل کوفہ کے مکر و فریب کا شکار نہ ہوں۔“

آپ علیہ السلام ابھی اس تجویز پر غور ہی کر رہے تھے کہ مسلم بن عقیل علیہ السلام کے عزیز پکار اُٹھے:

”خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہ جائیں گے، بلکہ ہم انتقام لیں گے۔“

آپ علیہ السلام نے ان کی پکار سن کر کہا: ”بے شک عقیل علیہ السلام کے بعد زندگی میں کوئی لطف نہیں۔“

آپ علیہ السلام جب قادسیہ سے کچھ آگے بڑھے تو حر بن یزید ایک ہزار فوج لے کر ساتھ ہو گیا۔ اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہے اور جب تک انہیں عبید اللہ بن زیاد تک نہ پہنچا دے نہ چھوڑے، چنانچہ آپ علیہ السلام نے حر کے فوجیوں کے سامنے ایک خطبہ دیا:

”اے لوگو! میں خود بخود یہاں نہیں آیا، بلکہ مجھے تمہارے بے شمار ظُور پہنچے اور مجھے بار بار دعوت دی گئی کہ میں یہاں آؤں۔ اگر تم میری آمد پر ناخوش ہو تو میں واپس جانے کے لئے تیار ہوں۔“

حر کے ساتھیوں میں سے کسی نے بھی آپ علیہ السلام کی باتوں کا جواب نہ دیا۔ چنانچہ ظہر کے بعد عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حر اور اس کے ساتھیوں نے امام عالی مقام علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ علیہ السلام نے پھر ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! ہم اہل بیت تمام دعا ویدروں سے زیادہ حکومت کے متحق ہیں لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرتے ہو تو ہم واپس جانے کے لئے تیار ہیں۔“

حر اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم کو صرف یہی حکم ملا ہے کہ ہم حر اور آپ علیہ السلام کو عبیدہ بن زیاد کے پاس پہنچائیں۔ حضرت حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ”یہ بات موت

سے پہلے ممکن نہیں۔

چنانچہ آپ علیہ السلام جب روانہ ہونے لگے تو حرا اور اس کی فوج نے آپ علیہ السلام کا راستہ روک لیا۔ آپ علیہ السلام نے حرا سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو حرا نے کہا: میں آپ علیہ السلام کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ اب بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے حرا نے کہا: مجھے آپ علیہ السلام سے جنگ کرنے کا حکم نہیں ملا مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ علیہ السلام کے ہمراہ رہوں۔ اگر آپ علیہ السلام اس بات کو پسند نہیں کرتے تو ایسے راستے کا سفر اختیار کیجئے جو نہ کوفہ کو جاتا ہو نہ مدینہ کو۔ اور آپ علیہ السلام ابن زیاد کو خط لکھیں ہو سکتا ہے اسی طرح کوئی بات بن جائے۔ راستے میں مختلف مقامات پر آپ علیہ السلام نے لوگوں کو مخاطب کیا۔ ان خطبات کو سن کر اکثر لوگوں کے دل دہل گئے۔ زیر بن ائین نے کہا:

”اے فرزند رسول اللہ ﷺ خدا آپ کے ساتھ ہو۔ اگر دنیا ہمیشہ رہنے والی ہو تب بھی ہم آپ کی حمایت کی خاطر اس جدائی کو گوارا کرنے کو تیار ہیں۔“

زیر بن زیاد آپ علیہ السلام کو بار بار جنگ کے خطرات سے ڈراتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر آپ علیہ السلام جنگ کریں گے تو ضرور قتل کر دیے جائیں گے۔

آخر آپ علیہ السلام نے غصہ سے فرمایا: ”کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ یاد رکھ میں وہی ہوں گا جو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دمکی کے جواب میں کہا تھا کہ مرد کے لئے موت ذلت نہیں ہے جبکہ اس کا مقصد نیک ہو اور وہ اسلام کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو۔“

آپ علیہ السلام نے قیس بن مسہر کو قاصد بنا کر بھیجا تھا جسے عبید اللہ بن زیاد نے قتل کر ڈالا تھا مگر آپ علیہ السلام کو قیس کے قتل کی خبر نہ ملی تھی۔ جب کچھ لوگوں نے آپ علیہ السلام کو قیس کے قتل کی خبر سنائی تو آپ علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ طرماع بن عدی نے اس موقع پر کہا: اے فرزند رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں آپ علیہ السلام بالکل تنہا ہیں آپ علیہ السلام کا کوئی ناٹھی نہیں۔ میں آپ علیہ السلام کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اب اور آگے نہ بڑھئے۔ آپ علیہ السلام میرے ساتھ چلتے۔ میں آپ علیہ السلام کو ”ابا“ کی پہاڑی میں اتار دوں گا، جہاں چند روز میں میں ہزار جاٹاں آپ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے اور کوئی آپ علیہ السلام کی طرف

آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے گا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمہیں جو اے خیر دے ہمارے اور ان کے درمیان ایک عہد ہو چکا ہے اس لئے ہم ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹیں گے۔“

موت آپ علیہ السلام کے سر پر منڈلا رہی تھی آپ علیہ السلام کو اپنی شہادت کا پورا پورا یقین ہو چکا تھا۔ ”قتال“ نامی مقام پر آپ علیہ السلام پر اچانک غنودگی طاری ہو گئی اور آپ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا، ایک سوار کہتا ہوا چل رہا ہے کہ ”لوگ چلتے ہیں موت ان کے ساتھ چلتی ہے۔“

آپ علیہ السلام جب خواب سے بیدار ہوئے تو فرمایا: ”بے شک ہم حق پر ہیں اس لئے ہمیں موت کی کوئی پروا نہیں۔“

صبح کے وقت آپ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو ادھر ادھر پھیلا نا چاہا، مگر حرا نے آپ علیہ السلام کو ایسا نہ کرنے دیا۔ آخر کوفہ کی جانب سے ایک سوار آیا جس نے حرا کو سلام کر کے اسے ابن زیاد کا خط پیش کیا۔ جس میں تحریر تھا: ”حضرت حسین علیہ السلام کو کہیں قیام نہ کرنے دو آپ علیہ السلام کھلے میدان کے علاوہ کہیں اترنے نہ پائیں۔ کسی قلعہ یا سرسبز مقام میں ہڑاؤ نہ کر سکیں۔ میرا یہ قاصد تمہارے ہمراہ رہ کر دیکھے گا کہ تم کہاں تک میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو۔“ حرا نے اس خط سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آگاہ کیا، اور کہا کہ میں آپ علیہ السلام کو کسی بے آب و گیاہ میدان میں اترنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔

زیر بن ائین نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ وہ فرات کے کنارے گاؤں میں قلعہ بند ہو جائیں۔ آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا۔ اس گاؤں کا نام کیا ہے۔ زیر بن ائین نے بتایا کہ اس کا نام ”عقرا“ ہے۔ یعنی (کاٹایا بے ثمر) یہ سن کر آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”عقرا“ سے خدا کی پناہ۔

دوسرے روز عمر بن سعد کوفہ سے چار ہزار فوج لے آیا۔ اس نے آتے ہی آپ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ علیہ السلام کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے جواب فرمودہ دیا تھا وہی سعد کو دیا۔ عمر بن سعد دل سے یہ چاہتا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے مدد بخیر نہ ہو اس لئے وہ اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ چنانچہ اس نے عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھ دیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ حسین علیہ السلام سے جیسے بھی ہو یہ بن معاویہ کی

بیعت لو حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو پانی کا قطرہ تک بھی پہنچنے نہ پائے۔

اس حکم کے مطابق عمر بن سعد نے مجبوراً سپاہیوں کو گھٹا پرنج دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہما کو بھیجا، ان کے ہمراہ تیس سوار اور بیس پیدل تھے جب یہ پانی لینے پہنچے تو عمر بن الحجاج نے انہیں روکا، مقابلہ ہوا اور آپ پانی کی میں خشکیں بھرا لائے۔

شام کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات رات گئے تک جاری رہی۔ چنانچہ عمر بن سعد نے پھر یزید کو خط لکھا۔ ابن زیاد نے خط پڑھا تو حضرت حسین علیہ السلام کی شرطیں منظور کر لیں، مگر شرد ذی الجوش نے مخالفت کرتے ہوئے کہا اگر حسین علیہ السلام بغیر اطاعت کئے چلے گئے تو کوئی بڑی بات نہیں کہ قوت حاصل کر لیں۔ بہتر یہی ہے کہ انہیں نکلنے نہ دیا جائے۔ ابن زیاد نے شمر کا یہ مشورہ قبول کرتے ہوئے خود شمر کو خط دے کر بھیجا کہ اگر حضرت حسین علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے خود کو ہمارے حوالے کر دیں تو جنگ نہ لڑی جائے اور انہیں میرے پاس بھیج دیا جائے اور اگر انہیں یہ بات منظور نہ ہو تو پھر جنگ ہی فیصلہ کرے گی اور شمر سے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر عمر بن سعد میرے حکم پر عمل نہ کرے تو اسے ہمارا خود فوج کی کمان کرنا اور حسین علیہ السلام کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔

شر ذی الجوش کی پھوپھی ام المومنین بنت خرام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور حضرت عباس عبد اللہ جعفر، اور عثمان ان کے بطن سے تھے جو کہ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ اس نے ابن زیاد سے درخواست کی تھی کہ اس کے عزیزوں کو امان دی جائے جسے اس نے مان لیا تھا۔ چنانچہ اس نے اس معرکہ میں ان چاروں صاحبزادوں کو بلا کر کہا۔ میں نے تمہارے لئے امان حاصل کر لی ہے۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ جب فرزند رسول ﷺ کے لئے امان نہیں تو ہمیں اس سے کیا؟

نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے لشکر کو حرکت دی۔ حضرت عباس علیہ السلام بھی ہیں سواروں کو لئے سامنے آئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حامیوں میں سے حبیب بن مظاہر نے کہا: ”خدا کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہیں جو اس کے پاس ایسی حالت میں پہنچیں، جب کہ ان کی آستینوں سے اس کے نبی ﷺ کی اولاد اور کوفہ کے تہجد گزار عابدوں کا لہو نپک

ابن سعد کی فوج سے عروہ بن قیس نے جواب میں کہا: ”شاباش خوب اپنی عظمت و برتری بیان کر دو۔“

زبیر بن العتین نے کہا: ”اے عروہ خدا سے ڈر اور ان مصوموں کے قتل میں مدد نہ کر۔“

عروہ نے جواب دیا: ”کیا آج سے پہلے تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامی نہ تھے؟“

زبیر نے جواب دیا۔

”میں نے بے شک حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوئی خط نہیں لکھا، لیکن اب جب کہ ہم اکٹھے ہیں، میں آپ علیہ السلام ہی کی حمایتوں کو دین کی حمایت سمجھتا ہوں۔“

رات کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا، اور فرمایا:

”لوگو! میں سمجھتا ہوں کہ کل میرا اور ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ میری رائے میں تم سب یہاں

سے چلے جاؤ۔ میں تمہیں بخوشی رخصت کرتا ہوں۔ یہ لوگ صرف میری جان کے درپے ہیں۔ اس

لئے میں تمہیں بخوشی واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔“

آپ علیہ السلام کا یہ خطبہ سن کر آپ علیہ السلام کے اہل بیت رنجیدہ ہوئے اور انہوں

نے کہا۔

”خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے کہ ہم آپ علیہ السلام کے بعد زندہ رہیں، بخدا ہم آپ پر

اپنی جان، مال، آل اولاد سب کچھ قربان کر ڈالیں گے۔“

حضرت حسین علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں نے ساری رات عبادت میں

گزاری۔ صبح دسویں عرم کے روز نماز فجر کے بعد عمر بن سعد نے اپنی فوج کو آپ علیہ السلام کی

جانب بڑھایا۔ آپ علیہ السلام نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں درست کیں۔ آپ علیہ السلام کے

ساتھ کل ۳۲ سوار اور ۴۰ پیدل یعنی کل ۷۲ آدمی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے علم اپنے بھائی عباس بن

علی رضی اللہ عنہما کے سپرد کیا۔ خیمے کے پیچھے خندقیں کھود کر اس میں بہت سا ایندھن ڈال کر آگ روشن

کر دی گئی تاکہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

مخالفت فوج سے شمر بن ذی الجوش اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور آپ علیہ السلام کے

خیموں کے گرد چکر کاٹ کر بولا: ”اے حسین علیہ السلام! قیامت سے پہلے ہی تو نے آگ قبول کر

لی۔“

حضرت امام عالی مقام علیہ السلام نے جواب دیا:

”اے چرواہے کے لڑکے تو ی آگ کا زیادہ حقدار ہے۔“

جب دشمن کا لشکر قریب آگیا تو آپ علیہ السلام اونٹنی پر سوار ہوئے۔ قرآن پاک سامنے رکھا اور دشمن کی فوج کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا:

”لوگو! جملت نہ کرو، مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنے یہاں آنے کی وجہ بیان کر لینے دو، اور اگر تم میری مخالفت سے باز آ جاؤ تو یہ تمہاری خوش نصیبی ہوگی۔ اور اگر تم مجھے ہمت دیے بغیر مجھ پر ٹوٹ پڑو گے تو میرا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہوگا، جو کہ تمام نیکو کاروں کا مددگار ہے۔“

آپ علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر اہل بیت کے خیموں سے آہ لگائی صدائیں آنے لگیں۔ آپ علیہ السلام نے ان کی تسلی کی کہ اپنے بھائی عباس علیہ السلام اور اپنے فرزند علی علیہ السلام کو بچھا اور پھر تقریر شروع کی۔

اے لوگو! ”میرا حسب نسب یاد کرو، غور کرو میں کون ہوں، کیا تمہارے لئے میرا قتل اجب ہے، کیا میں تمہارے نبی علیہ السلام کی لڑائی کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول میں سنا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا تھا (کہ ہم جنت کے عمروں کے سردار ہیں) کھو آ خر میرا قصور کیا ہے؟“

آپ علیہ السلام کی ان باتوں کا کسی نے جواب نہ دیا۔ ابن سعد نے جب اپنی فوج کو راگے بڑھایا تو عمر بن یزید نے کہا۔ ”کیا آپ اس شخص سے لڑائی کریں گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا بیٹا ہے۔“ سعد نے اپنی مجبوری ظاہر کی۔ جس پر عمر نے حضرت حسین علیہ السلام کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ مہاجرین اوس نے پوچھا کیا تم حضرت حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہونا چاہتے ہو؟ عمر نے نجیدگی سے جواب دیا۔

”میں تو جنت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ بخدا میں نے جنت کا انتخاب کر لیا ہے چاہے مجھے ٹھوے ٹھوے لگے کر دیا جائے۔“

عمر نے یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑی لگائی اور حضرت حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ پہنچا، پھر بڑی عاجزی سے کہا۔ ”اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہی وہ بد بخت ہوں جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس جانے سے روک رکھا واللہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ ایسا کریں گے تو میں رگز اس حرکت کا مرتکب نہ ہوتا۔ میں اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں

پر نثار ہونے کی اجازت چاہتا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟“

حضرت حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ”ہاں تمہاری توبہ خدا قبول کرے گا۔“

سب سے پہلے عمر بن سعد نے اپنی کمان اٹھائی اور لشکر حسین علیہ السلام کی طرف تیر پھینکا۔ اب باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی دونوں طرف سے ایک ایک دو، دو جوان مقابلے کے لئے نکلتے رہے فوج یزید سے جو بھی مقابلہ پر آتا، مارا جاتا۔ آخر عمر بن سعد نے عام حملے کا حکم دیا۔ اب فوج یزید، حضرت حسین علیہ السلام کی مختصر جمعیت پر تار تار توڑ حملے کرنے لگی تھی۔ اس معرکہ میں عمر کا گھوڑا زخمی ہو گیا۔ لیکن وہ شیر کی طرح لڑتے رہے۔ دشمن نے ایک دو مرتبہ خیموں کے عقب سے حملہ کرنا چاہا، مگر منہ کی کھائی۔ زبیر بن العقیں شمر پر زبردست حملے کر رہے تھے۔ لیکن پھر دشمن کی کثیر فوج نے انہیں گھیرے میں ڈال لیا۔ حسینی فوج کے بہت سے لوگ قتل ہو چکے تھے۔ سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی شہید ہو گئے تھے۔ اب خسرو بن یزید دشمنوں کی صفوں میں گھس کر انہیں قتل کر رہے تھے۔ وہ بلند آواز میں شعر پڑھ رہے تھے، جن کا مطلب یہ تھا: ”میں نے حلف اٹھایا ہے کہ پیچھے نہ ہوں گا اور دشمنوں کا صفایا کرتا ہوا آگے بڑھتا ہوا شہید ہو جاؤں گا۔“

آخر عمر زخمی ہو کر گرے اور شہید ہو گئے۔ حضرت حسین علیہ السلام کے تقریباً تمام ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہو چکے تھے۔ اب بنی ہاشم اور فاطمہ ان نبوت کے لوگ رہ گئے تھے۔ چنانچہ اب آپ علیہ السلام کے صاحبزادے علی اکبر علیہ السلام میدان میں آئے اور انہوں نے دشمنوں پر زبردست حملہ کیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آخر ایک خوبصورت جوان میدان میں آیا۔ وہ شیر کی طرح گرجتا ہوا دشمنوں پر ٹوٹ پڑا۔ عمر بن سعد نے اس کے سر پر تلوار مار دی، نو جوان زمین پر گر کر توپنے لگا۔ حضرت حسین علیہ السلام قاتل پر چھپے۔ آپ علیہ السلام کے وارے قاتل کا بازو کٹ کر گر پڑا۔ حضرت حسین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ یہ لڑاکا کون ہے تو آپ علیہ السلام نے بتایا، قاسم بن علی بن ابی طالب۔

اسی اثنا میں آپ علیہ السلام کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپ علیہ السلام کے پاس لایا گیا آپ علیہ السلام نے اسے گود میں اٹھایا اور ابھی کان میں اذان دینے لگے تھے کہ ایک تیسرا آیا اور اس نو مولود کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ بچہ تڑپ کر وہیں سرد ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے تیر کھینچ کر گلے سے نکالا خون سے پلو بھرا اور بچے کے جسم پر مل کر فرمایا: ”تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی

اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے۔

اب حضرت حسین علیہ السلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ اور آپ علیہ السلام تنہا ایک زار کر بلا میں دشمنوں کے ٹڈی دل لشکر سے نبرد آزما تھے۔ آپ علیہ السلام پیاس کی شدت سے ٹڈال ہو رہے تھے کہ اچانک ایک تیرا کر آپ علیہ السلام کے طلق میں چوست ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے تیر کو بھیج کر نکالا۔ دونوں چلو خون سے بھرے اور یہ خون آسمان کی طرف اچھالتے ہوئے فرمایا: ”مردردگار عالم! میرا لگہ تجھ سے ہی ہے۔ دیکھ یہ لوگ تیرے رسول ﷺ کے نواسے سے کیا سلوک کر رہے ہیں۔“

اسی زحیٰ حالت میں جب آپ علیہ السلام اپنے خیمہ کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اس کے ساتھیوں نے پیچھا کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”اگر تم لوگ دین کو سامنے نہیں رکھتے تو دنیاوی شرافت کو سامنے رکھو اور میرے خیمے سے دور رہو۔“

شمر نے جواب دیا: ”آپ علیہ السلام کا خیمہ محفوظ رہے گا۔“ دشمن اگر چاہتے تو فوراً حضرت حسین علیہ السلام کا سرتن سے جدا کر سکتے تھے، مگر کوئی بھی شخص اتنے بڑے گناہ کو اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوش نے کہا۔ اب انتظار کس بات کا کر رہے ہو۔

آگے بڑھو اور حسین علیہ السلام کا سرتن سے جدا کر دو۔ چنانچہ زہد بن شریک تمبی نے آپ علیہ السلام کے دست مبارک کو زخمی کیا اور آپ علیہ السلام کے شانے پر تلوار ماری، آپ علیہ السلام لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گئے۔ ننان بن انس خثی نے آگے بڑھ کر نیزے کا وار کیا تو آپ علیہ السلام زمین پر گر پڑے۔ پھر اس نے ایک شخص سے کہا: ”آگے بڑھو اور سرتن سے جدا کر دو۔“ وہ شخص آگے بڑھا، مگر اس کی جرات نہ ہوئی۔ ننان بن انس خثی غصے سے دانت پیٹتا ہوا آگے بڑھا اور آپ علیہ السلام کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام کی نعش مبارک کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندنا گیا۔ پھر حضرت حسین علیہ السلام کے بہتر ساتھیوں کے سر کاٹ کر عبید اللہ بن زید کے پاس بھیج دیے گئے۔

چوں گذر نظیری خویش کفن بہ حشر

فلک فصال کنند کہ ایں داد خواہ کسیت

کر بلا کی معنوی تحقیق۔۔۔۔۔ شہدائے کر بلا معلیٰ

علامہ عبدالحق ظفر چشتی

مجاہدین اہل بیت رضی اللہ عنہم جو کر بلا میں شہید ہوئے:

- ☆ حضرت سیدنا امام عالی مقام سید شہاب اہل الجنتہ سید الشہداء حسین بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔
- ☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام (حضرت کے حقیقی بھتیجے)
- ☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام (عم زاد امام حسین علیہ السلام)
- ☆ حضرت سیدنا جعفر بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام (عم زاد امام حسین علیہ السلام)
- ☆ حضرت سیدنا محمد بن سعد بن عقیل علیہ السلام (برادر زادہ)
- ☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسلم بن عقیل علیہ السلام (برادر زادہ)
- ☆ حضرت سیدنا محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب علیہ السلام (خواہر زادہ)
- ☆ حضرت سیدنا عون بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب علیہ السلام (خواہر زادہ)
- ☆ حضرت سیدنا ابوبکر بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (برادر زادہ حقیقی)
- ☆ حضرت سیدنا عمرو بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (برادر زادہ حقیقی)
- ☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (برادر زادہ حقیقی)
- ☆ حضرت سیدنا قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (برادر زادہ حقیقی)
- ☆ حضرت سیدنا محمد بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (علاقہ برادران)
- ☆ حضرت سیدنا عثمان بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (علاقہ برادران)
- ☆ حضرت سیدنا عثمان بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (علاقہ برادران)
- ☆ حضرت سیدنا جعفر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (علاقہ برادران)
- ☆ حضرت سیدنا عباس بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (علاقہ برادران)
- ☆ حضرت سیدنا علی اکبر بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (صاحبزادہ امام علیہ السلام)
- ☆ حضرت سیدنا علی اصغر بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (صاحبزادہ امام علیہ السلام)

- ☆ حضرت میدنا فیروز مولیٰ بن حضرت امام حسین علیہ السلام (ساجزادہ امام علیہ السلام)
- ☆ حضرت سیدنا سعد بن حارث مولیٰ بن حضرت علی علیہ السلام (ساجزادہ امام علیہ السلام)

جان نثاران اہل بیت علیہم السلام جو میدان کربلا میں شہید ہوئے:

- ☆ حضرت زبیر بن حسان محمدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت سعد بن حنظلہ مخیمی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت بریر بن خضیر ہمدانی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت وہب بن عبد اللہ کلی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عمرو بن خالد صیدادی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت حلاس بن عمر مکی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عبد اللہ بن عمیر کلی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عمیر بن عبد اللہ منذرجی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت حماد بن انس محمدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت وقاص بن مالک احمدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت شریح بن عبید مکی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت مسلم بن عویضہ اسدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت نافع بن مالک جملی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت قرۃ بن ابی قرۃ غفاری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت قیس بن منبج مدنی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت ہاشم بن عقبہ مکی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت بشر بن عمرو حضرمی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت نعیم بن عجلان انصاری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت زبیر بن القین رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت انس بن حارث اسدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت حبیب بن مظاہر اسدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت قیس بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ

- ☆ حضرت عبد اللہ بن عروہ بن صراق غفاری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عبد الرحمن بن عروہ بن صراق غفاری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت جون بن جوی بن قنادر مولیٰ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت شعیب بن عبد اللہ مہشلی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت قاسط بن ذبیر بن حارث تعلبی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت کردوس بن عقیق تعلبی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت کنانہ بن عقیق تعلبی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت ضرغامہ بن مالک تعلبی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عمرو بن ضعیفہ صہبی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت یزید بن عقیط العبدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت جوی بن مالک قیس تہمی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عبد اللہ بن مشبث قیسی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عامر بن مسلم عبدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عبد اللہ بن مشبث قیسی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت قعب بن عمر نمری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت سالم غلام آزاد عامر بن مسلم رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت سیف بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت زبیر بن بشیر مخیمی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت یزید بن معقل جعفی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت حجاج بن مسروق موذن لشکر اسلام رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت مسعود بن حجاج تہمی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت مخمخ بن سہم بن عبد اللہ عادی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عمار بن حسان طائی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت جنادہ بن حارث سلمانی اسدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت جندب بن جمیر بن کندی رضی اللہ عنہ

عصر حاضر میں پیغام حسینی کی معنویت

غلام نبی علیہ السلام

۶ھ مطابق ستمبر ۶۸۱ء کو اسلامی حکومت کی باگ ڈور یزید پلید کے ہاتھ میں آتی ہے اسلامی اقدار و روایات کا دن داڑے خون ہونے لگا، خلافت مملکت میں ڈھلنے لگی، شہری آزادیوں پر پابندیاں عائد ہونے لگیں، زبانوں پر پہرے بٹھائے جانے لگے، حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا جانے لگا، رشتوں کا تقدس مجروح ہونے لگا، شریعت تابع فسرمان شاہی ہونے لگی، شریعت محمدی میں یہ ظل اندازی اور خرافات کی آمیزش امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایک آنکھ نہ بھاتی اور یزید اپنی تمام تر خرافات و خواہشات کو شریعت کا لبادہ دینے پر تلا ہوا تھا اور اسی پر بس نہیں، بلکہ مظلوم کربلا امام حسین علیہ السلام سے بیعت کی شکل میں ان فواش و منکرات کی تائید و توثیق بھی چاہتا تھا، جس کے لئے اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے رفقا کو مظالم کا نشانہ بنانے میں اپنے اقتدار کی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں، لیکن تاریخ دعوت و عزیمت کے امام نے نااہل حکومت و قیادت کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے، بھلا آغوش نبوت میں پرورش پانے والے حسین علیہ السلام سے یہ کب ممکن تھا کہ وہ اپنے نانا جان کی شریعت کو طبیعت سے بدلنے والے کی تائید و حمایت کرتے، یزید کی ہزار ریشہ دوانیوں کے باوجود حضرت امام حسین علیہ السلام صبر و عزیمت کے کوہ ہمالہ بن کر اپنی اور اپنے عزیز و اقارب کی قربانی پیش کر کے دین محمدی کو صبح قیامت تک تحریف و تغیر سے بچالیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی یہ شہادت تاریخ دعوت و عزیمت کی ایک عظیم ترین قربانی ہے، جس کے پیچھے ذاتی اقتدار و مفاد کی کوئی خواہش کارفرما نہ تھی، بلکہ دین حق کی حفاظت و صیانت کا جذبہ اپنا کام کر رہا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے یزید کی بیعت سے سدا انکار کیا اور اس راہ میں اپنی اور اپنے عزیزوں کی جانوں کا نذرانہ مسکرا کر پیش کر دیا، جو دراصل یزید کا مقصود اصلی تھا، جس کے لئے اس نے اہل بیت بالخصوص امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے جانثار رفقا کو اپنی تمام تر ستم رانیوں کا تحفہ مشق بنایا اور اپنی ابدی بدبختی اور شقاوت کا کھلا مظاہرہ

- ☆ حضرت یزید بن زیاد مظاہر کندی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت طاہر غلام آزاد دین الحق خراعی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت جبلة بن علی شیبانی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت مسلم بن کثیر اعرج ازدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت زبیر بن سلیم بن عمرو ازدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت قاسم بن حلیب بن ابی بشر ازدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عمرو بن جذب حضری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت ابوشامہ صاعدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت سلیم غلام آزاد حضرت امام حسین علیہ السلام
- ☆ حضرت قارب بن عبد اللہ غلام آزاد حضرت امام حسین علیہ السلام
- ☆ حضرت عروہ غلام آزاد حمر بن یزید بن ریاح رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت مصعب برادر حمر ریاحی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت علی بن حمر بن یزید بن ریاحی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت حمر بن یزید ریاحی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت سعید بن عبد اللہ حنفی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت ثؤدب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت بیعت بن حارث بن سریع ہمدانی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت مالک بن عبد بن سریع رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت محمد ابن مطاع انصاری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت مقداد انصاری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عمرو بن عبد اللہ صاعدی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت حنظلہ بن اسعد شیبانی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عبد الرحمن بن عبد اللہ اوجی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عمار بن ابی سلامہ انصاری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عابس بن ابی شاکری رضی اللہ عنہ

کر کے اپنی کتاب زیست میں ایک سیاہ و شرمناک باب کا اضافہ کیا، جس پر تاریخ انسانی آج بھی شرمسار ہے اور صبح قیامت تک یزید پلید کی بھیمانہ درندگیوں پر لعنت و پھینکا بھیجتی رہے گی، جب کہ امام عالی مقام علیہ السلام اپنی کتاب زندگی میں دعوت و عربیت، غلو و للہیت اور صبر و رضا، شجاعت و بہادری، حق گوئی و بے باکی کی ایسی بے مثال تاریخ رقم فرما گئے، جس سے حق گوئی و بے باکی، انسداد ظلم و استبداد اور امن و آفرینی کے مطالبات پر سچے اور ڈٹے رہنے کا پیغام قیامت تک نشر ہوتا رہے گا اور مظلوم و مقہور انسانیت کو ہر فرعون وقت کے اتھالی نفس نامی اور نائل قیادت کے پیچھے مروڑنے کا درس دیتا رہے گا اور بے مائیگی و بے سروسامانی کے عالم میں بھی اس کے اندر اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے بے پایاں جذبول اور حوصلوں کا سوراھ چھونکتا رہے گا۔

آج جب بھی ماہ محرم جلوہ کنال ہوتا ہے، مظلوم کر بلا امام حسین علیہ السلام کی قربانیاں ہمارے سامنے پیغامات کا ایک دفتر دکھائی دیتی ہیں اور یہ گزار کر بلا کے ذرے ذرے اور شہدا کے خون کے قطرے قطرے سے یہ پیغام نشر ہوتا ہے کہ اے اہل بیت کے فدائو! جب کوئی فرعون مزاج اپنے مفاد و نفس پرستی کی خاطر دین کو بیچ رہا ہو، لوگوں کے ضرروں کا سودا کر رہا ہو، شریعت کو اپنی طبیعت سے بدل رہا ہو، اسلامی آئین و اقدار پر شب خون مار رہا ہو اور اس کی دہشت و بربریت سے جمین انسانی لہو لہو ہو رہی ہو تو ہزار مصائب و خطرات کے باوجود بھی اعلان حق و صداقت سے گریز نہ کرنا اور کسی حال میں ظالم و جابر مکران کے مفاد کی خاطر دین کو لٹنے نہ دینا، بلکہ اگر تہساری حق گوئی و بے باکی کے باوجود بھی ستم گر اپنے شیطانی منصوبوں کی تکمیل سے باز نہ آئے اور دہشت و بربریت کے سہارے اپنی خواہشات کا ستار محل تعمیر کرنے کا خواب دیکھ رہا ہو تو قسم کی مایوسی و ناامیدی کے شکار نہ ہونا، بلکہ مظلوم کر بلا کی معصوبتوں اور مشقتوں کو یاد کر کے ہر زخم نہ لینا، ہر ستم گوارہ کر لینا، مگر دین و شریعت کو تحریف و تبدل کی نذر ہونے سے بچا لینا اور کبھی بھی دینی و ملی اور اجتماعی مفادات کو شخصی مفاد کی قربان گاہ پر بھیخت نہ چڑھنے دینا، ہر گھڑی ہر آن حق گوئی و جرات و بے باکی اور صبر و رضا کا عملی پیکر نظر آنا، خواہ اس راہ میں تمہیں اپنی اور اپنی اولادوں کی قربانیاں ہی کیوں نہ دینی پڑیں، کیوں کہ ایک کامل مسلم کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ خدمت دین کی راہ میں مصائب و مشکلات کی گھڑیوں میں بھی مسکرا کر اپنے مشن کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور اس کے بے پایاں حوصلوں اور امنگوں کے آگے اقتدار و سطوت کا ہر ظلم و ستم اور موانع و مشکلات کا ہر طوفان بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے اور وہ ہر ظالم و ستم گر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہنے کی جرات رکھتا ہے:

دب کے رہنا ہمیں نہیں منظور ظالمو! جاؤ اپنا کام کرو کر بلا کے ذروں کی یہی پکار ہے کہ جاٹھاران اسلام کو اسباب پر نہیں، خالق اسباب پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور احقاق حق و ابطال باطل میں کسی قسمل پیشہ کی ستم رانی کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہئے، بلکہ ہر طاغوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے شیطانی مشن کی تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، تاکہ عالمی منظر نامے پر اسلام اور مسلمانوں کے تعسقل سے خوشگوار اثرات پیدا ہوں اور اسلام کے عظمت و وقار میں چار چاند لگ سکے۔

واقعہ کر بلا کے منصفانہ جائزے سے ہمارے سامنے تین رہنما اصول آتے ہیں (۱) اللہ و رسول پر کامل ایمان و ایقان (۲) سخت سے سخت حالات و مشکلات میں بھی جادہ ایمان پر ثبات و استقلال (۳) ترویج و اشاعت دین کی خاطر جانوں کا نذرانہ پیش کرنا۔

اگر ان پیغامات کی گہرائیوں میں اتر کر عصر حاضر کا فائز ان مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ معلوم کرنے میں دیر نہیں لگے گی کہ یزید کے وہ جرائم و معاص جن کی بنیاد پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو کر بلا کی یقی ہوئی زمین پر یزیدیوں کے مقابل صف آرا ہونا پڑا تھا، وہ معمولی اور غیر اہم نہیں تھے، یزید تارک نماز، شراب نوش اور بندر بچایا کرتا تھا، رقص و سرود کی محفول کا بھی دل دادہ تھا اور اس قسم کے بہت سارے وہ امور جو ناجائز و حرام ہیں، ان سے اس کا دامن آلودہ تھا اور ان فواحش و منکرات کے ارتکاب کے باوجود وہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے اپنی بیعت لے کر دین اسلام کی آفاقی اقدار کو ہمیشہ ہمیش کے لئے مجروح کر دینا چاہتا تھا، لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک فاسق و فاجر کی بیعت سے صاف انکار کر کے اس کے فتن و فجور کے خرمن کو ہمیشہ کے لئے پھونک دیا اور یزید پلید کی نااہل قیادت و حکومت پر ایسی کاری ضرب لگی کہ یزید قیامت تک کے لئے تاریخی و فکری موت مسرجمیا اور اس کی سیاہ کتاب زندگی کے اوراق اس پر صبح قیامت تک لعنت و ملامت کی پھوار برساتے رہیں گے اور اب قیامت تک کوئی دوسرا یزید شریعت مصطفوی کے ساتھ تلپیس ابلیس کا حناؤ نا کھیل کھینے کی جرات نہیں کر سکے گا، یزید پلید کے مقابل تاجدار عزیمت حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ اقدام اسلام کے مستقبل کی حفاظت کی خاطر تھا، کیوں کہ آپ کی نگاہ ولایت دیکھ رہی تھی کہ آج یزید کے سامنے کھٹنے ٹیک دینے کا مطلب صرف اہل بیت کی شکست نہیں، بلکہ حق و صداقت کی شکست اور اسلام و قرآن کی شکست ہے، اسلامی اقدار و روایات کی شکست ہے، اس لئے اگر جان جاتی ہے تو جاسے اور

جانثاران اہل بیت جام شہادت نوش کرتے ہیں تو نوش کر لیں، فائدان رسالت کی شگفتہ گلیاں بظاہر پڑ رہی ہوتی ہیں، تو وہ جانیں، لیکن اسلامی اقدار و روایات کا خون نہ ہو اور دین محمدی پر حرف نہ آنے پائے، تاکہ قیامت تک شہدائے کربلا کا خون شیدائیان اسلام کی رگوں میں دین کی تبلیغ و ترسیل اور تحفظ و بقا کی خاطر سرفروشی و جاں سپاری کا جذبہ فراوان پیدا کرتا رہے اور زندگی کے ہر اس نازک اور خطرناک موڑ پر جب ان کا دین خطرات کی زد میں ہو، یا ان کا شخص اور وجود و بقا طوفانوں کی گرفت میں آئے، یا روحانیت پر مادیت و نفسانیت کو فوقیت دی جانے لگے، تو کربلا کے شہیدوں کے خون کی لالی ان کے دلوں میں سرفروشی کی تمنا پیدا کرتی رہے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کی تعمیر و ترقی اور تحفظ و بقا کی راہ میں کسی بھی نوعیت کی مایوسی اور اضمحلال کے شکار نہ ہوں، بلکہ جہاد زندگانی میں باطل کے غرضوں کو پھونکنے کی خاطر سرگرم عمل ہو کر مستانہ واریہ صدا بلند کرنے کا اپنے اندر حوصلہ پیدا کر سکیں:

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے دیکھنا ہے زور کتنا بازوے قاتل میں ہے شہدائے کربلا کے مصائب اور عصر حاضر کے مسلمانوں کے مسائل میں بظاہر تو اختلاف ضرور ہے، تاہم ان کی نوعیت میں کافی حد تک ہم آہنگی پائی جاتی ہے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حق کی ترویج و اشاعت اور تحفظ و بقا کی خاطر اپنی اور اپنے جانثاروں کی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا اور آپ نے یزید پلیدی کی مٹی صرف اسی لئے پلید فرمائی کہ وہ شریعت مصطفوی کے ساتھ کھلاڑ کر رہا تھا اور عملی طور پر سرکاری سطح سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے کی مہم چھیڑ رکھی تھی، لیکن کیا آج یزیدیت بھی یزید کی مثل قابل نفیس ہے؟ اور یزیدی عادات و اطوار کے والد و شیدا ہمارے معاشرے میں نہیں پائے جا رہے ہیں؟ کیا آج دین محمدی کا کھلے عام مذاق نہیں اڑایا جا رہا ہے؟ کیا آج بدیاں ہم میں نہیں فروغ پاری ہیں؟ کیا جاہ و منصب طلبی اور مفاد پرستی کے جرائم سے ہم کنارہ کش ہیں؟ کیا آج مساوات و تکریم انسانی کی سرعام دھجیاں نہیں بکھیری جا رہی ہیں؟ کیا آج شراب و کباب کے رسیا معاشرے کو رسوا نہیں کر رہے ہیں؟ کیا آج رقص و سرود کے ہنگامہ رستاخیز سے ہمارا سامنا نہیں ہے؟ کیا آج مغربی عادات و اطوار اور فیشن پرستی کی بیلغار ہمارے گھروں میں نہیں ہے؟ اور کیا آج مذہب بیزاری ہماری سرشت کا حصہ نہیں بنتی جا رہی ہے؟ اگر ہاں تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب ماہ محرم جلوہ بار ہوتا ہے تو ہم شہدائے کربلا کو خراج عقیدت پیش کر کے خاموش ہو جاتے ہیں اور عملی اقدام سے کوسوں دور رہتے ہیں، محض شہدائے کربلا

کو خراج عقیدت پیش کرنے سے شہدائے ارواح کو وہ خوشی نہیں حاصل ہوگی، جو پیغام حسینی کی گہرائیوں میں اتر کر عبرتوں کے موتی چننے اور عملی اقدام کرنے سے ہوگی، اگر امت مسلمہ صحیح معنوں میں دور حاضر میں اپنے موجودہ مسائل و مشکلات کا حل تلاش کرنا چاہتی ہے، تو اسے شہدائے کربلا کی مثل طوفانوں کی زد پر شمع رشد و ہدایت جلائی ہوگی، شہدائے کربلا نے یزید بد اطوار کے طوفان بد تمیز کے زد پر چراغ حق و صداقت جلا یا تھا، اسے اپنی نفسانی خواہشات، حق تلفی، قلم و جور، بدخواہی و بداندیشی، ریاکاری، جاہ و منصب طلبی، مادیت کو شی، فیشن پرستی، فتن و فجور اور دیگر امراض رومانی و جسمانی کی زد پر نیکو کاری، جرات و بے باکی، حق و صداقت عدالت و وفا شعار، خیر خواہی و خیر و بداندیشی اور باہمی اخوت و محبت کا وہ چراغ جلا نا ہے، جس کی روشنی دین کے بھیکے ہوئے مفسدوں کے لئے نشان منزل اور کفر و الحاد کی دیو داسیوں کے لئے خضر راہ بن جائے۔

گویا امام عالی مقام علیہ السلام نے یزید کو معنوی شکست دے کر یزیدیت کو شکست دیا ہے اور وہ بھی عربیت پر عمل کرتے ہوئے برسر میدان، آج ہمیں بھی یزیدیت سے لڑائی لڑنی ہے، یزیدیت کا پہرہ ہمارے اندرون خانہ بھی ہے اور بیرون خانہ بھی، سب سے پہلے ہمیں اپنے اندرون خانہ پرورش پار ہے بد کرداری و بد اطواری کے یزیدی جذبات کو فنا کرنے کے لئے زہد و ریاض کے ذریعہ تزکیہ نفس کرنا ہے، تاکہ ہمارا باطن مرئی و مصفی ہو جائے اور پھر ہمیں بیرون ذات سب سے پہلے اپنے گھر کو یزیدی عادات و اطوار سے پاک کرنا ہے، پھر اپنے معاشرے میں ایک دوسرے کو حق و صداقت کی تعلیم دینی ہے اور لوگوں کی جمین زیت سے جہالتوں کا داغ و دھبہ کھرچ کر پھینکنے کی بھرپور کوشش کرنی ہے، جوش خلقی و خوش کرداری، خیر خواہی و خیر اندیش کے مظاہر سے اتحاد و یگانگت کے گل بوٹے اگانے ہیں اور الحاد و بے دینی کے خلاف اجتماعی و انفرادی طور پر صحت آرا ہونا ہے، اگر ہم اس پیغام حسینی پر عمل کر لیں گے تو صحیح معنوں میں یہی حضرت امام حسین علیہ السلام کی رومانی مسرت اور تمام شہدائے کربلا کی خوشنودی کی ضمانت ہوگی اور ہمارے اندر حقیقت و بیداری کی وہ لہر اٹھے گی، جو بالآخر ہمیں ہماری عظمت رفتہ سے ہم آغوش کر سکے گی۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین علیہ السلام شہدائے کربلا نے جو جنگ لڑی تھی، وہ نہایت کس مہم سہی کے عالم میں لڑی تھی اور اس وقت مقابلہ یزید اور اس کے لشکر سے تھا اور آج مقابلہ فیشن پرستی، الحاد و بے دینی، حقوق کی پامالی اور قلم و اتحصال سے ہے، اس وقت مقابلہ یزیدی حکومت قبول کرنے اور اس کی نااہل قیادت کے

حضور سر تسلیم خم کرنے کا تھا اور آج مغرب پڑتی اور باطل افکار و نظریات کا طوق گلے میں ڈالنے کا ہے، شہدائے کربلا نے اپنی بے بضاعتی اور بے مایگی کے باوجود مایوسی اور ناامیدی سے اپنا دامن بچائے رکھا اور ہمیں بھی ہزار مسائل و مشکلات کے باوجود مایوسی اور ناامیدی کے مہلک مرض سے خود کو دور رکھنا ہوگا، انفرادی اور اجتماعی طور پر استطاعت بھر زندگی کی نیکی و بدی کی جنگ لڑی ہے۔

مظلوم کربلا امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام نے حق و صداقت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جو بے مثال قربانی پیش فرمائی ہے، وہ نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری انسانیت کے لئے اپنے اندر سرمدی پیغامات کا ایک جہان سمیٹے ہوئے ہے، بالخصوص شجاعت و بصالت، انصاف و عدالت اور امن آفرینی کے مطالبات کا ایک خوبصورت مرقع ہے، جس میں پوری انسانیت کے لئے یہ درس موجود ہے کہ مظلوم اپنے جادہ حق و صداقت پر ڈٹا رہے اور سر مو بھی اس سے انحراف نہ کرے اور اس راہ میں اپنی عددی قلت اور اسباب حرب و ضرب کے فقدان سے کبیدہ خاطر اور دل برداشتہ نہ ہو اور تمام امور خدائے وحدہ لا شریک کے حضور نیاز مندانه سپرد کر کے حکیمانہ انداز میں اپنے مشن کی پیش رفت جاری رکھے تو رحمت خداوندی از خود ست گیری فرمائے گی اور قلم و استبداد کی آنڈھیوں میں بھی چراغ مصطفوی جلتا رہے گا اور حق کی متلاشی سعید روحوں کو حق و ہدایت کی تابانی عطا کرتا رہے گا، کربلا کے ذرے اور شہدائے کربلا کے خون کے قطرات آج ہم سے یہی تقاضا کر رہے ہیں، اگر ہم نے ان تقاضوں کو پورا کرنے کی ٹھان لی تو قطعی طور پر ہم اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ و بقا اور ترویج و اشاعت کے میدان میں کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دے سکیں گے، جو شہیدان باوفا کی بارگاہوں میں بھی بہترین خراج عقیدت ہوگا۔

گویا جب تک اس دنیا میں حق تلفی، ناانصافی، باطل پرستی اور قلم و استحصال کی شرمناک روایات پائی جائیں گی، اس وقت تک پیغام حسینی کی معنویت کے آگے پوری دنیا سر تسلیم خم کرتی رہے گی اور اگر بالفرض اس روئے زمین پر کوئی ایسا معاشرہ بھی رونما ہو جائے، جس میں بدی کی کوئی روایت نہ ہو اور قلم و استحصال کی کوئی تصویر نہ نظر آئے، تب بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی اس عظیم المثال قربانی میں جو خدا شای اور دین شای کے معانی و اسرار و رموز کے علاوہ دیگر عرفانی حقائق و محرکات پائے جاتے ہیں، ان کی بنیاد پر پیغام حسینی کی معنویت روز بروز بڑھتی ہی جائے گی اور انسانیت تاج قیامت ان کی عظمتوں کو سلام کرتی رہے گی۔

علامہ اقبال اور ذکر حسین علیہ السلام

(چند اشعار کی تشریح و توضیح)

محمد شریف بقا

قربانی (حضرت اسماعیل علیہ السلام) قربانی (حضرت امام حسین علیہ السلام):

سر ابراہیم و اسماعیل بود
یعنی آن اجمال را تفصیل بود

الفاظ کے معانی:

سر ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا راز یعنی باطنی مفہوم۔ بود: تھا۔ اجمال: اختصار۔ را: کو۔ تفصیل بود: مفصل تھا۔

مطلب:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی کا یہ واقعہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا راز تھا (آئینہ دار تھا) یعنی واقعہ کربلا، حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیل تھا۔

تشریح:

علامہ اقبال کے اس شعر میں دو بنیادی باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلی بات کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ قربانی سے ہے۔ قرآن مجید میں اس کا جو تذکرہ کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے اپنے فرزند ابرہہ سے یہ واقعہ بیان کیا اور اس کی رضا کرنا چاہی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بخوشی اس حکم الہی کی تعمیل کرنا

چاہی۔ جب باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگا تو ندائے غیب آئی اے ابراہیم علیہ السلام تو نے اپنا خواب سچا کر دیا۔ بیٹے کی جگہ اب ایک دنبہ ذبح کرنے کو کہا گیا۔ پوری تیاری کے باوجود یہ قربانی بروئے کار نہ آئی کیونکہ اس سے مقصود امتحان محبت الہی تھا نہ کہ فرزند کی قربانی۔

علامہ اقبال کی رائے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمعیل علیہ السلام کا واقعہ تو مجمل تھا کیونکہ یہ قربانی سے غالی تھا۔ وہ واقعہ کہ بلا کو اس کی تفصیل قرار دیتے ہیں کیونکہ میدان کر بلا میں بھی امتحان صبر و اطاعت تھا جو عملاً وقوع پذیر ہوا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہاں تو صرف اسمعیل علیہ السلام کی قربانی درکار تھی مگر واقعہ کر بلا میں نہ صرف حضرت امام حسین علیہ السلام راہ حق میں عملاً قربان ہوئے بلکہ انہیں کے جاں نثار ساتھیوں نے بھی جام شہادت نوش کیا تھا۔ یہاں علامہ اقبال بعض مفسرین کی اس رائے سے متفق نظر آتے ہیں۔ واقعہ کر بلا وہ فدیہ ہے جسے قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَقَدْ يَنْبَغُ بِذَبِيحٍ عَظِيمَةٍ (انصاف: ۷۰)

اور ہم نے اسے ذبح عظیم کے طور پر فدیہ کیا۔

وہ اپنے ایک شعر میں اس پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین علیہ السلام، ابتداء ہے اسمعیل

عزم، بہادری، بے خوفی:

عزم او چون کوہاران استوار

پایدار و تند سیر و کامگار

الفاظ کے معانی:

عزم: اوستاس کا عزم، اس کا ارادہ۔ چون کوہاران: پہاڑوں کی مانند۔ چون: کی طرح۔
کوہاران: کوہ ہزار (پہاڑ) کی جمع۔ استوار: مضبوط۔ پایدار: اپنی جگہ قائم، اپنے موقف پر ڈٹا ہوا۔
تند سیر: تیز رفتار۔ کامگار: کامیاب۔

مطلب:

ان کا عزم پہاڑوں کی طرح محکم، مضبوط، تیز رفتار (جمود سے خالی) اور کامیاب تھا۔

تشریح:

اس شعر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی چند نمایاں ترین خوبیوں کا تذکرہ ہے خصوصاً ان کا جو میدان جنگ میں کام آئی تھیں۔ علامہ اقبال ان کے کردار کی عظمت اور ارادے کی پائیداری کو یوں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) شہید کر بلا کا عزم پہاڑوں کی طرح مضبوط تھا اس لئے انہوں نے بڑی بہادری اور بے خوفی کے ساتھ آخری دم تک یزید کے باطل نظریے اور جبری بیعت سے انکار کیا اور اس راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

(۲) جس طرح پہاڑ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اس طرح امام ذی وقار بھی اپنے مسلک حق پرستی پر قائم رہے اور اپنے درست موقف سے ہرگز نہ ہٹے۔

(۳) ان کا عزم نہ صرف پائیدار تھا بلکہ یہ تند سیر بھی ثابت ہوا۔ تند سیر ہونے کا مطلب ہمیشہ متحرک اور باعمل رہنا اور ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے بلند، پاکیزہ اور صحیح مقاصد کے حصول سے غافل نہ ہونا ہے۔

(۴) علامہ موصوف نے ان کے عزم کو ”کامگار“ یعنی کامیاب قرار دیا ہے۔ ظاہری اور عارضی طور پر تو وہ یزید کو پوری طرح شکست دے سکے مگر باطنی طور پر وہ شہید ہو کر اپنے نیک مقصد میں کامیاب ہوئے۔ شہادت سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہو سکتی ہے۔ ان کی زندگی باشرف، بامقصد اور خدا پرستی کی آئینہ دار تھی کیا یہ کامیابی نہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام راجی دنیا تک زندہ رہے گا اور ان کے عقیدت مند واقعہ کر بلا کا ذکر کرتے رہیں گے جو ہمیشہ حق پرستوں کے لئے مشعل راہ بن کر بے شمار انسانوں کو سرخرو بناتا رہے گا۔

اسلامی تعلیمات، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

تخی بہر عزت دین است و بس

مقصد او حفظ آئین است و بس

الفاظ کے معانی:

تخی: تنوار۔ بر عزت دین: دین کے غلبہ کے لئے۔ یزید کی خاطر، کے لئے۔ عزت دین:

دین کا غلبہ، اسلام کی بالادستی، عزت، غلبہ، برتری، دین۔ دین اسلامی۔ است: ہے۔ و: اور۔ مقصد او: اس کا مقصد۔ حفظ آئین: آئین (اسلامی) کی حفاظت۔ حفظ: حفاظت۔ آئین: اسلامی قوانین: شریعت اسلامیہ۔

مطلب:

تلاوار صرف اسلام کے غلبہ کے لئے استعمال کرنی چاہئے یہی بات کافی ہے۔ تلاوار کے استعمال کا مقصد اسلامی آئین کی حفاظت کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

تشریح:

اس سے قبل اسی نظم میں علامہ اقبال کے اس نظریے کا اظہار کر چکے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی جدوجہد کا مقصد دنیاوی اقتدار کا حصول نہیں تھا بلکہ انہوں نے اسلامی تعلیمات اور اسوۂ رسول کی روشنی میں یہ اقدام کیا تھا۔ اگر ان کا مقصد حکومت ہوتا تو وہ اتنی چھوٹی جماعت اور مختصر ساز و سامان کے ساتھ کبھی گھر سے نہ نکلتے۔ اس بات کی وضاحت کے لئے وہ اس شعر میں کہتے ہیں کہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کی رو سے ذاتی، نمود و نمائش یا شہرت طلبی کے لئے تلاوار اٹھانا درست نہیں۔ اسلام کسی قسم کی جارحیت کی اجازت نہیں دیتا۔ قلم و تشدد یا جارحیت کو روکنے کے لئے تلاوار اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے۔ علامہ موصوف اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"Defensive war is certainly permitted by the Quran but the doctrine of aggressive wars against unbelievers is wholly unauthorized by the Holy Book of Islam."

(Islam as a Moral and Political Ideal)

وہ دین کے غلبہ اور اسلامی آئین کی حفاظت کے سلسلے میں تلاوار کے استعمال کی ان الفاظ میں مشروط کرتے ہیں:

ایں دو قوت حافظ یک دیگر اند
کائنات زندگی را محور اند

(جاوید نامہ)

یہ دو طاقتیں تیغ اور قرآن ایک دوسرے کی محافظ ہیں اور زندگی کی کائنات کا محور ہیں۔

اسلامی آئین کے غلبہ و فروغ اور اس کی حفاظت کے لئے قوت نافذہ لازمی ہے اس طرح تیغ کے غلبہ استعمال کو روکنے کے لئے قرآنی آئین کا نفاذ بھی ضروری ہے۔

حقیقی فرمانبردار:

ما سوی اللہ را مسلمان بندہ نیت
بیش فسرعونی سرش افکندہ نیت

الفاظ کے معانی:

ما سوا اللہ: اللہ کے علاوہ، غیر اللہ، باطل نظام۔ را: کو۔ بندہ نیت: غلام نہیں ہے۔ بندہ: غلام۔ است: ہے۔ بیش فرعونے: کسی فرعون کے سامنے، کسی ظالم حکمران کے سامنے۔ سرش: اس کا سر۔ افکندہ نیت: جھکا ہوا نہیں ہے۔ افکندہ: گرا ہوا، عاجز۔

مطلب:

(سچا) مسلمان اللہ کے علاوہ کسی اور کا غلام نہیں! اس لئے اس کا سر کسی فسرعون کے سامنے جھکا (گرا) ہوا نہیں ہونا چاہئے۔

تشریح:

اس شعر میں ملت اسلامیہ کے ترجمان اور مفکر اسلام علامہ اقبال نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ خدا کا حقیقی فرمانبردار مسلمان خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی غلامی اختیار نہیں کر سکتا کیونکہ اسلام اور غیر اللہ کی بندگی دو متضاد چیزیں ہیں۔ کیا ہم روزانہ اپنی نماز میں اللہ تعالیٰ سے یہ اقرار نہیں کرتے کہ ہم صرف تیری ہی عبادت یعنی غلامی اختیار کریں گے؟ جب ہم سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں "ایک نعبد" (اے اللہ! ہم تیرے ہی غلام ہیں) عبادت محض نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تک ہی محدود نہیں۔ یہ لفظ ہماری تمام سرگرمیوں اور اعمال اور افکار پر محیط ہے اس لحاظ سے ہم تمام باطل معبودوں کو چھوڑ کر صرف خدا تعالیٰ کے پرستار اور بندے ہیں۔

اس شعر کے دوسرے مصرع میں شاعر نے یہ کہا ہے کہ سچا مسلمان چونکہ خدا تعالیٰ کا غلام اور پرستار ہے اس لئے وہ کسی فرعون اور ظالم طاقت کے سامنے اپنا سر نہیں جھکا سکتا۔ خدا تعالیٰ

واحد کی بارگاہ میں ہمارا ایک حقیقی، پر غلوں اور عاجزانہ سجدہ ہمیں بہت سے آقاؤں کی غلامی سے نجات دلاتا ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے خود کہا ہے:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں اسی اسلامی حقیقت اور تسلیم پر عمل کرتے ہوئے اپنی شہادت کو قبول کر لیا لیکن باطل کی غلامی اختیار نہ کی۔

”ایمان کی تازگی“:

تار ما از زخمہ اش لزان ہنوز

تازہ از تکبیر او ایساں ہنوز

الفاظ کے معانی:

تار ما: ہمارے (ماز کے) تار۔ از: سے۔ زخمہ اش: اس کا زخمہ۔ اس کا معراب۔ زخمہ: معراب، تار بجانے کا آلہ (چھلا) لززاں: کانچا ہوا، ہلنے والا۔ ہنوز: ابھی تک۔ از تکبیر او: اس کی تکبیر (نعرہ) سے۔ تکبیر: اللہ اکبر کہنا، خدا کی بکریائی کا اعلان کرنا۔

مطلب:

ہمارے (ماز کے) تار ابھی تک اس (حضرت امام حسین علیہ السلام) کے معراب سے مل رہے ہیں اس کے نعرہ تکبیر سے ابھی تک ہمارا ایمان تازہ ہے۔

تشریح:

اس شعر میں ملت اسلامیہ کے اس غمگین اور واقعہ اسرار اسلام شاعر نے حادثہ کربلا کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس بات کو بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی قربانی کی بدولت ہمارے دل و دماغ میں جو انقلابی جذبات پیدا کئے ہیں وہ ابھی تک ہمیں متاثر کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے شعر میں انہوں نے کہا تھا کہ شام، بغداد اور غرناطہ کی گزشتہ شان و عظمت تو ختم ہو چکی ہے مگر واقعہ کربلا کی یاد ختم نہیں ہوئی۔

اس شعر کے پہلے مصرع میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی

معرب سے ہمارے دل کے مازے تاروں میں جو حرکت پیدا کی تھی وہ ابھی تک لرزاں ہیں یعنی ان کے انقلابی عمل سے ہمارے اندر جو جذبات اور احساسات پیدا ہوئے تھے وہ ابھی تک اس سے اثر پذیر ہیں ہمارے دلوں میں بھی باطل نظام کے خلاف انقلاب آفریں جذبات جنم لے رہے ہیں اس لحاظ سے امام عالی مرتبت کے انقلاب کی یاد ہمارے اندر جاگزیں ہے۔ شام بغداد اور غرناطہ کی گزشتہ عظمت تو یاد نہیں رہی لیکن واقعہ کربلا ہمیں اب تک بخوبی یاد رہا ہے۔

نچے بے تاب میں تاروں سے نکلنے کے لئے

اک ذرا پھیر تو دے تشر معراب ہے ساز

علامہ اقبال کے شعر کے دوسرے مصرع میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی تکبیر کو ہمارے ایمان کی تازگی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ تکبیر کے نعرہ میں اللہ اکبر کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جن میں خدائے واحد کی بکریائی، عظمت اور بڑائی کا اعتراف کرتے ہوئے اسے ہر ایک چیز پر ترجیح دی جاتی ہے۔ امام موصوف نے خدائی بکریائی کے عقیدے کا عملی اظہار میدان کربلا میں پوری توانائی، قوت اور عزم راسخ کے ساتھ کیا تھا۔ اس واقعہ سے خدا پر توکل اور اس کی خاطر قربانی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے جو ہمارے ایمان کی تازگی اور پختگی کا مؤثر ذریعہ بن رہا ہے۔

قاتل حسین ملعون ہے

حافظ امام مسعودی کا ارشاد ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک اس شخص پر لعنت بھیجا جاوے ہے جس نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا یا شہید کرنے کا حکم دیا یا اجازت دی یا خوش ہوا بلکہ اس پر بھی لعنت ہے جس نے یزید کی فوج کو بڑھایا اگرچہ جنگ نہ کی کیونکہ اس سے اہل بیت کو اذیت پہنچی۔ پس بے شک امام حسین علیہ السلام کے قاتل اللہ اور رسول اللہ علیہ السلام کے نزدیک ملعون ہیں۔ لعنتی ہیں۔

حدث ابن جوزی فرماتے ہیں کہ تمام پرہیزگار علماء جن میں حضرت امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں نے لعنت یزید کو جائز کہا ہے۔

محرم کا مہینہ

رسم شیر جگانے کے لیے
ہم نے غم سارے زمانے کے لیے
منزلیں بن گئیں خود حبادہ شوق
ابن زہراء! تجھے پانے کے لیے
کر بلا! تیری صدا کافی ہے
ساری دنیا کو جگانے کے لیے
کج اداؤں سے بٹنا سیکھ
حق پرستی کو بچانے کے لیے
پھر محرم کا مہینہ آیا
حشر پینے میں اٹھانے کے لیے
اشک کے روپ میں ہے ذکر حسینؑ
آنکھ کا نور بڑھانے کے لیے
تیرا کردار و عمل، آفاق
تیرا پیغام، زمانے کے لیے
اک قیامت سے گزرنا ہوگا
دو شیر تک آنے کے لیے
تنگی اپنی گوارا کر لی
پیس خیر کی بھانے کے لیے
جان، حق کے لیے دینی ہوگی
سلاہ ان سے ملانے کے لیے
کر بلا تک کا سفر ہے درپیش
بس نصیر اٹھتے ہیں، جانے کے لیے

(حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ)

۱۰

منظومات

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین
اس نور کی جلوہ گہہ تھی ذات حسینؑ
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے
آدھے سے حسنؑ بنے آدھے سے حسینؑ

(امام احمد رضا خان فاضل بریلوی)



سید الشہداء
امام حسینؑ نمبر

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان
297	اے جمالت لمع شمع من رائی..... اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ
298	کر بلا نامہ..... حضرت قطب الاقطاب پیر سائیں قطب علی شاہ بخاری
300	سکین جان فاتح فیبر حسینؑ ہے..... صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی۔ ایم اے
300	رضائے حق ہے رضائے نبی و آل نبی.....
301	کیا مہربان مجھ پر ہے یارب کریم ناس..... الحاج بشیر حسین نانچ
302	عنوان ہے جس کا نام شہادت کے باب کا..... جناب خالد محمود خالد
303	دائمتا ہے رہنمائے ارتقاء شیری..... شاعر محمد رفعت: جناب راجا رشید محمود
304	اصول حق، متاع لا الہ، بنیاد ایمان..... جناب افضل احمد انور
305	شکست شب کی خبر ہے سحر کا تارا ہے..... جناب خرم ظہیر
306	نمائے آل محمد کا افتخار ملا
306	صبر کی ہر انتہا سے ماورا دکھا گیا
306	کر کے نظام شر تہہ و بالا حسینؑ نے
306	غلام و غلام ابو ذر کل آئے
307	قدرت کا ایسا کب کوئی شاہکار اور ہے..... جناب انجم ظہیر
307	کثرت کے ساتھ ہم ہیں نہ لنگر کے ساتھ ہیں
308	ہوتا ہر اک سفر میں ہے مجھ پر از حسینؑ کا..... جناب کوثر علی کوثر

308	یزید کو مصلحت قسم کی یہاں ذرا بھی ابھارتی ہے..... نادر جاجوی
309	مصدق حرف آیت نظر ہیں حسین..... شہزاد مجددی
310	نہ ہوں جو ختم وہ دائم تیرے فسانے میں..... ذہاد فخری
311	وہ دیار ہمہ اسرار بھی دیکھا جائے..... افضل خاکسار
312	عجیب جاں اندھیروں میں ضیائیں بانٹ دیتا ہے..... افضل خاکسار
312	اے خاک کر بلا تو اس احسان کو نہ بھول..... ظفر علی خاں
313	قرآن کی توہین کو بشیر نہ مانے
313	حسین ابن علیؑ عالی مقام اے کر بلا والے
314	روقی فضاے بزم جہان جان کر بلا
314	سلام کہتے تھے بشیر یا علیؑ فریاد
314	سلطان کر بلا کو ہمارا سلام ہو
315	حسینؑ اور ان کے پیروکار اکثر یاد آتے ہیں
315	نظر نواز ہیں، دل جگمگا رہے ہیں حسینؑ..... پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ
316	قل احد حسینؑ ہیں اسوۂ جد حسینؑ ہیں..... پیر سید سیف الدین مغفور القادری رحمہ اللہ
316	حسینؑ کا ہو کہیں ذکر کوئی بات چلے..... پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ
317	ابن حیدرؑ کی طرح پاس وفا کس نے کیا؟..... پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ
318	آیا نہ ہو گا اس طرح حسن و شباب ریت پر..... ادیب رائے پوری
318	زہے شان اوج کمال محمدؐ..... حضرت منور شاہ واری لاہور
318	حسینؑ ہے، بے نظیر ہستی
319	اللہ کی گفتار ہے گفتار حسینیؑ

319	زمین و آسمان میں حسین ہی حسین ہے۔۔۔۔۔ سید امین علی شاہ نقوی
319	سید کو نین سلطان رسالت پر سلام۔۔۔۔۔ شاعر آتنا مولانا ضیاء القادری
320	اٹھا نگاہ میں اک عزم بے پناہ لئے۔۔۔۔۔ حافظ مظہر الدین علیہ السلام
321	مطلع نور نبوت کا ستارہ ہے حسینؑ۔۔۔۔۔ انور حسین انور
321	انسانیت کی شمع فروزاں حسینؑ ہیں۔۔۔۔۔ محمد یاسین رضا
322	نشان عظمت مومن، فروغ دین حسینؑ۔۔۔۔۔ نقیبن بر مصرعہ رئیس امروہی
322	سلام اس فاطمہؑ کے لال پر حیدرؑ کے پیارے پر۔۔۔۔۔ ملکہ سخن غادر درانی
323	بچپن کے دیکھنے والوں کی کیا توقیر تھی۔۔۔۔۔ جناب انصار الہ آبادی
324	شہید کرب و بلا کیا مقام تیرا ہے
324	سلام و شت مصیبت میں آنے والے پر
325	بچی ہے لکڑی شمر ویزید میں پھیل
325	اٹھا نگاہ میں اک عزم بے پناہ لیے
326	مہر نفس میں بوسے خوں ہے ہر بشر سبز نگار
326	سوئے طیبہ مرا پیغام صبا لے جائے۔۔۔۔۔ حافظ لادھیانوی
327	مجھے فریب نہ دے کوئی شر کوئی یزید
328	انیس خاطر ناٹا، یاد ہے تیری
328	اللہ اللہ عظمت شان شہید کربلا۔۔۔۔۔ تاج محمد مظہر
329	مصطفیٰؐ جان راحت پر لاکھوں سلام۔۔۔۔۔ تاج محمد مظہر صدیقی قادری (پشاور)
330	خاند میں ہوں گے سبھی دوستانِ اہلبیتؑ۔۔۔۔۔ تاج محمد مظہر صدیقی قادری (پشاور)
331	کلام حسنی، بحضور امام حسین علیہ السلام

اے جمالت لمع شمع من رای

یا شہید کربلا یا دافع کرب و بلا
گل رخا شہزادہ گل گول قبا امداد گن

اے حسینؑ اے مصطفیٰؐ راحۃ جہاں نور عین

راحت جہاں نور عینم وہ بیبا امداد گن

اے ذہن خلق و حن خلق احمد لکھنؤ

سینہ تاپا شکل محبوب خدا امداد گن

جانِ حُسن ایساں حُسن وایکان حُسن ایشان حُسن

اے جمالت لمع شمع من رای امداد گن

جہاں زہرِ دہر و شہید زہرِ دہر از دور و ظہیر

زہرِ دہر از بارِ تسلیم و رضا امداد گن

اے بواقع بسکمان دہرِ رازِ بیبا کے

وے نگاہِ سبزِ یکس وشت جفا امداد گن

اے گویت کہ لبانِ مصطفیٰؐ را بوسہ گاہ

کہ لبِ حق لعین را حسرتا امداد گن

اے تن تو کہ سوارِ شہوارِ عرسِ شش تاز

کہ چنناں پامالِ خیلِ اشتیاء امداد گن

اے دل و جان با فدائے تشنہ گامی ہائے تو

اے بہت شرحِ رضیحا یا انقضا امداد گن

اے کہ سوزت خانِ مالانِ آپ را آتشِ زدے

گر نبودے گر بہ ارض و سما امداد گن

اے چہ بکسر و تھکی کوڑ لب و این شش

خاکِ برفرقِ فسادات از لبِ سرِ امداد گن

ایر گو ہر گر مہمرازِ نہرِ گو ہر گر مہر

خود بہت تسلیم و فیضِ حبِ امداد گن

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ السلام

کر بلا نامہ

کر تحسیر شیر دا مدد اے قسطنطینس حکم ربانی
جو کچھ قلم ستم بن حیدر پر کھینا اس قوم شیطانی
حال ملال توں آل نبی دا کاشت کر سب راز نہانی
گوشتے جگر پوٹ ملول تے جو ورق سب قلم کہانی
منکر خاص یزید ہو یا کیتی رب رسول تھیں روگردانی
دشن خاص نبی سرور داد و دوزخ اس دی جگہ پچھانی
اصغر نیک سیر دے گل پر ظالم کس وگائی گائی
میں قربان اس جان نبی تے آہی ڈاڈھی خشک دہانی
انہی عباس شناس سدا تب خاص امام دا بادربانی
پاک امام اکرام دے اتوں چا کیتی زندگی قربانی
سین کیکنہ بے کینہ دا ماشکی تھیا واہ نیک پیشانی
وقت شہادت نیک سعادت سین آہی ڈاڈھی گریانی
بعد تیرے عم جان میرے دت کون پلٹسی آ کر پانی
قم خدا دی رسم جفا دی ویکھ میری دل ہے اورانی
لاش عباس تے سین کیکنہ نہیں لکھدی ایہہ قلم نہانی
جھل کر سختی کرل والی ہوئے شہید بن چڑھی جوانی
دتی جان مغیراں پیراں آہے وانگ جو گل بستانی
ویکھ قفیہ تے تصدیعے صابر رہیا بتول دا جانی
اللہ اکبر زیر خنجر دے پڑھدا رہیا امام حقانی
لوش پیالہ موتو! والا کوچ کھینا از دنیا فانی
ماتم وچہ حین دے رے وحش طیور تے جن انسانی
کیڈا شان نبی سرور دا خدمت گار بن ملک نورانی

کر غلامی دعویٰ در پر بحان اللہ ایہہ شان عیانی
دوش مبارک احمد سرور ہوئے سوار شہزادے آہنی
زلفاں پکھو مہار بساوان پاک رسول نبی لاثانی
ہے افوس تے دوس شمس پر تیس کیڈی بے فسمانی
نال چالاکي چنڈھیا چھاتی اوہ سرور قلم دا بانی
کیتی وصف احد خود احمد ویکھو کھول آیات قدر آنی
ہے سرتاج لولاک لسا کا ملیا لبروں ذات رحمانی
راکب دوش عمد دے نوں قتل کھینا کافر مقرانی
حالت ویکھ بھرا اپنے دی رو زینب خاتون گرلانی
نہ کچھ رسم کیتو نے مطلق سین آہی جد وچہ گریانی
وہندیاں پاک جناب زینب دے چا کیتی تیغ اس روانی
بر تقدیر شیر آہی جیویں پاک خدا اکبر نوں بھانی
صابر ہو کر بھرا اٹھایا سین خاتون دی پاک نشانی
شمس شری بے پیر منافق رو ہو یا از در بحمانی
کیتس جلد روانہ خنجر کر کے رب دی بے فسمانی
پاک اجنام شیر علی پر ظالم کردے حیر نشانی
بے حد موذیاں قلم کسائے کیا کہاں بن حال زبانی
مددے قید مصیبت والے بے حد ڈٹھے زہرا عانی
نہ کچھ گلہ سخت ستایا صابر رہیاں درد رنجبانی
رہی سین او درد رنجبانی جیوں کر بارش دی طغیانی
سجدے دے وچہ سیں کٹایا پاک امام علی دے جانی
حوراں پدیاں ماتم کھینا بھی رنے خود ملک آسمانی
ہاں بردا میں بے شک در دا خویش قبیلہ کراں قربانی
دین نبی دا ہیں لچپالی یا یا شاہ حالی پیر حقانی
کر شکل صل مل وچہ میری کر دے دور ضرور حیدرانی

کر منظور سوال فضل دا شاہ مدنی فیض رسانی
ہے دربار مقدس عالی کر دے ملک قصیدہ خوانی
(حضرت قطب الاقطاب پیر سائیں قطب علی شاہ بخاری)

☆☆☆

تکلیں جان فاتح غیبر حسینؑ ہے نور نگاہ بنت پیسبرؑ حسینؑ ہے
لخت وجود ساقی کوثر حسینؑ ہے اک راز دار حکمت داور حسینؑ ہے
خوشبو سے جس کی اب بھی معطر ہے یہ جہاں باغ رسولؐ کا وہ گل تر حسینؑ ہے
امید و بیم و خیرت و غم کے ہجوم میں وجہ قرار خاطر معطر حسینؑ ہے
منزل نہ کیسے پھر مرے قدموں کو چوٹی سفر حیات میں مرا رہبر حسینؑ ہے
جباہ و حشم کو اس نے پس پشت رکھ دیا راضی حکم خالق اکبر حسینؑ ہے
غفران مآب جس کے فضائل کا تذکرہ کائن و فسا کا گوہر برتر حسینؑ ہے
فیض الایں کو خوف ہو کیا روز حشر کا حامی جو پیش داور محشر حسینؑ ہے
(ماجرادہ پیر فیض الامین فاروقی۔ ایم اے)

☆☆☆

رضائے حق ہے رضائے نبی و آل نبیؑ ولائے حق ہے ولائے نبی و آل نبیؑ
وما رمیت کو پڑھ کر یہ راز فاش ہوا لقاے حق ہے، لقاے نبی و آل نبیؑ
انہیں کے گھر میں ہی نازل ہوا کلام اللہ انہیں کے گھر سے ہدایت ملی، جسے بھی ملی
نجات انہیں سے ہے وائے بحسرت ظلمت میں بغیر ان کے نہ کشتی کوئی بھی پار ہوئی
صداقت اور عدالت انہیں پہ ہے نازاں امامت اور ولایت کے میں مدار یہی
گواہ ان کی طہارت پہ آیہ تکلیفیر نشان ان کی شہادت سے کربلا کی گلی
بیادیت ان کی مسلم ہے دونوں عالم میں غلام ان کے ہیں شاہ و گدا، فقیر و غنی
شجاعت ان کی ہے ضرب اشل زمانے میں لقب انہیں کا ہے شیر خدا، علم یزلی
سخاوت ان کی، خدا کی قسم کہ کیا کہنا "نہیں" تو ان کی زبان سے نہیں کسی نے سنی
میں علم ظاہر و باطن کے گھر بے پایاں خدا نے ان کو سمجھائے ہیں راز ہائے خفی

نہیں جو ان سے تعلق توہ فیض" کچھ بھی نہیں کہ دین ان کے سوا ہے تمام بولہبی

☆☆☆

کیا مہربان مجھ پر ہے یا رب کریم ناس
مدائی حسینؑ کے، انجم مجھے میں راس
احساس مجھ کو ہوتا ہے تقبیل عرش کا
کرتا ہوں جب تراب غفار کا میں محاس
دنیا میں جا کے ناعت محبوب حق بنوں
میں نے ملی کے بعد کی تھی امتحان
لیکن فیوض نعت سے ہوں منتبت نگار
اس میں نہیں ذرہ برابر بھی التباس
ہوں مدحت حسینؑ سے فرمان و شاد کام
پاس آئیں میرے کیسے زمانے کے حزن و یاس
اے یار دل سے مان خدا دے تجھے امان
دیں کی دم حسینؑ سے محکم ہوئی اس اس
مشکوٰۃ نور آل رسولؐ کریمؑ ہے
نبراس نور سے ہی میں کرتا ہوں اقتباس
اک تھا مقاصد ایک تھا مباح اہل بیت
ادراک کیسے کرتا فرزدق کا ذوق اس
کردار سر سے ہم پہ یہ تھامہ ہوا کہ وہ
تھا مسرور شد، مسرور خدا، مسرور حق شناس
جب سوچتا ہوں جس میں ہوتا ہے التہاب
کس طرح ہو گا حشر میں ظالم کا احتباس
کیسے بچیں گے حشر میں طاغوت کے سرید
حشر است ارض کھائیں گے جن کا لحد میں ماس

اللہ کے حبیب تو ہے فخر انبیاء
لیکن تیرے حین کا کس پہ کروں قیاس؟
کوئی مجھے ضررِ حینی پہ لے چلے
ناظمِ غم حین میں رہتا ہوں میں اداس

(الحاج بیر حین ناٹو)

☆☆☆

عنوان ہے جس کا نام شہادت کے باب کا
اب تک ملا جواب نہ اس لاجواب کا
باطل کی یروشوں سے بھلا کیا ڈرے گا وہ
رگ رگ میں جس کی خوں ہے رواں بوزاب کا
سرجہ بے راہِ حق میں جو سرتا نہیں بھی
یہ فیصلہ اٹل ہے خدا کی کتاب کا
وہ خدوخالِ حق وہ شیر کا جمال
ہے آئینہ جمالِ رسالتِ مآب کا
کرب و بلا کی خاک پہ کلا گیا وہ پھول
شہمائے جس کے سامنے چہرہ گلاب کا
کہتے ہیں کتنے فخر سے اس کو حین ہم
جنت کی چھاؤں عکس ہے جس آفتاب کا
میرا حین مجھ سے ہے میں ہوں حین سے
یہ قول ہے جنابِ رسالتِ مآب کا
آقا حین ہیں میرے مولا حین ہیں
کوئی بھی غم نہیں مجھے روزِ حساب کا
مثل حین گھر بھی لٹے تو لٹائے
حاصل بھی ہے عشقِ خدا کے نصاب کا

خالہ لٹائے آنکھ تے جب بھی اشکِ غم
کھسرا ہے اور رنگ میرے اضطراب کا

(جناب خالد محمود خالد)

☆☆☆

داستان ہے رہنمائے ارتقاءِ شیر کی
دیکھنا عظیمِ تم روزِ جزاءِ شیر کی
ہر دل ذی ہوش میں پانی ولا شیر کی
دہر کی ہر چیز ہے مدحتِ سرا شیر کی
داستانِ عزم ہے تحنیرِ زا شیر کی
تھے سخی تھے متقی پا مسد تھے فیاض تھے
سیرتِ شاہِ ہدی تھی رہنما شیر کی
دودمانِ سرور کوئینِ شہید کے رکن رہیں
ذاتِ والا تھی قریب کبریا شیر کی
شفقتیں حاصل رہیں شیرِ خدا کی اور ہوئی
فالمہ کی جود میں نشوونما شیر کی
کر بلا تاریخِ دین حق کا عنوانِ جلی
اس کا نکتہ مرکزی ذاتِ علا شیر کی
کہنِ صبر و ہمت پر ہیں ان کے نقش پا
کس قدر روشن ہے راہِ اتقا شیر کی
خوابِ غفلت سے جاگ ڈالا ضمیرِ وقت کو
کیوں نہ ہوں ممنونِ سب خلقِ خدا شیر کی
بے وفائی کے نہ ہو سکتے تھے سخی مرتکب
جب مسلمِ دین حق سے تھی وفا شیر کی
صبحِ طیبہ ختم کرنے کو چلی تھی فوجِ شام

ذات سر راہ تھی لیکن خوش شیر کی
ہاتھ میں سرور کی تقدیس قربت لے چلی
کربلا کو خوش تسلیم و رضا شیر کی
حصولوں نے جنت کی اوج شہادت چھو لیا
ہے حیات جاوداں یا ہے قضا شیر کی
ڈھائی کٹیا موت کی دا کر دیا باب حیات
مشل لا پائے گا کیا کوئی بھلا شیر کی
تھے ادھر ہفتاد و دو بندے ہزاروں تھے ادھر
پر خدائے پاک نے باندھی ہوا شیر کی
لاؤ لنگر جیت دقتی پا کے ہارا تا ابد
تھے مدد پر کبریا و مصطفیٰ شیر کی
ہم نہیں تھکے نہیں کہتے ہوئے اپنا امام
پر کہاں اعمال میں ہے اقتداء شیر کی
قلم کی آتش کا ذکر اور چشم شبیم کا بیان
خاصہ محمود پر ہے یوں شاء شیر کی

(شاعر حمد و نعت: جناب راجا رشید محمود)

☆☆☆

اصول حق، متاع لا الہ، بنیاد ایمان
وجود شاہ، لالہ رو، ثبوت فتح رحمانی
حیث ابن علیؑ نے کربلا میں دی وہ قربانی
کرے گی تاز جس پر تاقیامت نور انسانی
ہے نام پاک اس کا استعارہ حق اور نصرت کا
وہی قرآن گویا ہے وہی ہے نور عرفانی
لکھایا موت کو کس نے سلیقہ زندگانی کا
سنائیں کس نے نوک نیسہ پر آیات قرآنی

سہارا کس نے مظلومان عالم کو ہے یوں بخن
یزیدان جہاں کی کانپتی پھرتی ہے سلطان
رہ حق میں کٹانا سر، نہ باطل کے لئے جھکنا
ورائے زندگی اک زندگی کی نوع لافانی
محلات یزیدی گھٹتے گھٹتے مٹ گئے بیکر
حیثی خیموں کی بڑھتی رہی ہر سو فسادانی
حیثی شان تو ہے جاودانی اور سلطان
یزید اول سے آخر تک پشیمانی پریشانی
قدم دوشیں تیسرے پر، تو سر ہو نوک نیسہ پر
لکھائے کس نے بے خوفی کو یہ انداز تابانی
نبی سے ہو وہ اور اس سے نبی ہو، بے گناں انور
نہیں اس شان و عظمت میں کوئی شیر کا ثانی

(جناب افصال احمد انور)

☆☆☆

شکت شب کی خبر ہے سحر کا تارا ہے
حین صبح درخشاں کا استعارہ ہے
ہر ایک دور کی ہوتی ہے کربلا اپنی
ہر ایک دور نے شیر کو پکارا ہے
کوئی حین ہو بچے کھرے اصولوں کا
کسی یزید کو یہ کس طرح گوارا ہے
وہ جس پر راہنمائی حین کرتے ہیں
خدا کا شکر وہی راستہ ہمارا ہے
بھی نہ دامن شیر چھوڑنا خبرم
یہی تو سبیل بلا خیز میں کنارا ہے

(جناب فرم خلیق)

شائے آل محمد کا افتخار ملا
خدا کا شکر یہ اعزاز بار بار ملا
عروج و اوج کے سب ممکنہ حوالوں سے
نبی کے گھر کو ہر اک فرد شاہکار ملا
غم حسینؑ کوئی ہر طرف انساں کی
جو دل بھی اس سے تہی ہے وہ داغدار ملا
☆☆☆☆

صبر کی ہر انتہا سے ماورا رکھا گیا
مرحہ جو پیش شاہ کر بلا رکھا گیا
خاک میں شامل ہوئی خون ابوطالب کی باس
اور اس کا نام پھر خاکِ شفا رکھا گیا
☆☆☆☆

کر کے نکام شد تہہ و بالا حسینؑ نے
گرتے ہوئے بشر کو سنبھالا حسینؑ نے
اُس سے یزید تب بھی ہر سال تھا اب بھی ہے
تاریخ کو دیا جو حوالہ حسینؑ نے
☆☆☆☆

خدام و غلام ابو ذر نکل آئے
ہم سب تو مقدر کے سکندر نکل آئے
اس بات کا آندھی کو گناں بھی نہیں ہو گا
لو ایک تھی فانوس بہتر نکل آئے
☆☆☆☆

قدرت کا ایسا کب کوئی شاہکار اور ہے
دنیا میں کب حسینؑ سا کردار اور ہے
صد شکر دھڑکنوں میں ہے شامل مگر حسینؑ
دل ہے کہ تیرے غم کا طلب گار اور ہے
شب تو فواجِ روضہ عباس میں تھا میں
اے خواب دیکھ اب میری رفتار اور ہے
چھوٹے سے میرے گھر پہ علم جب سے سج گیا
اُس دن سے شوکت در و دیوار اور ہے
لکار کر کہا علی اصغر نے فوجِ شام!
اک ہاشمی جوان طرحدار اور ہے
تاریخ نے تپ کے کہا شام کر بلا!
کیا اس کے بعد بھی کوئی آزار اور ہے؟
وہ بھی بہت کڑی تھی جو گزری حسینؑ پر
پر، ابتلائے عابد بیمار اور ہے
میں کر رہا تھا اشکِ عزا غررِ مصطفیٰ
آئی صدا کہ ایک خریدار اور ہے
انجم میں کر بلا کے نسل میں ہم صدا
اور کر بلا میں جیت کا معیار اور ہے

(جناب انجمِ طہیق)

☆☆☆

کشت کے ساتھ ہم ہیں نہ لڑکے کے ساتھ ہیں
ہر کر بلا میں ہم تو بہتر کے ساتھ ہیں
ہر آنے والا عہد ہے عہدِ حینیت
بچے تمام تر علی اصغر کے ساتھ ہیں

ہوتا ہر اک سفر میں ہے مجھ پر اثر حسین کا
رنج سفر کا اک سبب رنج سفر حسین کا
ظلم بھی کیا نہیں ظلم پہ چپ رہا نہیں
مجھ کو حیا حسین کی، مجھ کو ہے ڈر حسین کا
کب مدحت شیر کی تکمیل ہوئی ہے
لکھا ہے ہزاروں نے مگر تشنہ لبی ہے
حق بات کے اعلان سے رک جاتے وہ کیسے
گھٹی میں لعاب دہن مصطفویٰ ہے
کوئی یزید تو بیعت طلب نہیں کوڑ
تمام شہر میں کیوں شور یا حسین کا ہے
نبی حسین کا ہے اور خدا حسین کا ہے
یہ دل اسی لئے مدحت سرا حسین کا ہے
بجھانہ تھا جو بھایا گیا شب عاشور
ہر اک ضمیر میں یہ روشن دیا حسین کا ہے
زمانہ بند لگی ہے فنا مقدر ہے
کھلا ہوا ہے تو بس راستہ حسین کا ہے

(جناب کوثر علی کوثر)

☆☆☆

یزید کو مصلحت ستم کی جہاں ذرا بھی ابرہاتی ہے
حسینؑ ابن علیؑ کو تاریخ حق وہیں پر پکارتی ہے
حسینؑ کا راستہ جدا ہے یزید کا راستہ جدا
لیا ہوا غم کی تیسری سے کھلا کھلا چاند ہو نہ پایا
دلوں کے گھاؤ کا درد چمکا تو پھر کبھی ماند ہو نہ پایا
وفا کا احساس فیصلے کا ورق ورق خوں سے لکھ رہا ہے
حسینؑ کا راستہ جدا ہے یزید کا راستہ جدا

محیط میں چاروں پہ پہرے نئی سے پیاسے الگ رہے ہیں
طلب کی معصوم تشنہ کامی کے سب تقاضے تلک رہے ہیں
فرات کی اس لہو ترائی میں ایک غازی اتر گیا ہے
حسینؑ کا راستہ جدا ہے یزید کا راستہ جدا
وہ چمکاتے لہو کا خورشید حشر تک اوج پر رہے گا
زمانہ کوئی بھی ہو یزیدوں کا یہ بھسرم ٹوٹ کر رہے گا
کوئی تقابل کی بات بھی ہے یزید گلی نہیں تو کیا ہے؟
حسینؑ کا راستہ جدا ہے یزید کا راستہ جدا
مرے تصور کا پردہ داروں کے عزم پر دم نکل نہ جائے
غلوں کی حدت شہادت میں لمحہ لمحہ پھسل نہ جائے
درشہ کر بلا پہ نادر سر عقیدت جھکا ہوا ہے
حسینؑ کا راستہ جدا ہے یزید کا راستہ جدا

(جناب نادر جاجوی)

☆☆☆

مصدق حرف آیہ ظہر میں حسین
مراۃ لا الہ کی تصویر میں حسین
آئینہ استعانت صبر و صلوات کا
آیات بینات کی تفسیر میں حسین
اک لا زوال خواب کی تعبیر میں حسین
سیرت میں خلق سرور کو نین میں حسین
صورت میں بھی حضور کی تصویر میں حسین
ریحان و روح و گلشن سلطان دو جہاں
خوشبوئے خلد عدن کی تشریح میں حسین
پردیس میں ہر ایک غریب الوطن کا ناز
تشنہ لبی کی دہر میں توقیر میں حسین

سیراب کر دیا چمن دین مصطفیٰ
تا حشر روح نعرہ تکبیر ہیں حسین
ہر ظلم کے خلاف ہے تحریک کر بلا
دستِ قضا میں صورتِ شمیر ہیں حسین
اس دور میں بھی جبر کا قائل ہے ہر یزید
اس عہد میں بھی لائقِ تعزیر ہیں حسین
شب ہائے یاس میں بھی نئی صبح کی امید
شادابی حیات کی تدبیر ہیں حسین
حاصل ہے مجھ کو بیعتِ شبیر کا شرف
شہزاد میں سرید ہوں اور پیر ہیں حسین

(جناب شہزاد مجددی)

☆☆☆

نہ ہوں جو ختم وہ دائم تیرے فرمانے ہیں
حسین سارے زمانے تیرے زمانے ہیں
ہمارے دکھ ہیں تیرے دکھ سے ملک سارے
ہمارے دل میں تیرے غم کے شامیانے ہیں
یہ آنسوؤں کی نہیں موتیوں کی مالا ہے
ہمارے اشک تیری یاد کے خزانے ہیں
اگرچہ چاروں طرف اب بھی کربلائیں ہیں
ہمارے لب پہ تیری فکر کے ترانے ہیں
بس ایک نور شہادت ہے مستقل روشن
یہ تخت و تاج کے وارث تو آنے جانے ہیں
تو سر بلند ہے دونوں جہاں میں مولا
سوار جن کا ہے تو وہ نبی کے شانے ہیں

ہر ایک نسل ہے شامل تیرے غلاموں میں
نثار تجھ پہ ہمارے سبھی گھرانے ہیں
حسین ہم سر نیزہ بھی تیرے ساتھی ہیں
ہمارے سر بھی اٹھالے جسے اٹھانے ہیں

(جناب زاہد فخری)

☆☆☆

وہ دیار ہمہ اسرار بھی دیکھا جائے
افقِ وقت کے اس پار بھی دیکھا جائے
عازمِ کرب و بلا بھی ہو کبھی ذوقِ جنوں
مشہدِ سید ابرار بھی دیکھا جائے
ہو کے دنیا کے علائق سے کبھی بیگم
خود کو آزاد و سبکار بھی دیکھا جائے
جذب و ممتی کے کئی عالم حیرت زا میں
عشق کا قافلہ سالار بھی دیکھا جائے
جس کی ضو سے ہے شہستانِ امامت روشن
وہ علیؑ کا در شہوار بھی دیکھا جائے
جس کی تخلیق پہ نازاں ہے خدائے عالم
دستِ قدرت کا وہ شہکار بھی دیکھا جائے
پہرِ فاطمہؑ کے خال و خد رعنا ہیں
جلوۂ حیدرِ کرار بھی دیکھا جائے
علیؑ اصغرؑ سے ہو معصوم پہ جب بندشِ آب
جوشِ عباسؑ علیہ السلام بھی دیکھا جائے
جب جھلتے ہوئے خیموں کی طنائیں ٹوئیں
چہرہٴ عابدِ بیمار بھی دیکھا جائے

دل میں جب درد کوئی تشنہ لبوں کا جاگے
گریہ دیدہ خونبار بھی دیکھا جائے
جن پہ سورج کی کرن بھی نہ پڑی تھی، ان کو
پا بہ جلال سر بازار بھی دیکھا جائے
اُس کے دیدار کا ارمان نہ ہو پورا افضل
یہ الگ بات ہے کہ سو بار بھی دیکھا جائے
☆☆☆

محیط جہاں اندھیروں میں ضیائیں بانٹ دیتا ہے
وہ مہتاب عطا اپنی عطائیں بانٹ دیتا ہے
بچانے کے لئے کرب و بلا سے اپنی امت کو
جگر گوشوں میں اپنے کربلائیں بانٹ دیتا ہے

(جناب افضل غاکر)

☆☆☆

اے خاک کربلا تو اس احسان کو نہ بھول
ترپنی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشہ بتول
اسلام کے لہو سے تری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسول
کرتی رہے گی پیش شہادت حین کی
آزادی حیات کا یہ سرمدی اصول
چوہہ جائے کٹ کے سرتیرانیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کی قبول
ہے داستانِ دراز بھی اور دل گداز بھی
لیکن کہال سے گن کے دیا جائے یہ اصول

(ظفر علی خاں)

☆☆☆

قرآن کی توہین کو شیر نہ مانے
قرآن کے قوانین و مضامین ازل پر
جو سر پہ پڑا کوہِ الم جھیل لیا وہ
ہر تیر جفا سینہ لنگھوں سے لگایا
خوں اپنے سے رنگین کیا کرب و بلا کو
آغوش میں قربان کیا نورِ نظر کو
خوں اپنے سے مضمون وفا لکھا و لیکن
اسلام کی گردن پہ چھری چلنا تھی جس سے
پیغام دیا سایہ تلوار میں حق کا
قانونِ محمد کا سلب کرتے تھے مہم

☆☆☆

حسین ابن علیؑ عالی مقام اے کربلا والے
دردِ اے صلِ لہٰی والے سلام اے کربلا والے
پرستارانِ وحدت کے لئے شمعِ ہدایت ہے
تیرا صبر و سکون اے کربلا والے
ازل سے آج تک ایسا کوئی منظر نہیں ملتا
لبِ دریا بہتر تشنہ کام اے کربلا والے
شہیدوں کے شہوے شہت ہے قریب اس عالم پر
تیرے عزمِ مصمم کا دوام اے کربلا والے
تہناری یاد سے تاباں ہیں سینے سوگواروں کے
تہناری یاد ہے ماہِ تمام اے کربلا والے
تہناری سوگاری روح کی تلہیر کرتی ہے
تہنارا عشق ہے وحدت کا جام اے کربلا والے
ابد تک نام روشن کر دیا مولودِ کعبہ کا
سلام اے فاطمہؑ کے لالہ فہم اے کربلا والے

اجازت ہو جمیل غمزدہ کو عرض کرنے کی
دراقدس پہ حاضر ہے غلام اے کربلا والے

☆☆☆

رونق فضائے بزم بہانِ جان کربلا
یعنی حسین اور شہیدان کربلا
ب کچھ لٹایا آپؑ نے امت کے واسطے
جنت بنا گئے ہیں بیابان کربلا

☆☆☆

سلام کہتے تھے شیرِ یاعلیٰؑ فریاد
تاتے ہیں مجھے بے پیرِ یاعلیٰؑ فریاد
گرے جو گھوڑے سے اکبرؑ تو شاہ چلائے
مٹا دی نانا کی تصویرِ یاعلیٰؑ فریاد
سلطان کربلا کو ہمارا سلام ہو
حسانِ مصطفیٰؐ کو ہمارا سلام ہو
اکبرؑ سے نوجواں بھی رن میں ہوئے شہید
ہم شکلِ مصطفیٰؐ کو ہمارا سلام ہو
عباسؑ نامدار ہے زخموں سے چور چور
اس پیکرِ رضا کو ہمارا سلام ہو

☆☆☆

مجھے فریب نہ دے کوئی شمر کوئی یزید
کہ میرے پیشِ نظر حسینؑ کی تقلید
لا کے نصیرِ حق توڑ کر سرِ باطل
حسینؑ نے نہیں سمجھائے معنیِ توحید
نصیب ہو گا مجھے شاہِ کربلا کا جمال
منا ہے حشر کے دن جمع ہوں گے پیر و مرید
خدا نے خوب لعینوں سے انتقام لیا
جہاں میں بن گیا دشنام، نامِ شمر و یزید
میرے لئے تو ہے قرآنِ امامؑ کا چہرہ
ٹھکی ہوئی ہے مرے سامنے کتابِ مجید
تھا قادیسیوں کی زباں پر بھی وردِ صلے علیؑ
حسینؑ جب ہوئے میدانِ کربلا میں شہید

☆☆☆

حسینؑ اور ان کے پیروکار اکشر یاد آتے ہیں
ہزاروں پر جو بھاری تھے بہتر یاد آتے ہیں
میرے احساس میں ایشار کی رو دوڑ جاتی ہے
کچھ اس انداز سے سبطِ یمین یاد آتے ہیں
نہ جانے کیوں میری آنکھوں میں شبنم تیر جاتی ہے
ریاضِ مصطفیٰؐ کے جب گل تر یاد آتے ہیں
وقار دین کی خاطر جو ڈھل گئے تھے چٹانوں میں
شبّات و انتقامت کے وہ پیکر یاد آتے ہیں
کبھی جو بچ کی اک واضح علامت بن کے ابھرے تھے
مجھے وہ حق پرست اب تک برابر یاد آتے ہیں
وہ جن کی پیاس پر دریا کی موہیں بھی تڑپتی تھیں
وہ پیاسے یاد آتے ہیں اور اکشر یاد آتے ہیں
شہیدانِ وفا کی یاد ہے سرمایہ ہستی
شہیدانِ وفا ہر لمحہ مضطر یاد آتے ہیں

☆☆☆

نظرِ نواز ہیں، دل جگمگا رہے ہیں حسینؑ
کہ شمعِ بزمِ رسولِ خدا ﷺ آ رہے ہیں حسینؑ
رضا و صبر کے جو سر دکھا رہے ہیں حسینؑ
ستم گروں میں گھرے مسکرا رہے ہیں حسینؑ
خدا کی راہ میں خود کو نکلا رہے ہیں حسینؑ
وہ کربلا کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں حسینؑ
حجاب جو ہوئے حائل، اٹھا رہے ہیں حسینؑ
جواہلِ دیں ہے، وہ ہم کو دکھا رہے ہیں حسینؑ
یزید، رائدہٗ خلق و معذبِ خالق
نگاہِ کون و مکاں میں سسار رہے ہیں حسینؑ
سمجھ سکے شقی، کربلا کے میدان میں
خدا رسول ﷺ کی جانب بلا رہے ہیں حسینؑ
یہاں کے اپنا لہو نیوٹا کے ذروں میں
زمین کو عرش کا ہمر بن رہے ہیں حسینؑ
نہ کیوں پیا ہو قیامت کا شور خیموں میں
کہ لاشے قائم و اکبرؑ کے لا رہے ہیں حسینؑ
شعور و عقل سے عاری ہیں شام کے حاکم
وگر نہ حق ہے وہی، جو بتا رہے ہیں حسینؑ

مٹا کے خود کو، گھسرا نے کو، ساتھ والوں کو نصیب امت عاصی، جگ رہے ہیں حسینؑ
لرز نہ جائے بھلا کیوں زمین مقتل کی سراپا سجدہ حق میں کٹا رہے ہیں حسینؑ
ہر ایک غم کا مسدا حسینؑ کا غم ہے ہر ایک دکھ میں مرا آسرا، رہے ہیں حسینؑ
خیال آیا تھا ان کا کہ دل ہوا روشن نصیر سر تو اٹھاؤ! وہ آ رہے ہیں حسینؑ
(حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ)

☆☆☆

گل احمد حسینؑ ہیں اسوۂ جہد حسینؑ ہیں
گل سرب حسینؑ ہیں فوری جہد حسینؑ ہیں
کرب و بلا کے بادشاہ حق کو ہے آپ کی پناہ
زخم میں کی بھی نہ آہ، رب کے اسد حسینؑ ہیں
ریگ و فرسات الامان، سخت عطش کی جانستان
لگتے ہیں تیسر اور سنان، نفلوے کبد حسینؑ ہیں
نیزے پہ سر پڑے قرآن، خیسوں کی چوبیس لکھ خواں
جہرت میں ہیں، شمر سنان، عشق کی حد حسینؑ ہیں
نظر کرم غفرید، جرموں کے اسل اسیرید
اپنے گدا فقیر بد حق کے علم حسینؑ ہیں

(یادگار اسلاف حضرت زینب السادات الحافظہ پیرہ بیت الدین مغفور القادری رحمہ اللہ گزشتہ اختیار خاں)

☆☆☆

حسینؑ کا ہو کہیں ذکر، کوئی بات چلے ہماری آنکھوں سے اشکوں کی اک برات چلے
فلک پہ کیوں نہ بھلا کر بلا کی بات چلے غم حسینؑ میں تارے تمام رات چلے
مجسم اسوۂ خیر الانامؑ تھے شبیرؑ رضائے حق کے اشاروں پہ تاحیات چلے
مٹی نہ بوند بھی پانی کی تشنہ کاموں کو ہوائے قہر کے جھونکے سرفسرات چلے
حسینؑ حکم الہی سے کر بلا آئے بسا اٹ دی، ہوئی دشمنوں کو مات، چلے

قیام ان کا ہوا منزلِ مشیت پر وہ جن کے ایک اشارے پہ کائنات چلے
چلا ہے دھوم سے یوں قافلہ شہیدوں کا وفور شوق میں جیسے کوئی برات چلے
حسینؑ کی صفِ اعدا میں تھی یہ شانِ خسرام بجوم کفر میں جس طرح نور ذات چلے
وفا کا نام مٹانے سے مٹ نہیں سکتا ہزار چال یہ دنیا سے بے ثبات چلے
یزید عصر کے آگے کھڑے ہیں سب خاموش حسینؑ ہی جو چلا لیں تو کوئی بات چلے
دبا سکا نہ کبھی حق کو، شور باطل کا نہ کوئی گھات چلی ہے نہ کوئی گھات چلے
نصیر! گوش بر آواز عرش و فرش ہوئے اب انجمن میں حسینؑ و حسنؑ کی بات چلے
(حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ)

☆☆☆

ابن حیدرؑ کی طرح پاس وفا کس نے کیا؟ زیرِ نجر آخری سجدہ ادا کس نے کیا؟
حق جو تعلیم نبیؐ کا تھا، ادا کس نے کیا؟ آدمی کو آدینت آشنا کس نے کیا؟
رازِ سربت تھے ایثار و رضا و صبر و شکر مل یہ عقدہ آلِ زہراؑ کے سوا کس نے کیا؟
خون سے کس کے ہوئی تاریخِ عالم تانیا کس سر زمین نینوا کو، کر بلا کس نے کیا؟
کر بلا میں جو ہوا وہ اسے یزید بد سیر بے خطا تو ہے، تو پھر جو کچھ کیا کس نے کیا؟
کوئی تھا جس نے کیا سبطِ پیغمبرؐ کا لحاظ؟ احترامِ نسبتِ خیر الواریؑ کس نے کیا؟
مضطرب کیوں ہوں عبادِ اہلِ اولادِ رسولؐ؟ حشر میں کھل جائے گی یہ بات، کیا کس نے کیا؟
شمر ذی الجوشن، یزید بد گہرا، ابن زیاد جو رہے جا ان لعینوں کے سوا کس نے کیا؟
گو گنگے بہرے بن گئے اتمامِ حجت پر عدو آپ جو چاہا کیا، اس کا کہا کس نے کیا؟
حشر یہ برپا ہوا کس کے اشاروں پر یزید! آلِ زہراؑ پر تم اسے بے حیا کس نے کیا؟
یہ حقیقت منکشف ہے ساری دنیا پر نصیر! کر بلا میں جو ہوا کس نے کہا کس نے کیا؟
(حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ)

☆☆☆

آیا نہ ہوگا اس طرح حسن و شہاب ریت پر
گلشن فاطمہ کے تھے سارے گلاب ریت پر
حبان بتول کے سوا کوئی نہیں کھلا سکا
قطرہ آب کے بغیر اتنے گلاب ریت پر
عشق میں کیا لٹائیے، عشق میں کیا بچائیے
آل نبی ﷺ نے لکھ دیا سارا انصاف ریت پر
جتنے سوال عشق نے آل رسول ﷺ سے کیے
اک سے بڑھ کر اک دیاب نے جواب ریت پر
ترے صحن آب کو، میں جو کھول تو بے ادب
لکس لب حین کو ترسا ہے آپ ریت پر
آل نبی ﷺ کا کام تھا، آل نبی ﷺ ہی کر گئے
کوئی نہ لکھ سکا ادیب ایسی کتاب ریت پر
(ادیب رائے پوری)

☆☆☆

زہے شان اوج کمال محمد ﷺ
مرے دل کا دل ہے جمال محمد ﷺ
وہ دریا کی موجوں میں بھی جلوہ گر ہے
مگر دیکھا دل میں جمال محمد ﷺ
پھر اکو اکو ان کے فکر و الم میں
ہوا جس کو معلوم حال محمد ﷺ
قیامت میں برپا قیامت کرے گا
ملے تو مجھے اب نعال محمد ﷺ
مرے دل میں سوزاں ہیں ارمان لاکھوں
ضیا بخش کونین آل محمد ﷺ
شہ قد سیال زینت بزم عالم
فلکست ہے بستان آل محمد ﷺ
ہمک بھیسنی بھیسنی چلی آ رہی ہے
عطا ہوا ہے مجھے اب خصال محمد ﷺ
مجھ کو ہی چننا جن کے وارث نے پھونکا
زبان پر ہے لیکن سوال محمد ﷺ
منور ازل سے ہے گو قلب حاصل
زبان پر ہے لیکن سوال محمد ﷺ
(حضرت منور شاہ وارثی لاہور)

☆☆☆

حسینؑ ہے، بے نظیر ہستی حسینؑ کرب و بلا کی ہستی
حسینؑ ساقی، حسینؑ باقی حسینؑ عشق خدا کی ہستی
حسینؑ تیغ رسول اکرم ﷺ حسینؑ بنیاد حق پرستی
حسینؑ جاتے نہ کر بلا کو تو ہوتی ہر جا پہ بت پرستی

نماز، روزہ، اذان کو بھی یہ دنیا رہتی سدا رستی
حسینؑ سردار اہل جنت خدا کی رحمت ہے اس پرستی
حسینؑ ملت کی سر بلندی ایں تقویٰ ہے راہ پرستی
☆☆☆

اللہ کی گفتار ہے گفتار حسینیؑ ہر دور میں بے داغ ہے کردار حسینیؑ
نایاب ہے دنیا میں نظیر ابن علیؑ کی دیدار خدا پاک ہے دیدار حسینیؑ
کیوں ظلم و ستم نیست و نابود نہ ہوتا قرآن کی توار ہے توار حسینیؑ
اسلام کا سچا ہے وہ ایمان کا پکا جس دل میں بھی موجود ہے اقرار حسینیؑ
اٹھے گا کہاں دہر میں اب کوئی یزدی زندہ ہے درخشاں ہے طرفدار حسینیؑ
پیغام رسالت کی اطاعت کا علمدار توحید کا حیدار ہے حیدار حسینیؑ
اللہ کی عنایت سے محمد ﷺ کے کرم سے تقویٰ ہے دل و جہاں سے طلبگار حسینیؑ
☆☆☆

زمین و آسمان میں حسینؑ ہی حسینؑ ہے مرے مشام حبان میں حسینؑ ہی حسینؑ ہے
فضیلتوں کے روپ میں، مصیبتوں کی دھوپ میں خدا کے امتحان میں حسینؑ ہی حسینؑ ہے
جونہر سلبیل ہے، حسینؑ کی سبیل ہے ارم کے گلستان میں حسینؑ ہی حسینؑ ہے
امیر کی ترنگ میں، غریب کی آفتاب میں مکین میں مکان میں حسینؑ ہی حسینؑ ہے
حسینؑ نے یزیدیت کے پر فحشے اڑا دیے حنینتؑ کی حبان میں حسینؑ ہی حسینؑ ہے
(سید امین علی شاہ نقوی)

☆☆☆

سید کو نین سلطان رسالت پر سلام نور عین مصطفیٰ خاتون جنت پر سلام
حیدر مفسد رحمن پاکیزہ طلعت پر سلام نور زہرا حنین نیک سیرت پر سلام
اہلبیت پاک پر، اصحاب و عترت پر سلام کربلا والے شہیدان محبت پر سلام
ہو سلام اس پر جو ہے شاہِ دل کا نور عین ہو سلام اس پر، جو ہے محبوب رب المشرقین

ہو سلام اس پر، جو ہے مولائی کے دل کا چین
اہلبیت پاک پر، اصحاب و عترت پر سلام
وہ گل ریحانِ جنت وہ مدینہ کی بہار
خاندانِ مصطفیٰ، وہ عترت والا تبار
اہلبیت پاک پر، اصحاب و عترت پر سلام
ہو رہا ہے جو مدینہ سے جدا اس پر سلام
ہے جو تصویرِ جمالِ مصطفیٰ، اس پر سلام
اہلبیت پاک پر، اصحاب و عترت پر سلام
فوج کے زخموں میں جس نے طے رہ دھوا کی
جس پہ ظالم کوفیوں کی فوج نے یلغار کی
اہلبیت پاک پر، اصحاب و عترت پر سلام
ملت حق کی حفاظت کی حسین پاک نے
جنگ بہر دین و ملت کی حسین پاک نے
اہلبیت پاک پر، اصحاب و عترت پر سلام
اے خدا! خونِ شہید کربلا کا واسطہ
فاطمہ زہرا، علی مرتضیٰ کا واسطہ
یہ سلام عاجزانہ کر خداوند! قبول
(شاعر آستانہ مولانا ضیاء القادری)

☆☆☆

اٹھا نگاہ میں اک عزم بے پناہ لئے
عذارِ طلعتِ رخشانِ جبیں گلابی تھی
نبی کی آل کو ہمسرا لے کر نکلا تھا
اٹھا تو عظمت کو نین جھوم جھوم گئی
ستارہ صبح کا تنویر ہمسرہ و ماہ لئے
ہمسرا نہ ادا شانِ بوزاری تھی
فسورِ جلوہ گہ ماہ لے کر نکلا تھا
نظرِ فریبنی دارین جھوم جھوم گئی

سلام دشتِ مصیبت میں آنے والے پر
وہ جس نے رسمِ ورہِ عشق کی بنا ڈالی
بلند مرتبہ لا الہ جس نے کیا
میانِ کربلا خاک و خون میں تڑپا
وہ سروِ ناز تھا بھوکا بھی اور پیاسا بھی
تمام جسم بھی زخمی تھا اور سینہ بھی
مگر اطاعتِ شمر و یزید کی نہ قبول
(جناب حافظ مظهر الدین رحمہ اللہ)

☆☆☆

مطلع نورِ نبوت کا ستارا ہے حسینؑ
صفتِ شکن، فاتحِ خیبر کا پیارا ہے حسینؑ
ناز کرتے ہو، مسلمانو، ذرا غور کرو
ہو گئیں مشکلیں آسان خدا شاہد ہے
حشر تک آپ ہی کا نام رہے گا روشن
جو بھی آیا درِ اقدس پہ سوالی بن کر
بالیقیں ہم کو بھروسہ ہے کہ روزِ محشر
بے عمل لاکھ سہی پھر بھی ہے نسبت تم سے
(انور حسین انور)

☆☆☆

انسانیت کی شمعِ فروزاں حسینؑ ہیں
سروِ کشتا کے ہم کو دیارِ بس زندگی
اپنے لہو سے دیپ جلائے حسینؑ نے
ہر اک قدم پہ سامنا تھا حادثات کا
راہِ وفا میں شاہِ شہیدانِ حسینؑ ہیں
افسانہ حیات کا عنوانِ حسینؑ ہیں
باطل کے سارے نقش مٹائے حسینؑ نے
لیکن بدل کے رکھ دیا رخِ کائنات کا

جینا ہے گر تو حق و صداقت کا ساتھ دو ہم کو بتایا آپؑ نے مقصد حیات کا
دنیا سے انقلاب کے بانی حسینؑ ہیں انسانیت کی زندہ نشانی حسینؑ ہیں
(محمد یاسین رضا)

☆☆☆

نشانِ عظمتِ مومن، فرورغِ دین حسینؑ عتابِ برسرِ باطل معین دین حسینؑ
شہیدِ ہر سو حق بزمِ عاشقاں کے امیر حضورِ حق ہیں محبت کی مہر حسین حسینؑ
یقین و شوق کی شمعِ جلائی ظلمت میں ہیں سرِ دارِ جنت کے وہ امین حسینؑ
مشالِ ماہِ چمکتا ہے جس کا طہرہِ خوں جہادِ عشق میں ہیں وہ شہیدِ دین حسینؑ
قتیلِ عشق ”ہو اللہ“ جانِ دینِ ہدی دیارِ عشق میں اللہ کے قرین حسینؑ
جہاں کو درسِ وفا آج بھی یہ دیتے ہیں دلوں پہ قبضہ ہے ان کا ہیں دلنشین حسینؑ
سراپا عکسِ محمد ﷺ پہ یہ قبا رنگین ”نگاہِ عشق“ میں ہیں کس قدر حسین حسینؑ
کٹاکشِ حق و باطل میں آہنی پیکر جہادِ عشق میں ہیں پیکرِ یقین حسینؑ
غلامِ حلقہِ جوشِ قباے گلوں ہوں گداے عشق کے تاباں ہوئے معین حسینؑ
(تضمین بر مصرعہ رئیسِ امر وہی)

☆☆☆

سلام اس فاطمہؑ بی بیؑ کے لال پر حیدرؑ کے پیارے پر
سلام اس مصطفیٰؑ کے لاڈلے حق کے دلارے پر
سلام اس پر کہ جس کی ذاتِ فخرِ آدمیت ہے
جہاں میں خونچکاں افراز جس کا درسِ عبرت ہے
سلام اس پر جو وارث تھا محمدؐ کی صداقت کا
سلام اس پر امیں تھا جو کہ حیدر کی شجاعت کا
سلام اس پر جو تھا سرشارِ مولا کی محبت میں
گزارے جس نے روز و شب ریاضت میں عبادت میں

سلام اس پر جسگر گوشوں کی دے دی جس نے قربانی
سلام اس پر کہ بچوں پر بھی جس کے بند تھا پانی
سلام اس پر کہ جس نے داغ کھائے سب عزیزوں کے
دیے سرِ راہِ حق میں بھانجوں کے اور بھتیجوں کے
سلام اس پر جب جس سے ہوا عباسؑ سا بھائی
سلام اس پر جو اں بیٹے کی جس کے رن سے لاش آئی
سلام اس پر کہ جس کی گود میں تشنہ دہنِ اصغر
تو پ کر جبلِ با اک تیر جو رو ظلم کا کھاکر
سلام اس پر شریعت اور طریقت کا جو حامل تھا
سلام اس پر جو راہِ عشق میں اک مسدودِ کامل تھا
سلام اس پر جو تھا مہرِ سپہرِ ملتِ بیضا
دیا سر جس نے خاورِ اور نہ باطل کو کیا سجدہ
سلام اس پر جسے مظلوم اور دلیگیر کہتے ہیں!
سلام اس پاک ہستی پر جسے شیر کہتے ہیں!

(ملکہ سخن خاورِ درانی)

☆☆☆

چنچن کے دیکھنے والوں کی کیا تو قیسر تھی پانچ پردے تھے، نمایاں ایک ہی تصویر تھی
کتنی سادہ، کتنی رنگین منزلِ تمسیر تھی بے زباں بچے کی پیاس آماجگاہِ تیسر تھی
وہ شہادت جو ازل سے عظمتِ شیر تھی سید کو عین کے معراج کی تعمیر تھی
شام کی گلیوں میں وہ بے پردہ و چادر پھریں جن کی عفت آفتابِ دین کی تویر تھی
سر جھکا یا ہی تھا معراجِ شہادت ہو گئی آپ کے قبضے میں گویا آپ کی تقدیر تھی
پوچھنا ہے مجھ کو ابراہیم و اسمعیل سے داستانِ کربلا کس خواب کی تعبیر تھی
رحمتیں بکھری ہوئی تھیں ہر طرف دیدار کو پیشِ خالق کربلا والوں کی کیا تو قیسر تھی

اللہ کیا ادا ہے! صغیر بے شیعہ تھی ہر تپ محشر بک تھی ہر نظر ایک تیر تھی
مدح، اس کے ضرب کی انصار کیا ہوگی بیاں جس کی ہر ٹھوکر میں حق و عشق کی جاگیر تھی
(جناب انصار الد آبادی)

☆☆☆

عزمہ ہوا چلی تھی مخالفت بھی ہوا
اورنگ سلطنت پہ تھا اک بانی جفا
اُس وقت ایک سرد حق آرا و حق نوا
آیا تھا شیر ز کی طرح عوے کر بلا
جو مصطفیٰ کا نور تھا، زہرا کا چین تھا
اُس با خدا کا نام گرامی حیلن تھا

(کلام: حضرت علامہ پیر نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑہ شریف)

☆☆☆

شہید کرب و بلا! کیا مقام تیرا ہے
ہجوم غم میں بھی دل شاد کام تیرا ہے
ترے نقوش قدم مشعل ہدایت ہیں
حیات جس پہ ہے نازاں وہ کام تیرا ہے
یہاں خیال و قیاس و گساں کا دخل نہیں
یہ کر بلا ہے، یہاں انتقام تیرا ہے
خوشا کہ میرے لبوں پر ہے گفتگو تیری
زہے نصیب کہ دل میں مقام تیرا ہے

☆☆☆

سلام دشت مصیبت میں آنے والے پر
خدا کی راہ میں سب کچھ لٹانے والے پر
وہ جس نے رسم و روئے عشق کی بنا ڈالی
بنائے قصر شہنشاہیت بلا ڈالی

بلند مرتبہ لا الہ جس نے کیا
یزید و شمر کا لشکر تباہ جس نے کیا
میان کرب و بلا خاک و خون میں ترپا
وہ جس نے عشق کو اک تازہ دلولہ بخشا
وہ سردِ ناز تھا بھوکا بھی اور پیاسا بھی
رمول پاک کا محبوب بھی نواسا بھی
تمام جسم بھی زخمی تھا اور سینہ بھی
لٹا چکا تھا بھرے گھر کا سب خزانہ بھی
مگر اطاعت شمر و یزید کی نہ قبول!
سرا سلام محبت ریاض دہر کے پھول!

☆☆☆

مچی ہے لشکر شمر و یزید میں ہچل
کھڑا ہے دھوپ میں ابن علیؑ بصد تمکین
جہاں مرتضویؑ کی نمود آنکھوں میں
جمال یار کا آئینہ تابناک جبین
شہادت علیؑ صغیرؑ سے بھی نہیں مغموم
شہادت علیؑ اکبرؑ سے بھی نہیں غمگین
بس اک شہادت عظمیٰؑ ہے مہتابِ نظر
زہے کمال جگر گوشتِ رمول ایں

☆☆☆

اٹھا نگاہ میں اک عزم بے پناہ لیے
ستارہ صبح کا تصویر ہر د ماہ لیے
عذابِ طلعت رخسار، جبیں گلابی تھی
تیسرا ادا، شانِ بو ترابی تھی

نبی کی آل کے ہمدرد لے کے نکلا تھا
فسرغ جلوہ گر ماہ لے کے نکلا تھا
اٹھا تو عظمت کوئین جھوم جھوم گئی
نظر فربہ دارین جھوم جھوم اٹھی

☆☆☆

مہر نفس میں بوئے خوں ہے ہر بشر سینہ نگار
عام ہے دنیا میں فیشن شہید کر بلا
میری نظروں میں ہے رنگ جلوہ روئے حسینؑ
میرے ہاتھوں میں ہے دامن شہید کر بلا
اصغر و اکبر کے لاشے بے کموں کی بے کسی
کر بلا میں یہ تھا سامان شہید کر بلا
دست و بازو میں تھی قوت حیدر کرار کی
تھا قضا کا تیر، پیکان شہید کر بلا
زیر خنجر بھی رہی تکمیل عجدہ کی طلب
دیدنی ہے ذوق و وجدان شہید کر بلا
اے دل درد آشنا اے دیدہ خونسا یہ بار
لا کوئی نذرانہ شایان شہید کر بلا
ریزہ ریزہ جسم و جان اعتبار قدسیاں
ٹکڑے ٹکڑے حبیب و دامن شہید کر بلا

☆☆☆

سوئے طیبہ مرا پیغام صبا لے جائے
جھ کو سرکار اگر اذن حضوری بخشیں
منزل شوق میں بھی برگ خزاں کی صورت
جانے کس وقت مجھے دست قضا لے جائے
میرے بھی قلب تپیدہ کو میر ہو سکوں
اس خشک شہر میں گر مجھ کو خدا لے جائے
چند اشکوں کے سوا دامن دل میں کیا ہے
ان کے دربار میں ہدیہ کوئی کیا لے جائے

ن کو پھر راہ عدم کا کوئی خطرہ کیوں ہو
دل میں جو حب رسولؐ دوسرا لے جائے
پھر نہ لوٹوں کبھی اس شہر طرب سے صاف
ان فضاؤں میں اگر بخت رسالے جائے
(حافظ لدھیانوی)

☆☆☆

مجھے فریب نہ دے کوئی شر، کوئی یزید
کہ میرے پیش نظر ہے حسینؑ کی تقلید
ہا کے نعرہ حق، توڑ کر سر ہاں
حسینؑ نے ہمیں سمجھائے معنی توحید
نصیب ہو گا مجھے شاہ کر بلا کا جمال
سنا ہے حشر کے دن جمع ہوں گے پیر و مرید
خدا نے خوب لعینوں سے انتقام لیا
جہاں میں بن گیا دشنام، نام شمر و یزید
سرے لئے تو ہے قدم آں امام کا پیہرہ
کھلی ہوئی ہے سرے سامنے کتاب مجید
تھا قدسیوں کی زباں پر بھی ورد و صل علی
حسینؑ جب ہوئے میدان کر بلا میں شہید
پیام دینی ہے اب بھی یہ کر بلا کی زمیں
حسینؑ و شمر کا انداز فکر ایک نہیں
حسینؑ بے سر و سامان، حسینؑ بے فکر
یزیدوں کی سپہ و شمر کے یارو یمنیں
یہ کون ہے؟ یہ محمدؐ کے دل کا ٹکڑا ہے
جبیں پہ نور نبوت، جگر میں سوز یقیں
رو خدا میں لٹانے کو لے کے آیا ہے
تمام گھر تاباں، تمام لعل و نگین

ایس خاطر ناشاد یاد ہے تیری
تلی دل رنجور نام تیرا ہے
مداقتوں کے میں جاں نثار میں تیرے
زمیم وقت ہر اک تشنہ کام تیرا ہے
خدا گواہ کہ ہستی ہے لازوال تری
تری قسم کہ مسلم دوام تیرا ہے
خسرد کو بادۂ الہام کی ضرورت ہے
جہاں کو پھر ترے پیغام کی ضرورت ہے

☆☆☆

اللہ اللہ عظم شان شہید کربلا
کتنا رخشہ ہے عنوان شہید کربلا
ساری دنیا پر ہے لازم کربلا کا احترام
ساری دنیا پر ہے احسان شہید کربلا
کون ہے منزل شناس راکب دوش رسول؟
کس کو ہو سکتا ہے عرفان شہید کربلا
میرا سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہے غم شیر سے
میرے جان و دل ہیں قربان شہید کربلا

☆☆☆

گل است حسین گلبدن است حسین
شاہ است حسن شاہ زمن است حسین
جال دادداد ایمان بدست لعین
واللہ کہ جال است نبی تن است حسین

(تاج محمد مظہر صدیقی قادری صابری۔ پشاور)

☆☆☆

مصطفیٰ جانِ راحت پہ لاکھوں سلام
مجتبیٰ کی شرافت پہ لاکھوں سلام
شاہِ بطحا کی رفعت پہ لاکھوں سلام
گل باغ صفی بلبلی ہاشمی
وہ ملیح دل آرا رسول کریم
نافع بیسکس و بے نوا پہ لاکھوں سلام
طیب و طہ اہل بیت کرام
مہاجرین، مصلحین، ناصرین متقین
غوثِ اعظم کی عظمت پہ لاکھوں سلام
عبدالقادر کی قدرت پہ لاکھوں سلام
تاجدارِ ولایت پہ لاکھوں سلام
نائبِ مصطفیٰ شیخِ کل اولیاء
حشر میں ترا مظہر وسیلہ میں وہ
ان کی شان کرامت پہ لاکھوں سلام
صدرِ بدرِ طریقت پہ لاکھوں سلام
شہنشاہِ طریقت پہ لاکھوں سلام
تاجدارِ حقیقت پہ لاکھوں سلام
ان کی شان شفاعت پہ لاکھوں سلام
(تاج محمد مظہر صدیقی قادری۔ پشاور)

☆☆☆

غلہ میں ہوں گے بھی دوستانِ اہلبیتؑ
اور فی النار سقرب دشمنانِ اہلبیتؑ
کون ہے جو ان کا رتبہ پاکے دارین میں
دن بدن بڑھتی سدا ہے عز و شانِ اہلبیتؑ
اُن کا ذکر خیر ہے کونین میں ذکرِ رسولؐ
نام نامی جزو جاں ہے اے دودمانِ اہلبیتؑ
اللہ اللہ دوش ختم السریلین نعم الحبل
کل یوم بول بالا اور شانِ اہلبیتؑ
ان کے علم پاک کے نیچے خدا یا حشر میں
علم کے نیچے کھڑے ہوں عاشقانِ اہلبیتؑ

دن بدن بڑھتا سدا ہے سرتب حنینؑ کا
لعنتی میں تاقیامت سب دشمنان اہلبیتؑ
آندھیاں ظلم و جفا کی اور شدت پیاس کی
مرحبا صدمہ حبا اے تشنہ لبان اہلبیتؑ
واسطہ حنین کا تو میرے مولا بخش دے
ہاتھ میں دامن میرے ہے دو دمان اہلبیتؑ
سامنے حنینؑ کے میں یوں کہوں گا حشر میں
میں غلام پختہ ہوں مدح خوان اہلبیتؑ
لاج رکھنا بے نوا مظہر کی مولا حشر میں
حشر کے دن ہو نام میرا از رگان اہلبیتؑ

(تاج محمد مظہر صدیقی قادری۔ پشاور)

☆☆☆

ایسے قدرت نے منور کیا شبیر کا نام
روشنی پھیل گئی جب لیا شبیر کا نام
ہم گناہ گاروں کی ہستی ہے بھلا کیا خرم
روز و شب لیتے ہیں سب اولیاء شبیر کا نام

☆☆☆

ذکر ان کا اور قلم ناچیز پر تقصیر کا
کس قدر مجھ پر کرم ہے حضرت شبیر کا
آل احمد سے وفا لکھ دی میری تقدیر میں
ہے بڑا احسان خرم کاتب تقدیر کا

☆☆☆

جلے ہیں خون شہیدال سے کربلا کے چسراغ
سدا رہیں گے منور یونہی وفا کے چسراغ
بدل دیا شب عاشور روشنی کا اصول
میرے حنینؑ نے کی روشنی بھسا کے چسراغ

☆☆☆

کلام حسنی بحضور امام حسین رضی اللہ عنہ

سمجھ سکا نہ کوئی رتبہ امام حسینؑ
حدِ خرد سے بہت دور ہے مقام حسینؑ
نہیں یزید کا حسی کوئی بھی دنیا میں
میں گے آج بھی لاکھوں مگر غلام حسینؑ
خدا کی راہ میں سب کچھ لٹا کے بالِ آخر
حسینؑ قدس کی جانب ہوا اخرام حسینؑ
رہے گا یاد زمانے کو آخری خطبہ
جہاں میں زعمہ جاوید کلام حسینؑ
ہمیشہ قلم سے ظلمات سے جہاد کرو
بنام اہل وفا ہے یہی پیام حسینؑ
بھلا سکیں گے نہ اشہر نبی کے متوالے
فراق و جبر میں ڈوبا ہوا سلام حسینؑ
ریاضِ دہر نہ دیکھے کبھی بہار کا منہ
فقیر اس میں نہ جب تک چلے نظام حسینؑ

☆☆☆

اے بچ اے خدا خالق مشرقین میں
اے حق اے ادھو مالک مغربین میں
خدا دے خزانے بچ ای حسی ڈسار میں
نہ ڈو جھا محمد اے ناں ڈو جھا حسین میں

☆☆☆

نئی کے بعد وہ ذی انتقام اونچا ہے
حسین ابن علی کا مقام اونچا ہے
بقول حضرت صدیق نائب اول
شبہ خوابہ خیر الانام اونچا ہے
حسین خلد میں آئے تو بول اٹھی امت
وہ دیکھو سب سے ہمارا امام اونچا ہے
وہ جس نے اپنے لہو سے درخت دیں سچا ہے
دیا جو دار پہ اس نے پیام اونچا ہے
یہی عقیدہ اصحاب مصطفیٰ ہے فقیر
کہ سبط سرور رسل کرام اونچا ہے

☆☆☆

ذکر آل مجید کرتے ہیں یاد شاہ شہید کرتے ہیں
وہ جو مدح یزید کرتے ہیں اپنے منہ کو پلید کرتے ہیں
حب آل نبی کے صدقے میں لطف مولا مزید کرتے ہیں
منکروں پر فشرنگان عذاب کیا عذاب شدید کرتے ہیں
نقد حبال دے کے کربلا والے باغ جنت خرید کرتے ہیں
پڑھ کے قسراں فقیر حسنی جی عطر مدحت کشید کرتے ہیں
(علامہ صابزادہ محمد اسماعیل فقیر احسنی)

☆☆☆

اہم نوٹس

امت محمدیہ میں منفرد شان کی حامل ہستی، نواسہ رسول، جگر گوشہ مرتضیٰ و بتول
اختری شہید کربلا، جدِ کریم غوث الوری، سید الانبیاء حضرت سیدنا

امام حسن مجتبیٰ علی جدہ و علیہ السلام

کی بارگاہ عالی سے حصول فیض و برکت کا ایک نادر موقع

خانہ خدا کے لیے ترغیب تعاون سنت رسول ہے

ارشاد نبوی ﷺ: جو شخص مسجد بنائے اللہ کریم جنت میں اس کا گھر بناتا ہے

پنجاب کے سنگم جوہر آباد میں مسلکِ محبت رسول

(اہل سنت و جماعت بریلوی) کے ایک **دینی مرکز** کا آغاز

سیدنا غوث اعظم سٹریٹ

مسجدِ ابراہیم حسن مجتبیٰ
نزد چوکی نمبر 1 راجاناؤن جوہر آباد

آئیے! مل کر اس کی شروعات میں حصہ لیں

حبیب بینک لمیٹڈ جوہر آباد میں مشترکہ اکاؤنٹ

زرتعاون کے لیے

جوائنٹ اکاؤنٹ نمبر 01137901049203

0300
0313
0321

9429027 **ملک محمد محبوب الرسول قادری**

mahboobqadri787@gmail.com